عصمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملے

مُصنّف

سید ممتاز علی بخاری

زاویہ پبلشرز

(C-8 محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ، لاہور

فون: 042-7248657

موبائل: 0300-9467047 - 0300-4505466

Email:zaviapublishers@yahoo.com

زاویہ پبلشرز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2009

بار اول ———— 1000

ہدیہ ———— 250 روپے

زیر اہتمام ———— نجابت علی تارڑ

لیگل ایڈوائزرز
محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339
رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

ملنے کے پتے

کتاب گھر، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5552929
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
مکتبہ قادریہ، پُرانی سبزی منڈی، کراچی	0213-4944672
مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی	0213-4219324
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی	0213-2216464
حنفیہ پاک پبلی کیشنز، کھارادر، کراچی	
مکتبہ سخی سلطان، حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ قادریہ، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ	055-4237699
مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ لاہور	0423-7226193
کتب خانہ حاجی مشتاق احمد، ملتان	061-4545486

فہرست

انتساب	8
دیباچہ	9
تقریظ (سیّد غلام مصطفیٰ بخاری عقیل)	11
تقریظ (پروفیسر ڈاکٹر حبیب الرحمٰن)	13
تقریظ (پروفیسر اکرام الرشید)	15
تقریظ (سیّد منیر احمد بخاری)	17
مقدمہ	21
باب اول☆(آبائے رسول ﷺ کی جان لیوا آزمائشیں)	**26**
حضرت ابراہیم علیہ السلام آتش نمرود میں	28
حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی	31
حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ کی قربانی	34
حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ پر قاتلانہ حملہ	38
حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ کے جسدِ اطہر کے متعلق ناپاک سازش	41
باب دوم☆(حضور ﷺ کو شہید کرنے کی کوششیں)	**42**
رضاعی دور میں یہودیوں کا حملہ	44
اعلان نبوت کے بعد پہلا حملہ	45
عمر بن خطاب کا ارادہ قتل نبوی	46
ابوجہل کا پتھر مارنے کا منصوبہ	48
ابوسفیان کا حملہ	50
عقبہ بن ابی معیط ملعون کی کارستانیاں	51
قبیلہ بنی مخزوم کا حملہ	53

سفرِ طائف	54
دارالندوہ میں کفار کی مشاورت	59
غارِ ثور میں قیام	65
سراقہ کا تعاقب کرنا	67
بریدہ اسلمی کی لالچ	71
عمیر اور صفوان کا شرمناک معاہدہ	73
سفر غزوہ ذی الامر میں حملہ	77
کعب بن اشرف کی بدبختیاں	79
اُحد کا خونریز معرکہ	85
خوش نصیب گھڑی	89
ابوسفیان کی سازش	90
بنونضیر کی عہدشکنی	93
سفر غزوہ ذات الرقاع میں حملہ	97
خسرو پرویز کا گستاخانہ حکم	99
زہرآلود گوشت کی دعوت	103
فضالہ بن عمیر کا ناپاک ارادہ	104
لبید بن اعصم کا جادو	105
وفد بنی عامر بن صعصعہ کی سازش	108
باب سوم ☆ (صبح دوام زندگی)	**110**
آغاز سفرِ آخرت	112
آخری ہفتہ	113
پانچ دن قبل	114
چار دن قبل	116

دودن قبل 118
ایک دن قبل 119
آخری دن 120
حالت نزع اور وصال مبارک 122
غسل مبارک 123
روضہ اقدس (قبر اطہر) 125
کفن مبارک 126
نماز جنازہ 127
تدفین 128
باب چھارم ☆ (روضئہ رسول ﷺ پر ناپاک جسارتیں) 129
واقعہ حرہ 131
اموی دور کا واقعہ 134
خسف کا عبرتناک واقعہ 135
مصری حکمران الحاکم کی ناپاک جسارت 138
عیسائی دُنیا کے ادھورے خواب 140
محمد بن عبدالوہاب کا حملہ 144
باب پنجم ☆ (گستاخان رسول اور اُن کا انجام) 146
توہین رسالت کیا ہے؟ 148
قرآن حکیم کے مطابق سزا 150
احادیث مبارکہ کی روشنی میں سزا 153
اجماعِ امت اور قانون توہین رسالت 155
ادیانِ عالم کے قوانین 157
شاتم رسول کی توبہ کے احکام 159

عصماء بنت مروان کی گستاخیاں	164
ابورافع ملعون	166
ابن خطل کی بدبختی	169
اندلس میں تحریک شاتت رسول ﷺ	171
راج پال کا واقعہ	173
ایک ڈوگرہ فوجی کی غلیظ حرکت	177
رام گوپال کا واقعہ	181
شہیدان وفا	184
غازی عبدالقیوم شہید	185
غازی عبدالرشید شہید	188
غازی عبداللہ انصاری شہید	190
غازی محمد صدیق شہید	192
غازی امیر احمد، عبداللہ شہید	194
غازیان ناموس رسالت	196
غازی زاہد حسین	197
غازی فاروق احمد	198
باب ششم ☆(متشرقین کی گستاخیاں)	**200**
تحریک استشراق	202
تحریک استشراق کا آغاز	203
تحریک استشراق کی تاریخ	205
پہلا دور	205
دوسرا دور	209
تیسرا دور	211

چوتھا دور	215
پانچواں دور	218
چھٹا دور	221
سلمان رشدی ملعون	225
گستاخانہ خاکے (ایک منظّم سازش)	230
گستاخانہ خاکوں کے مقاصد	233
خاکوں کی اشاعت لحہ بہ لحہ	237
مسلم دنیا کا ردعمل	243
غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید	255
OIC کا کردار	259
غیر مسلموں کا دوغلا کردار	260
باب ھفتم ☆(منصب نبوت پر حملہ کرنے والے کذاب)	**269**
اسود عنسی	271
طلیحہ اسدی	274
سجاح بنت حارث	276
مسیلمہ کذاب	278
مرزا غلام احمد قادیانی	280
امت مسلمہ کی ذمہ داریاں	283
عالم اسلام کے لئے عملی تجاویز (Recomandations)	284

انتساب

۱۔ اس جذبے کے نام
جس کے باعث
عصمت رسول ﷺ پر
لاکھوں دل
پروانہ وار
قربان ہونے کے لئے مچل رہے ہیں۔

۲۔ ان جانوں کے نام
جو اس عظیم مشن کی تکمیل میں اپنی جان،
جانِ آفرین کے سپرد کر کے
شہادت کے منصب پر فائز ہوئیں

اور

اعدائے رسول ﷺ کے لئے
موت کے خوف کی علامت بن گئیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سید محمد ممتاز علی بخاری

دیباچہ

حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی باعث تخلیق کائنات ہے۔آپ ﷺ سے محبت وعقیدت ہر مسلمان کے رگ وریشے میں خون کی طرح گردش کرتی ہے۔ یہی محبت وعقیدت اصل ایمان ہے۔اسی لیے علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر بہ او نہ رسیدی، تمام بولہبی است

ایک مسلمان کا نبی آخر الزماں ﷺ سے ایک تعلق شعوری سطح پر ہے جو کہ اطاعت کا تعلق ہے جب کہ دوسرا تعلق جذباتی سطح پر ہے اور وہ ہے محبت کا تعلق! مسلمان چاہے عمل میں کتنا ہی کمزور اور تہی دامن کیوں نہ ہو، اس کا دل حضورؐ کے عشق کی لازوال دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی بد بخت کی طرف سے اس ذات اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کی جسارت ہوئی ، ہر مسلمان کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور کسی غازی علم الدین شہیدؒ نے آگے بڑھ کر شمع رسالت پر اپنی جان پروانہ وار نثار کردی۔

دشمنان اسلام مسلمانوں کے جذبہ ایمانی کا امتحان لینے اور ان کی غیرت ایمانی کو آزمانے کیلئے ہر دور میں شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کی ناپاک جسارت کرتے رہے ہیں اور شمع رسالت ﷺ کے پروانے ہر دور میں اس شمع پر جانیں نثار کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہے ہیں۔ یہ سلسلہ ظہور اسلام کے وقت سے تا حال جاری ہے۔ بقول اقبالؒ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولبی!

حال ہی میں بعض یورپی ممالک کے اخبارات میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت نے دنیا بھر کے مسلمانوں نے بیک زباں اس گھناؤنی سازش پر صدائے احتجاج بلند کی ہے۔لیکن احتجاج سے بھی بڑھ کر اس گستاخی کے مرتکب اہل مغرب کی بدبختی پر ماتم کرنے کا مقام ہے کہ جو محسن انسانیت ﷺ کے مقام ومرتبے سے نا آشنا ہونے کے باعث صرف مسلمانوں کو زچ

کرنے کیلئے ایسی حرکات کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ دنیا بھر کے مسلمانوں حکمرانوں دانشوروں، علماء ومبلغین اور سرکردہ لوگوں کیلئے فکر کا مقام ہے کہ امت محمدیہ نے نبی مہربان اور رحمت اللعلمین ﷺ کا پیغام اہل مغرب تک نہیں پہنچا اور وہ بے خبری، تعصب اور جہالت کے باعث ایسی حرکات کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

وہ آج کے گم کردہ راہ مسلمانوں کی حرکات کو ان کے نبی ﷺ کی تعلیمات کا نتیجہ سمجھ کر نبیؐ کے بارہ میں غلط رائے قائم کر بیٹھے ہیں۔ آج کی ملت اسلامیہ کے لئے اصل چیلنج یہی ہے کہ وہ تعلیمات نبویؐ اقوام عالم کے سامنے درست سیاق وسباق میں شرح وبسط سے پیش کریں تاکہ اتمام حجت ہو سکے۔

عزیزم سید محمد ممتاز علی بخاری نے تاریخ اسلام کی عرق ریزی کرتے ہوئے مختلف ادوار میں شان رسالت میں گستاخی کے مرتکب دنیا کے بدقسمت ترین افراد اور گروہوں کی تفصیل زیر نظر کتاب میں بیان کی ہے جو نبی مکرم ﷺ سے ان کی والہانہ عقیدت اور بے پایاں عشق کا اظہار ہے۔

مجھے پورا یقین ہے کہ کتاب کے زیور طبع سے آراستہ ہونے سے پہلے ہی یہ کاوش دربار رسالت مآب ﷺ میں قبولیت کا شرف پا چکی ہے کہ وہاں قبولیت کے لئے کسی جبہ ودستار، کسی علمی سند، کسی ادبی چاشنی یا کسی مرصع طباعت کی نہیں عشق اور اخلاص کی ضرورت ہوتی ہے۔ مصنف نے ایسے وقت میں جب وہ اپنی لڑکپن کے مرحلے سے گزر رہے ہیں اور جن کی ابھی تک میں بھی ٹھیک سے نہیں بھیگیں، اسی جذبہ عشق سے سرشار ہو کر زیر نظر کتاب لکھنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

عشق کی ایک جست نے کردیا قصہ تمام
اس زمین وآسماں کو بیکراں سمجھا تا میں

اللہ مصنف کا عشق سلامت رکھے کہ یہی اہل ایماں کی حقیقی دولت ہے۔

سید سلیم گردیزی
مظفرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

تقریظ

جوانوں کو پیروں کا استاد کر۔۔۔!

عزیز گرامی سید ممتاز علی بخاری کی شستہ و عرق ریز تحریر کو جستہ مقامات سے تاریخی مواد کے حوالے سے اور بعض اُصولی مسائل پر ہونے والی مباحث مثلاً گستاخ رسول کی توبہ یا احکامات کو ایک مختصر وقت میں دیکھا۔ یہ تحریر عزیز کی محنت، ذہانت اور علمی ذوق کی مظہر ہے اور بہت سے بکھرے ہوئے موتیوں کو یکجا کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ اس میں یہ پہلو خاص طور پر پیش نظر ہے کہ تاریخ کو عقیدے کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے اور مسلمانوں کو یہ پیغام دیا جائے کہ وہ اپنی تاریخ کو محض مرور ایام کے واقعات سمجھ کر نہ پڑھیں بلکہ تاریخ کے مرتب کرنے میں جو روح کارفرما تھی وہ تعظیم و تکریم رسالت اور آپ کے لائے پیغام کے ساتھ سچی وفاداری تھی جس نے ایک ایسی تاریخ کو جنم دیا جس کی مثال خود تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے اور اقبالؔ نے ایک جگہ اس کی ایک جھلک یوں دکھائی کہ

دشت تو دشت تھے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

دُنیا عیسائیت اور لبرل مسلمانوں کو مسلمانوں اور مشرقی رومیوں کی چھ ساڑھے چھ سو سال کی مسلسل محاذ آرائی اور بالآخر 654ھ میں سلطنت روما کا خاتمہ اسباب کے حوالے سے کبھی سمجھ نہیں آئے گا اگر وہ دومۃ الجندل کے روی گورنر کی جانب سے رسول اللہ کے نامہ گرامی کی گستاخی اور پھر سفیر کا قتل نظر انداز کر دیں۔ دراصل یہ ہی چنگاری (گستاخی رسول مقاصد رسول) تھی جو مسلمانوں کے سینوں کو شعلہ جوالہ بنا گئی اور رومیوں کا سر کچلنے تک سرد

نہیں ہوئی۔اس لئے اسلام کی تاریخ کو محض تاریخ نہ سمجھا جائے تو پھر مسلمان کی تگ وتاز در جہان اور روشن ہو جاتی ہے۔عزیزم ممتاز علی بخاری نے یہ پہلو خاص طور پر اسلاف اور اخلاف کے حوالے سے کامیابی سے اجاگر کیا ہے۔''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ'' اور اس کا سب سے مثبت پہلو یہ ہے کہ مصنف کے دل میں عشق رسول ﷺ کا موجزن سمندر صفحۂ قرطاس پر رواں نظر آتا ہے اور قاری کو بھی ایک خاص کیفیت سے دو چار کر دیتا ہے۔عزیز کی یہ پہلی کاوش اس کے بطور مؤلف، مصنف، مورخ، تابناک مستقبل کی عکاس ہے۔اس کتاب کو جستہ مقامات سے پڑھ کر پہلا تحریر شدہ فقرہ بے ساختہ میرے قلم سے جو ٹپکا'' کہ انشاء اللہ آنے والی نسل ان معاملات میں ہماری اُستاد ثابت ہوگی'' میں آخر میں عزیز محترم سید ممتاز علی بخاری اُن کے والد گرامی میرے عزیز ترین دوست اور بھائی سید منیر احمد بخاری صاحب کا ممنون ہوں کہ اُنہوں نے مجھ ناچیز سے چار حروف لکھوا کر اس تحریر کو معتبر بنانے کے قابل سمجھا۔یہ اُن کا حسن زن ہے ورنہ من انم کہ من دانم

سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل
بانی و ناظم اعلیٰ جامعہ مدینۃ العلم رانا ٹاؤن
زونل خطیب اوقاف پنجاب

تقریظ

سیرت کا موضوع گلشن سدابہار کی طرح ہے جس سے میں پھول کی رنگینی وشادابی دامان نگاہ کو بھر دینے والی ہے۔ یہ گل چین کا اپنا ذوق انتخاب ہے کہ وہ کس پھول کو چنتا ہے اور کس کو چھوڑتا ہے۔ سیرت النبی کے موضوع پر نئی تحقیق قوس وقزح کے ہر رنگ کو سمیٹتی اور نکھارتی نظر آتی ہے۔ سیرت طیبہ کا موضوع اتنا متنوع ہے کہ ہر انسان نہ صرف مسلمان جو قلم اٹھانے کی سکت رکھتا ہو اس موضوع پر حسب استطاعت لکھتا ہے اور لکھنا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ ہر قلم کار اس موضوع کو ایک نیا اسلوب دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت قوت ایمانی کا ایسا سرچشمہ ہے جس کی بدولت امت کا ہر فرد اور پوری انسانیت بالعموم نور ایمانی حاصل کر سکتی ہے۔

سیرت نبوی انتہائی پاکیزہ اور بلند پایہ موضوع ہے اس سے ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ دین کن کن مراحل سے گزرا۔ ہمارے پیغمبر اور صحابہؓ پر کیا بیتی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیسی کیسی نسبی وخاندانی شرافت بخشی اور اس طرح وحی ورسالت اور دعوت دین کے لئے منتخب فرمایا۔ پھر آپ نے اس راہ میں کیا کیا مشقتیں جھیلیں، کیسے کیسے مصائب برداشت کیے اور بالآخر کس کس طرح کے انعامات سے نوازے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے پردہ غیب سے برکات نازل فرما کر، معجزات ظاہر کر کے کس کس طرح آپ کی نصرت وتائید فرمائی۔ ممتاز علی بخاری آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی میں جیالوجی میں زیر تعلیم ہے اور یونیورسٹی کی لٹریری سوسائٹی کا صدر بھی ہے، اس نے ''عصمت رسول ﷺ پر حملے'' ایک بنیادی مسئلہ پر کتاب لکھی۔

ہمیں قرطبہ کی صدائیں بلا رہی ہیں، ہمیں اسپین کی تنہائی کھینچ رہی ہے، ہمیں بوسنیا کی ویرانی کچھ کہہ رہی ہے، ہمیں افغان کی بے بسی تڑپا رہی ہے، ہمیں ایران و بغداد اور کویت اپنا مرکزی قطعہ نوحہ پر نوحہ سنا رہا ہے کہ قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ ساز عامل

کی تلاش کی جائے تو اس میں سرفہرست تعلیم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان اپنا خلیفہ اور نمائندہ مقرر کرنے کے لیے سب سے پہلے جس چیز سے آراستہ کیا وہ علم تھا اور اپنے تمام انبیاء کو جو کام سونپا اس میں تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ نفس کو مرکزیت حاصل ہے۔ دوسری اقوام کی تاریخ میں بھی تعلیم کی یہ مرکزی حیثیت نمایاں نظر آتی ہے۔ مغرب کے دور جدید کا آغاز علمی نشاۃ ثانیہ سے ہوا۔ ہر خطہ زمین میں تمام اہم تہذیبی اور فنی ادوار و مراحل کی پشت پر ہمیں ایک نہ ایک علمی تحریک نظر آتی ہے۔

عزیزی ممتاز علی بخاری مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے متعصب مشرکوں، ملحدوں، ضآلین اور مغضوبین کے گٹھ جوڑ سے عصمت رسول ﷺ کے خلاف ہونے والی قدیم وجدید سازشوں کو بے نقاب کرنے کی حسین سعی فرمائی ہے۔ اتنی کم عمر میں اس عظیم موضوع پر سیر حاصل کرنے پر میں انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس کتاب میں عظمت وشان رسالتؐ کے بارے میں فاضل مصنف نے جو گرانقدر مواد یکجا کیا ہے اس کا مطالعہ علم ودانش کے خوشہ چینوں کے لیے معارف وبصائر کے خزینے مہیا کرنے کے علاوہ فروغ عشق رسول کی زوردار تحریک کا موجب بھی بن سکتا ہے۔

حق تو یہ ہے کہ اس عظیم الشان موضوع پر کتاب کی تقریظ میرے لیے اعزاز کا باعث ہے میری دعا ہے کہ اللہ کریم فاضل مصنف کی یہ مساعی اپنی بارہ گاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو اپنی جان ومال، عزت وآبرو اپنے آقا نبی ﷺ کے ناموس پر قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پروفیسر ڈاکٹر حبیب الرحمن
وائس چانسلر یونیورسٹی آف آزاد جموں وکشمیر

تقریظ

الحمد للہ رب العا لمین و الصلو ۃ و السلام علی محمد المبعو ث رحمۃ العا لمین ۔

عالم انسانیت پر جب ذلت ،پستی اور ضلالت کی گھٹا ئیں چھا گئیں ۔انسان جب فسق ومعصیت کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھاتے کھاتے بے بس ہوگیا اور جب شر وفسا د اپنے درجہ کمال کو پہنچا تو رب کا ئنات نے گم کردہ راہ بندوں کو ہدایت وراہنمائی کے لیے ختم المرتبت سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کو پیدا فرمایا۔عزیزی ممتاز علی بخاری مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس پر اشوب دور میں اہم ترین موضوع عصمت رسول ﷺ پر قلم اٹھایا۔

میرا قلم تو امانت ہے میرے لوگوں کی
میرا قلم تو عدالت ہے میرے ضمیر کی

آج مادیت کا دور ہے آج کے انسان کو دولت اور اللہ تعالیٰ میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑے تو وہ دولت کا انتخاب کرے گا بقول اقبال

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت

آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بد نصیبی کا ثبوت ہے آج کا نام نہاد مسلمان فرعون کی پسند کرتا ہے اور عاقبت موسیٰ کی بد قسمت ہے وہ انسان آسائشوں کا گرفتار نمائشوں کا پرستار، آرائشوں کا پجاری الائشوں کی بیماری میں کراہ رہا ہے۔اس کا دل بجھ چکا ہے لیکن اس کے مکان میں قمقمے روشن ہیں ۔ وہ لذت وجود کی لعنت میں گرفتار ہے اسے کسی بڑے مقصد سے تعارف نہیں وہ صرف سنچریاں ہی بنا تا ہے اور پھر کلین بولڈ ہو جا تا ہے۔

آج کا انسان اس مادی ترقی کو مدطاتے حیات سمجھ رہا ہے آسمانوں کی راہ ڈھو نڈنے والا دل کی دنیا ویران کر چکا ہے۔ مقصد حیات سے بے خبر ہے خوش نصیبی کے مفہوم سے ناآشنا ہے۔ خوش نصیبی کسی شے کا نام نہیں، سماجی مرتبے کا نام نہیں، بنک بیلنس کا نام نہیں ۔خوش نصیب ممتاز علی بخاری ہے اس نے عصمت رسول ﷺ پر قلم اٹھایا ہے یہ کام گہرے ایمان و محبت اور والہانہ جذبہ فنا وفدائیت کا نتیجہ ہے اور یہ احساس ہی کامیابی اور خوش نصیبی کا معیار ہے اور اگر یہ احساس نہ ہو تو ناکامی مقدر بن جاتی ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت کے بغیر ہمارا دین مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔

از رسالت در جہاں تکوین ما
از رسالت دین ما ، آئین ما

رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور اطاعت میں ہی کامیابی کا راز ہے اس کو آپ ﷺ نے کتنے خوبصورت الفاظ میں ارشاد فرمایا

”کل استی یدخلو ن الجنۃ الا من ابیٰ قیل و من ابی یا رسول اللہ قال من اطا عنی دخل الجنۃ و من عصا نی فقد ابی“

دنیا میں رسالت ہی سے ہماری مسلمانی کی پہچان ہے اور رسالت ہی سے ہمارا دین اور آئین قائم و دائم ہے۔ اگر ہم دنیا میں عزت و سربلندی کے خواہاں ہیں تو اس کا طریق کار صرف یہی ہے۔

پروفیسر اکرام الرشید
آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی مظفر آباد

تقریظ

عاشقانِ او زِخوباں خوب تر
خوش ترو زیبا ترو محبوب تر
(اقبال)

عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مشک عنبر بار ہے کہ
''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ بعطار گوئید''

عشقِ نبی ﷺ کے چراغ کی ضوفشانی ہر قلبِ تاریک کو منور کر کے اس گلستاں میں حُبِ رسول ﷺ کے گلوں کی مہکار سے چہار دانگِ عالم کو مشک بار کرنے کا نصب العین حاصل کرنے کا موجب بنتی ہے۔ اس کے ثمر کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ

مغز قرآں ، جانِ ایماں ، روح دیں
ہست حُبِ رحمۃ للعلمین
(اقبال)

سر تاج الاولیاء سیّد جلال الدین حسین بخاری المعروف حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو اشراف مدینہ نے ''سیّد'' ہونے کا ثبوت طلب فرمایا۔ روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا۔ تو جواب سے سرفراز ہوئے۔ **وعلیکم السلام یا ولدی قرۃ عینی و سراج کل امتی انت منی** ۔اشراف مدینہ مضطرب ہوئے کہ ہمیں جواب کیوں نہ مل سکا؟ حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ کے الفاظ تاریخ کی پیشانی کا جھومر ہیں کہ جب آپ نے سلام پیش کیا تو سرکار دو عالم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے اور ہم نے توقف کر کے فارغ ہونے کا انتظار کیا۔ بعدازیں جب سلام پیش کیا تو جواب سے سرفراز ہوئے۔ انوار شاہ ولایت ص 311-312

سرکار مخدوم جہانیاں جہانگشت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شرف نسلاً بعد نسلٍ بالترتیب سید ناصر الدین محمود بخاری، سید علی علاؤ الدین بخاری، سید فخر الدین بخاری، سید حاجی محمد مراد

بخاری (کرٹری ضلع بارہ مولا کشمیر)، سید ابو سعید بخاری، سید میر عبدالعزیز بخاری، سید شریف اللہ بخاری، سید محمد قاسم بخاری، سید محمد زاہد بخاری، سید محمد اکرم بخاری، سید رسول شاہ بخاری، سید گل شاہ بخاری، سید حسن شاہ بخاری، سید محمد شاہ بخاری، سید عبدالغنی شاہ بخاری، سید حمید اللہ شاہ بخاری، سید منیر احمد بخاری سے ہوتا ہوا سید محمد ممتاز علی بخاری تک منتقل ہوا۔

آزاد جموں و کشمیر کا خطہ جبی سیّداں جس کی سابق ریاست پونچھ (موجودہ ضلع پونچھ راولاکوٹ، سدھنتی، باغ، حویلی اور مقبوضہ پونچھ) میں اہمیت مسلمہ ہے۔ خانوادۂ سادات بخاریہ پر مشتمل یہ گاؤں اپنی علمی، مذہبی اور روحانی روایات کے سبب سابق ریاست پونچھ میں اپنی مثال آپ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ریاست کے چہار طبقات میں سے راجگان کی عمل داری خواجگان کی تجارت ارر چوہدری (گوجر برادری) کی خدمت گزاری اور سادات کی سیادت اور تعلیم و تعلم ضرب المثل کا درجہ رکھتی ہے۔

تہذیبوں کے ٹکراؤ میں ہر نئی آنے والی تہذیب اپنا زور بہ تمام وکمال وہاں صرف کرتی ہے جہاں رائج الوقت تہذیب کے قدم زیادہ مضبوطی سے قائم ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دینی و مذہبی تعلیم کے اس مرکز جبی سیّداں اور اسی سے منسلک موضع سولی میں جب جدید تعلیم کا آغاز ہوا تو شہر پونچھ کے بعد راجگان کے مرکز دھڑہ راجگان (پلنگی) اور سادات کے مرکز جبی سیّداں کے دامن میں سولی کے مقام پر ابتدائی سکول قائم کئے گئے۔ اور خواجہ حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بعد ازیں سیّد محمد سعید بخاری ڈائریکٹر امور دینیہ نے علوم جدید کو اس خطہ میں عام کیا۔ لیکن اپنے مخصوص تعلیمی پس منظر کے باعث پلنگی کی نسبت جبی سولی نے تعلیم و تعلم میں نمایاں نام اور مقام پیدا کیا۔ سابق وزیر اعظم آزاد کشمیر راجہ ممتاز حسین راٹھور مرحوم سے لے کر سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف آزاد جموں کشمیر اور موجودہ چیف الیکشن کمشنر آزاد جموں کشمیر جناب جسٹس خواجہ محمد سعید تک متعدد نامور ہستیوں نے اس مرکز علم سے مستفیض ہو کر تاریخ پر اپنے نشانات ثبت کئے۔ سابق کرنل محمد رشید نے اپنی تصنیف Mirrcal of Jabi & Soli میں اس ساری صورتحال اور خصوصاً اپنے

استاذی المکرّم سید صدر الدین بخاری کا تذکرہ بڑی شرح وبسط کے ساتھ کیا۔

معروف مورخ محمد دین فوق نے ''تاریخ اقوام پونچھ'' میں جبی سیّداں کی متعدد روحانی، مذہبی اور علمی شخصیات کا تعارف تحریر فرمایا ہے لیکن ان سب کا طرۂ امتیاز سرکار دوعالم احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے عشق ومحبت رہا ہے۔

عزیزی سیّد محمد ممتاز علی بخاری سلّمہٗ کو عشقِ رسول ﷺ کی یہ دولت اپنے جد بزرگوار، معروف عاشقِ رسول، کامل ولی دوراں محترم المقام سیّد حمید اللہ شاہ بخاری مرحوم و مغفور کی صحبت سے میسّر آئی۔ موصوف ہنوز دور طالب علمی میں ہیں۔ سیّد سلیم گردیزی نے حقیقت حال ہی بیان فرمائی ہے کہ ''ایسے وقت میں جب وہ اپنے لڑکپن کے مرحلے سے گزر رہے ہیں اور جن کی ابھی تک مسیں بھی ٹھیک سے نہیں بھیگیں''۔ عملی سائنس (Applied Sciences) کا طالب علم ہونے کے باوصف سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے مختلف النوع کاوشیں کرنا عزیزی موصوف کے اسی جذبۂ عشق کا اظہار ہیں۔ اس سلسلہ میں ''تعمیر سیرت یوتھ سوسائٹی'' کا قیام اور مختلف بین الکلیاتی اور بین الجامعاتی تقاریب میں سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر تقریری، مضمون نگاری اور کوئز مقابلہ جات میں متعدد انعامات واسناد کا حصول خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

علاوہ بریں موصوف گزشتہ سال یونیورسٹی آف آزاد جموں کشمیر مظفر آباد کی ''سیرت سوسائٹی'' سے وابستہ تھے جبکہ امسال یونیورسٹی کی لٹریری سوسائٹی کی صدارت کے فرائض بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔

اس پس منظر میں جب شاتت واہانت رسول ﷺ کی ناپاک جسارتوں نے آزادئ اظہار کے نام پر گستاخانہ خاکوں کی تحریک کی صورت اختیار کی تو عزیزی موصوف کے محبتِ رسول ﷺ سے لبریز دل پر ایک کاری ضرب لگی۔ جس سے بے تاب ہوکر موصوف نے ایک وسیع تحقیقی کاوش سپرد قلم وقرطاس کی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

کتاب کی ترتیب وتدوین، الفاظ کی دروبست اوراس کے بین السطور میں پوشیدہ عقیدت وعشقِ رسالت ﷺ کی خوشبو انشاء اللہ العزیز قاری کے عقیدہ وایمان کو معتبر کرے گی۔راقم کی دانست میں یہ شرف قبولیت کی ایک علامت ہے۔

ایں سعادت بزوز بازو نیست   تانہ بخشد خدائے بخشندہ

راقم عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر حبیب الرحمان وائس چانسلر یونیورسٹی آف آزاد جموں کشمیر مظفر آباد، جناب پروفیسر اکرام الرشید یونیورسٹی آف آزاد جموں کشمیر مظفر آباد، معروف مصنف برادر مکرم سیّد سلیم گردیزی، محترم المقام حضرت علامہ مفتی سیّد غلام مصطفیٰ بخاری عقیل بانی وناظم اعلیٰ جامعہ مدینۃ العلم رانا ٹاؤن لاہور کا تہہ دل سے سپاس گزار ہے جنہوں نے اپنے زرّیں الفاظ سے اس کتاب کی اہمیت کو اُجاگر بلکہ دوبالا فرمایا۔اور برادر خواجہ غلام یاسین غزنوی میڈیکل سٹور کالا موالا ضلع حویلی اور محترم المقام برادر مکرم نجابت علی تارڑ صاحب منتظم اعلیٰ زاویہ پبلشرز داتا دربار مارکیٹ لاہور، کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں خصوصی شکریے کے مستحق ہیں جن کی معاونت سے یہ کاوش اس خوبصورت پیرایہ میں منظرِ عام پر آئی۔

اللہ رب العالمین فاضل مصنف سیّد محمد ممتاز علی بخاری کے علم وعمل اور جذبۂ عشقِ رسول ﷺ میں دن دُگنی رات چوگنی ترقی، استقامت، درازی عمر اور تعلیم وتربیت میں فروغ عطا فرمائے اور اس طرح کی سعادتوں سے اس کے دامن کو مالا مال فرما کر دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سیّد المرسلین

طالب شفاعت محمدی بروز حشر

سیّد منیر احمد بخاری

ایم اے ایم ایڈ

مقدمہ

حضرت محمد ﷺ کے زمانے تک یہ طریقہ رائج تھا کہ مختلف انسانی گروہ اور قومیں اپنے اپنے نبیوں اور بانیان مذاہب کو مانتے تھے۔ مثلاً یہودیوں کے لئے صرف بنی اسرائیل کے انبیاء کو ماننا ضروری تھا۔ عیسائی فقط حضرت عیسیٰ ابن مریم کو مان کر خدا کی بادشاہت کے حقدار ہو جاتے ہیں۔ ہندو سری کرشن، رام چندر جی اور اپنے اوتاروں کے علاوہ کسی دوسری شخصیت پر ایمان رکھنے کے پابند ہیں۔ آتش پرست زرتشت کے علاوہ کسی دوسری شخصیت کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن مسلمانوں کے لئے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کی طرح انبیائے ماسبق پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

گزشتہ چند صدیوں کے دوران مذہبی دل آزادی اور نبی ﷺ کی اہانت کے نقطہ نظر سے لکھی اور طبع ہونے والی کتب، رسائل وجرائد اور اخبارات میں چھاپے جانے والے خاکے، کارٹون اور اس نوعیت کے پے در پے واقعات کا ناقدانہ جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسیحی مورخین، اہل ہنود اور یہودی مصنفین کی جانب سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات اور اُن کے مقدس تاریخی ورثے کا مضحکہ اُڑانا تو ایک مستقل روایت بن چکی ہے۔ تاہم چند مذہب بیزار، کرائے دار اور نام نہاد مسلمان بھی اس سلسلہ میں اُن کی معاونت پر کمر بستہ نظر آنے لگے۔ مختصر وقفوں کے بعد کوئی نہ کوئی تنگ نظر اور گستاخ اہل قلم پیغمبر اسلام کی شان میں یاوہ گوئی، دریدہ ذہنی اور تاریخی حقائق میں تحریف وتغیّر کی جسارت بے جا کا مرتکب ہوتا رہتا ہے جس سے دُنیائے اسلام میں غم اور اضطراب کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور مسلمانوں کی عقیدت ومحبت کے نازک آبگینوں کو سخت ٹھیس پہنچتی ہے۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ معاندین اسلام کی جانب سے یہ ناشائستہ اور مبالغہ آمیز تحریریں، کیا گیا تو محسوس ہوا کہ یہ کوئی اچانک یا فوری کاروائی نہیں بلکہ ایک منظّم اور مربوط تحریک کا

تسلسل ہے۔ بقول اقبال

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

زیر نظر کتاب میں ذاتِ رسالت مآب ﷺ اور منصب نبوت ورسالت پر حملوں کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

کتاب کے پہلے باب میں آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے قبل آپ کے آباؤ واجداد کی اُن آزمائشوں کا جائزہ کیا گیا ہے جن سے عموی طور پر زندہ بچنے کے امکانات کم سے کم ہوتے ہیں۔ کتاب کے دوسرے باب میں نبی اکرم ﷺ پر آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں کئے جانے والے اُن حملوں کا تذکرہ ہے جن کے ذریعے شمع رسالتِ کوگل کرنے کی ناکام کوششیں کی گئیں اور جو اس ارشادِ خداوندی کی صداقت وحقانیت کے مصداق بن گئے۔

وَ اللّٰهُ يَعصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ لوگوں (کے شر) سے آپ کی حفاظت کرے گا۔

القرآن (67:5)

تیسرے باب میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے وصال مبارک اور سفرِ آخرت کا تذکرہ ہے بقول اقبال

ہے یہ شام زندگی ، صبح دوام زندگی

چوتھے باب میں ان فتنوں کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے جن کے دوران روضہ رسول ﷺ کو نشانہ بنانے کی ناتمام کاوشیں کی گئی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے عصمت رسول ﷺ کی حفاظت کے وعدہ کے باعث خائب وخاسر رہی۔ پانچویں باب میں گستاخان رسول اور

ان کے انجام پر تحقیق کی گئی ہے۔اس سلسلہ کا آغاز ایک اصولی بحث سے کیا گیا ہے۔جس میں توہین رسالت کی حقیقت ،قانون توہین رسالت ۔۔۔قرآن حکیم ،احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے مطابق کیا ہے۔ مذاہب عالم کی روشنی میں اس قانون کا جائزہ لے کر شاتم رسول کی توبہ کے احکام پر روشنی ڈالنے کے بعد گستاخان رسول کے واقعات اوران کے انجام پر مختصراً بحث شامل ہے۔

اس کے ذیل میں ان شہیدان وفا کا تذکرہ نگینہ کی طرح سجا ہوا ہے جنہوں نے اپنی جان اس مشن کی خاطر جان آفرین کے سپرد کردی۔ اور وہ بھی جنہوں نے بنا جان کی قربانی کے،اس مقصد کو پورا کیا۔

باب ششم میں ''تحریک استشراق''،اس کے اغراض ومقاصد،مختلف ادوار اور موجودہ گستاخانہ خاکوں کی تحریک کا مکمل پس منظر بیان کرنے کے بعد ان خاکوں کی اشاعت اوراس پر ردعمل بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ ساتواں باب ''جھوٹے مدعیان نبوت'' کے بیان سے متعلقہ جنہوں نے دنیاوی اغراض ومقاصد کے لئے منصب رسالت پر نقب زنی کی کوشش کی اور ہمیشہ کے لئے ذلت ورسوائی کو گلے لگالیا۔

عملی سائنس (Applied Science) کا ایک طالب علم ہونے کے باوصف عشق رسول ﷺ کے اس عظیم موضوع پر قلم اٹھانے کی سمت میرے دادا جان سید حمید اللہ شاہ بخاری مرحوم ومغفور کی ان شفقتوں کا شاخسانہ ہے جنہیں ان کی زندگی کی آخری شام تک مجھے سمیٹنے میں کبھی کسی دوسرے کی موجودگی مانع نہیں ہوئی اور جن کے عشق رسول ﷺ کو ان کے ماننے والے سارے لوگ بخوبی جانتے ہیں۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے شیخ کامل قاری صوفی سید زین العابدین بخاری

نقیبی کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ممنون احسان ہوں جنہوں نے جذبہ عشق کو میرے دل میں موجزن کرنے میں اپنا کردار بطریق احسن ادا فرمایا۔

مواد کی فراہمی اور کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں اپنے والد گرامی ''منیر احمد بخاری'' کی ذاتی لائبریری اوران کی علمی وادبی سرپرستی، حوصلہ افزائی اور شفقتوں کا تذکرہ نہ کرنا کفران نعمت سمجھتا ہوں۔ جن کی پہلی تصنیف ''کشمیر حقائق کے آئینے میں'' کی اشاعت سے اس دشت کی صحرانوردی کے میرے شوق کو مہمیز ملی۔ کتاب کی تیاری میں مجھے ربیعہ فاطمہ بخاری کے ایم اے ماس کمیونیکیشن کے تھیسز سے بہت معاونت ملی جس کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں وہ کم ہے۔

یہاں میں اپنے ماموں سید احمد سعید بخاری شہید کا تذکرہ نہایت ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے بنک کی مصروفیات کے باوجود ایم اے انگلش، ایم بی اے اور آئی، بے پی کی ڈگریاں اعزاز سے حاصل کر کے ہمارے لئے نہ صرف تعلیم کے میدان میں نشان منزل بنے بلکہ اس کاوش کی ابتدائی تحریک بھی انہی کی مشاورت کی مرہون منت ہے جو 8 اکتوبر 2005ء کو نیشنل بنک آف پاکستان مین برانچ مظفر آباد میں فرائض منصبی ادا کرتے ہوئے شہادت کے منصب پر فائز ہوگئے۔

اس کتاب کا ابتدائی خاکہ 2005ء میں بنایا گیا تھا لیکن عملاً یہ کاوش 2008ء کی گرمائی تعطیلات کے دوران ہی آغاز سے اختتام تک ریکارڈ کم دورانیے میں سپردقلم وقرطاس کی گئی۔

کتاب کی کمپوزنگ کے سلسلے میں معاونت محمد ارشد پروگرامر ڈائریکٹریٹ آف سٹوڈنٹس افیئرز نے شب وروز کی محنت سے کی۔ کتاب کا سرورق تیار کرنے کے لئے کی گئی اپنے ماموں سجاد بخاری رضا کی محنت بھی میرے لئے ایک نیک بختی ہے۔ میں اس کتاب کی

کبھی تکمیل نہ کر پاتا اگر مجھے اپنے گھر والوں کی حوصلہ افزائی نہ ملتی اور خصوصاً یہاں میں اپنی امی کی دعاؤں کے باعث اس مقام تک پہنچا ہوں۔

کتاب کے سلسلے میں میں اپنے دوستوں وسیم بخاری، حامد بخاری، ذیشان بخاری ،نوید الحسن ،نوید آزاد، منصور بخاری، تمیم بخاری اور نواز اکرام اور ہومیو پیتھک ڈاکٹر خواجہ غلام یاسین غزنوی میڈیکل ہال کالا مولا ضلع حویلی کے عملی تعاون پر ان کا ممنون احسان ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ رب اللعالمین میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور روز محشر شافع یوم النشور ﷺ کی شفاعت کا باعث بنائے۔

آمین!

سید محمد ممتاز علی بخاری

صدر

جموں و کشمیر لٹریری سوسائٹی

یونیورسٹی آف آزاد جموں و کشمیر

باب اوّل

آبائے رسول ﷺ کی جان لیوا آزمائشیں

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ

(البقرہ:124)

ترجمہ: اور جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو انہوں نے پورا کر دیا۔ (رب نے) فرمایا "میں تجھے لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں"۔ انہوں نے عرض کی "اور میری اولاد میں سے؟" فرمایا "میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام آتش نمرود میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو بہتیرا سمجھاتے کہ ان بے بس اور بے اختیار بتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ وہی عبادت کے لائق ہے لیکن آپ علیہ السلام کی باتیں ان کی سمجھ سے بالاتر تھیں وہ انہیں سمجھ نہ سکے اور اپنی ضد پر اڑے رہے۔

آپ علیہ السلام نے اُن بتوں کی بے بسی آشکار کرنے کے لئے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا جس نے اُن سب کی آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیا۔ ایک دفعہ اُن کا قومی جشن تھا۔ بڑے صنم کدہ کو بڑی شان وشوکت سے سجایا گیا تھا۔ چھوٹے بڑے بتوں کے سامنے لذیذ اور تازہ مٹھائیوں کے تھال بھر کر رکھ دیئے گئے تھے۔ ساری قوم دادِ عیش دینے کیلئے شہر سے باہر کُھلے میدان میں جمع ہوگئی۔ بُت کدہ اپنے پجاریوں اور پروہتوں سے خالی ہوگیا۔

توحید الٰہی کے سب سے بڑے علمبردار ہر قسم کے خوف وہراس سے اپنے دل کو پاک کر کے اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید پر بھروسہ کئے ہوئے بُتوں کی خُدائی کا جنازہ نکالنے اور اُن پر ضربِ کاری لگانے کے لئے بت کدہ میں داخل ہوئے۔ ایک وزنی ہتھوڑا اُن کے ہاتھ میں تھا۔ اُن جھوٹے خداؤں پر حقارت بھری نظر ڈالتے ہوئے کسی کا کان، کسی کی ناک، کسی کا بازو اور کسی کی ٹانگ کاٹ دی۔ آخر میں اُن کے سامنے رکھی ہوئی مٹھائیوں کے تھال اُٹھا کر بڑے بُت کے سامنے رکھ دیئے اور کلہاڑا اُس کے کندھے پر سجا دیا۔ اپنا کام مکمل کرنے کے بعد واپس تشریف لے گئے اور اپنی قوم کے ردِعمل کا سامنا کرنے کے لئے اُن کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ شام کو جب بُت کدے کے خادم اور پروہت واپس آئے اور بت کدے میں داخل ہوئے تو اپنے بُتوں کی یہ حالت دیکھ کر اُن پر سکتہ کا عالم طاری ہوگیا۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح چشم زدن میں سارے شہر میں پھیل گئی اور ایک حشر برپا ہوگیا۔

اپنے خُداؤں کی یہ درگت دیکھ کر وہ حواس باختہ ہو گئے۔ مُجرم کی تلاش شروع ہو گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نظریات سے کون واقف نہ تھا؟ چنانچہ فوراً سب کے ذہن اُن کی طرف منتقل ہو گئے۔ کہنے لگے: ''ہم نے ایک جوان کے بارے میں سُنا ہے کہ وہ ہمارے بتوں کا بڑی حقارت سے ذکر کرتا رہتا ہے۔ اُن کی بُرائیاں پیش کرتا رہتا ہے۔ اُس کا نام ابراہیم (علیہ السلام) ہے۔''

نمرود اور اس کے کارندوں کو بھی اس حادثے کی خبر مل گئی چنانچہ شاہی فرمان جاری ہوا۔ ''سب کے روبرو اسے پکڑ کر لاؤ شاید وہ اس کے متعلق کوئی شہادت دیں۔''

آپ علیہ السلام کو پکڑ کر لایا گیا اور پوچھا گیا: ''اے ابراھیم (علیہ السلام)! کیا ہمارے خُداؤں کے ساتھ یہ حرکت تُو نے کی ہے۔''

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اے عقل کے اندھو! مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ کیا تم دیکھتے نہیں کہ سارے مٹھائی کے تھال بڑے بت نے اُن کے سامنے سے اُٹھا کر اُن پر خود قبضہ کر لیا ہے؟ کلہاڑا، آلۂ جُرم اُس کے کندھے پر ابھی بھی موجود ہے اُسی نے ان کی یہ درگت بنائی ہو گی۔ مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ اس سے پوچھو۔ اگر وہ اس حقیقت سے پردہ اُٹھا سکتا ہے تو اُٹھا دے گا۔''

کچھ دیر سب دم بخود ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے اور آخر کار یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ بُتوں کے اندر کوئی طاقت نہیں اور بولے: ''اے ابراہیم (علیہ السلام)! آپ جانتے ہیں کہ یہ بول نہیں سکتے۔''

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اگر یہ بول نہیں سکتے۔ اپنے منہ پر سے مکھی تک اُڑا نہیں سکتے تو یہ خُدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ تمھاری مدد کیسے کر سکتے ہیں حالانکہ یہ اپنی مدد نہ کر سکے۔''

جب لوگ آپ علیہ السلام کی دلیلوں سے متاثر ہونے لگے تو نمرود کو اپنی

بادشاہت خطرے میں محسوس ہوئی۔ اُس نے فوراً آتش کدہ بڑھکانے کا حکم دیا۔ حکمِ شاہی کی فوراً تعمیل کی گئی۔ کئی دن تک اُسے جلایا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشکیں کس دیں گئیں۔ آپ علیہ السلام کو منجنیق میں باندھ کر آتش کدے میں پھینکنے کے منصوبے کو آخری شکل دی جانے لگی۔ عالمِ بالا میں شور مچ گیا فرشتوں نے عرض کی: ''الٰہی! اے قادرِ مطلق! کیا تیرے اس بندے کو یوں بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر کر دیا جائے گا؟ کیا توحید کا یہ چراغ بھی گُل ہو جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ کے اذن سے جبرائیل علیہ السلام بارگاہ خلیل علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور اپنی خدمات پیش کی اس پر آپ علیہ السلام نے بڑی نیاز مندی سے جواب دیا:

''مجھے تمہاری امداد کی ضرورت نہیں''

انہوں نے عرض کیا: ''اپنے رب سے دُعا ہی مانگو''

فرمایا: ''جب وہ میرے حالات کو جانتا ہے تو پھر سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟''

اقبال نے اس واقعے کی یوں منظر نگاری کی ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی

جب آپ علیہ السلام کو آتش کدہ میں پھینکا گیا تو آپ وہاں آگ کے سُرخ انگاروں میں نہیں تھے بلکہ گلاب کے ڈھیروں میں تھے۔ اتنے بڑے معجزے کو دیکھنے کے باوجود نمرود ایمان نہ لایا بلکہ اُس نے آپ علیہ السلام کی اذیت رسانی میں اضافہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک حقیر مچھر کے ذریعے ہلاک کر دیا۔

(۱) ضیاء النبی از محمد کرم شاہ الازہری۔ جلد اول ص 380-278

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی

ایک رات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ اے ابراہیم (علیہ السلام)! اُٹھ اور قربانی کر۔ آپ علیہ السلام خواب سے بیدار ہو گئے۔ صبح دوسو اونٹ ذبح کیے لیکن اسی طرح تین راتوں تک خواب آتا رہا اور آپ علیہ السلام اونٹ ذبح کرتے رہے۔ یہاں تک کہ چوتھی رات کو خواب میں حکم ہوا کہ اپنے فرزند اسماعیل (علیہ السلام) کی قربانی کر۔ صبح آپ علیہ السلام جاگے اور ہاجرہ علیہا السلام سے کہا کہ اسماعیل (علیہ السلام) کے سر کو کنگھی کر کے اُس کے بال مشک وغیرہ سے خوشبودار کر دو، سُرمہ آنکھوں میں لگا کر پاکیزہ کپڑے پہنا دو۔ یہ میرے ساتھ دعوت میں جائے گا۔ تب ہاجرہ علیہا السلام نے اُن کو نہلا دھلا کر تیار کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام چُھری اور رسی ہاجرہ علیہا السلام سے چھپا کر لائے اور اسماعیل علیہ السلام کو لے کر چل دیئے۔

اُس وقت شیطان لعین حضرت ہاجری علیہ السلام سے بولا: ''تمہارا اسماعیل (علیہ السلام) کہاں ہے؟''

آپ علیہا السلام نے فرمایا: ''باپ کے ساتھ ضیافت میں گیا ہے۔''

ابلیس نے کہا: ''افسوس! اُس کا باپ اُسے ذبح کرنے لے گیا ہے''

آپ علیہا السلام نے فرمایا: ''معاذ اللہ! تم نے کبھی سُنا ہے کہ کسی باپ نے اپنے بیٹے کو بے گناہ مارا ہو۔''

ابلیس بولا: ''اُس کو اُس کے خدا نے خواب میں حکم دیا ہے۔''

ہاجرہ علیہ السلام نے کہا: ''اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو میں اُس پر راضی ہوں۔''

تب ابلیس یہ سوچتے ہوئے اسماعیل علیہ السلام کے پاس پہنچا کہ ابھی یہ لڑکا ہے اسے راہ سے

بھٹکانا آسان ہے اور اسماعیل علیہ السلام سے پوچھا: ''اے اسماعیل (علیہ السلام)! تو کہاں جارہا ہے؟''

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''باپ کے ساتھ ضیافت میں جارہا ہوں۔''

ابلیس نے کہا: ''نہیں، تمھارا باپ تم کو ذبح کرنے کے لئے لے جارہا ہے''

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ باپ بیٹے کو ذبح کرے۔''

ابلیس نے کہا: ''اُس کے خدا نے اسے حکم دیا ہے۔''

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اگر خُدا کا حکم ہے تو میری ہزار جان اُس پر فدا ہے۔''

پھر وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس گیا اور کہنے لگا: ''اے ابراہیم (علیہ السلام)! ایک خواب کی وجہ سے تم اپنا بیٹا ذبح کرنے لگے ہو خواب تو جھوٹے بھی ہوسکتے ہیں۔''

یہ سنتے ہی ابراہیم علیہ السلام نے اُس کو کنکر مارے اور فرمایا: ''تو ابلیس لعین ہے۔''

اور اس کے ساتھ ہی ابلیس وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام کو لے کر قربان گاہ پہنچے۔ سارا واقعہ بیان کیا اور بیٹے سے رائے طلب کی۔ بیٹے نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا: ''اے میرے باپ! میری تین وصیتیں ہیں۔''

پہلی: ''ہاتھ پاؤں میرے مضبوط باندھنا کہ میری جان نازک ہے چُھری کے زخم کے مارے جُنبش میں نہ آجاؤں اور خدانخواستہ میرے خون کا قطرہ آپ کے کپڑوں پر لگ جائے تو میں قیامت کے دن تک گناہ میں گرفتار ہو جاؤں اور عذاب الٰہی برداشت نہ کرسکوں۔''

دوسری: ''یہ کہ آنکھوں پر پٹی باندھ لیں تا کہ محبت پدری جوش نہ مارے اور خدا کے حکم سے روگردانی نہ ہو۔''

تیسری: ''یہ کہ جب آپ گھر جائیں تو میری والدہ کو میرا سلام کہنا اور میرا کپڑا اُن کو دے دینا

کہ یہ نشان تسلی کا ہے۔اس لئے کہ اُنکا کوئی اور فرزند نہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آستین سے رسی نکال کر اسماعیل علیہ السلام کو باندھا اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر چُھری چلا دی مگر چُھری کاٹ نہیں رہی تھی۔ کافی کوشش کے باوجود چُھری اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر نہ چلی تو ابراہیم علیہ السلام نے غصے میں آ کر چُھری پتھر پر ماری پتھر دو ٹکڑے ہو گیا۔چُھری تیز دیکھ کر اُنھوں نے دوبارہ کوشش کی۔تھوڑی دیر میں چُھری چل پڑی۔اُنھوں نے آنکھوں سے پٹی اُتار کر دیکھا۔سامنے حضرت اسماعیل علیہ السلام کھڑے مسکرا رہے ہیں۔اور دُنبہ ذبح پڑا ہے۔غیب سے آواز آئی:

''اے ابراہیم (علیہ السلام)! اپنا ہاتھ روک لے تو نے اپنے خواب کی عملی تصدیق کر دی۔''(۱)

(۱) قصص الانبیاء ص82-86

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ کی قربانی

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ رئیس القریش حضرت عبدالمطلب کے سب سے لاڈلے بیٹے تھے۔ زمزم کی کھدائی کے دوران جب قریش حضرت عبدالمطلب کے مقابل آگئے اس وقت حضرت عبدالمطلب نے کثیر العیال ہونے کی اہمیت کو جانا اور یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دس بیٹے عطا کیے اور سب جوان اور صحت مند ہو کر اُن کی تقویت کا باعث بنے تو وہ اُن میں سے ایک بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کریں گے۔ جب سارے بیٹے جوان ہو گئے تو اب اُنہیں اپنی نذر ایفاء کرنے کا خیال آیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے فرزندوں کو اپنے پاس بلایا اور انہیں جو نذر مانی تھی اُس کے بارے میں بتایا۔ سب بیٹوں نے بڑی سعادت مندی کا اظہار کرتے ہوئے سر جھکا دیئے اور بعد ادب عرض کیا:

''اے ہمارے پدر بزرگوار! آپ اپنی نذر پوری کر لیجئے۔ ہم میں سے جس کو آپ قربانی کے لئے نامزد کریں گے وہ اس پر فخر محسوس کرے گا اور اپنے سر کا نذرانہ بصد مسرت پیش کر دے گا۔''

طے پایا کہ بیت اللہ شریف کے فال نکالنے والے سے فال نکالی جائے جس کے نام کا قرعہ نکلے اس کو بلا پس و پیش راہِ خدا میں قربان کر دیا جائے۔ سب مل کر بیت اللہ شریف کے پاس جمع ہوئے۔ فال نکالنے والے کو بلایا گیا۔ صورت حال سے اسے آگاہ کیا گیا وہ فال کے تیر نکال کر لے آیا۔ آپ کے سارے بچے شکل و صورت اور سیرت و کردار کے لحاظ سے چندے آفتاب اور چندے ماہتاب تھے۔ کسی ایک کے گلے پر چھری ضرور پھرنی تھی لیکن حضرت عبدالمطلب پہاڑ کی چٹان بنے کھڑے ہیں۔ ان کے

ارادے میں کسی قسم کی لچک کا دور دور تک نشان نہیں۔اپنے رب سے انہوں نے جو وعدہ کیا تھا اس کو ضرور پورا کریں گے۔اپنے اس پختہ عزم کا اظہار وہ اس رجز سے کر رہے تھے۔

عاهدته وانا موف عهده والله لا يحمد شئى حمده

اذاكان مولاى واناعبدهنذرت نذرا لا أُحبُ أناعيش بعده

ترجمہ:''میں نے اپنے رب سے عہد کیا ہے اور میں اپنے عہد کو پورا کروں گا۔بخدا کسی چیز کی ایسی حمد نہیں کی جاتی جس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد کی جاتی ہے۔جب وہ میرا مولا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں اور اس کے لیے میں نے نذر مانی ہے۔میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس نذر کو مسترد کر دوں۔پھر مجھے زندہ رہنے کی کوئی خواہش نہیں۔''(۱)

قرعہ فال عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ کے نام نکلا۔یہ درست تھا کہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ بہت حسین تھے۔بوڑھے باپ کے یہ سب سے لاڈلے تھے لیکن یہاں معاملہ عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ اور ان کے خدا کا تھا۔اگر ان کے خالق نے قربانی کے لئے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ کو پسند فرمایا ہے تو عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کے لئے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ آستین چڑھا رہے تھے۔اس کی اطلاع بجلی کی سرعت کے ساتھ مکہ کے ہر گھر میں گھومنے لگی۔قریش کے رؤسا یہ سن کر اپنی مجلسوں سے دوڑے عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ کے پاس آئے۔مکہ کے ہر فرد پر سناٹا طاری ہوگیا،مکہ کے سردار کہنے لگے:

''اے عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ)!ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔چاند سے زیادہ من موہنے چہرے والا ،پھول سے زیادہ نازک بدن والا عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ) ہمارے سامنے ذبح کر دیا جائے ؟ایسا ہرگز نہ ہونے دیں گے''

عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ فرمانے لگے:''یہ میرا اور میرے پروردگار کا معاملہ ہے۔اس میں

دخل دینے والے تم کون ہو؟''

بوڑھے باپ کے عزم کو دیکھ کر سارے سردار منت وسماجت پر اتر آئے اور کہنے لگے:

''اے ہمارے سردار! اگر بیٹوں کو ذبح کرنے کی رسم کا آغاز تمھارے جیسی ہستی نے کر دیا تو پھر اس رسم کو بند کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں رہے گا۔ اپنی قوم کے نونہالوں پر رحم کرو۔ اس کے نتائج بڑے ہولناک ہوں گے۔

طویل کشمکش کے بعد یہ طے پایا کہ حجاز کی عرافہ اور بعض روایات کے مطابق الحجر کی کاہنہ کے پاس جاتے ہیں۔ وہ جو فیصلہ کرے گی اس کو سب تسلیم کریں گے۔ چنانچہ سب مل کر یثرب پہنچے وہاں اس عرافہ کے بارے میں پتا چلا کہ وہ خیبر میں سکونت پذیر ہے۔ وہاں جا کر اسے اپنے آنے کے مقصد سے آگاہ کیا۔ وہ کہنے لگی:

''مجھے ایک دن کی مہلت دو۔ میرا تابعی آئے گا میں اس سے پوچھ کر بتاؤں گی۔''

دوسرے روز پھر اس کے پاس حاضر ہوئے۔ اس نے کہا کہ میرا تابعی آیا تھا میں نے تمھارے بارے میں اس سے پوچھا اس نے مجھے حل بتا دیا۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمھارے ہاں مقتولوں کی دیت کیا ہے۔

انہوں نے بتایا: ''دس اونٹ۔''

اس نے کہا: ''تم اپنے وطن لوٹ جاؤ۔ ایک طرف دس اونٹ کھڑے کر دینا اور دوسری طرف عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ)، پھر فال نکالنا۔ اگر قرعہ اُونٹوں کے نام نکلا تو اُن کو ذبح کر دینا تمھاری نذر ادا ہو جائے گی۔ اگر قرعہ عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ) کے نام نکلے تو پھر دس دس اُونٹ بڑھاتے جانا یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام نکلے پھر اُن کو ذبح کر دینا یوں تمہاری نذر ادا ہو جائے گی۔

سارا کاروان عرافہ کے اس فیصلے کو سُن کر مکہ واپس آ گیا اور اُس کے کہنے کے مطابق قرعہ اندازی شروع کردی۔ دس اُونٹوں کے وقت بھی قرعہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ کے نام نکلا۔ دس دس اُونٹ بڑھاتے گئے لیکن ہر بار قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ کے نام نکلتا رہا۔ یہاں تک کہ اُونٹوں کی تعداد سو تک پہنچ گئی۔ اس وقت قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ اُونٹوں کے نام نکلا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ کو بتایا گیا تو اُنہوں نے کہا کہ تین بار قرعہ اندازی کرو۔ اگر تینوں بار قرعہ اُونٹوں کے نام نکلا تو تسلیم کروں گا ورنہ نہیں۔

عالم انسانیت کی خوش قسمتی تھی کہ تینوں بار قرعہ اُونٹوں کے نام نکلا۔ چنانچہ وہ سو اونٹ ذبح کردیئے گئے اور اذنِ عام دے دیا گیا کہ ان کے گوشت کو جو چاہے، جتنا چاہے، لے جائے۔ کسی کو روکا نہ جائے یہاں تک کہ کسی گوشت خور پرندے اور درندے کو بھی اُن کا گوشت کھانے سے نہ منع کیا جائے۔

حضرت عبدالمطلب جب نذر ایفاء کرنے کی آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزر گئے تو اُن کی مسرت وشادمانی کا اندازہ لگانا ناممکن نہیں تھا۔ (۲)

---

(۱) اعلام نبوت 179

(۲) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ جلد اول ص457-459

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ پر قاتلانہ حملہ

آدھی رات کا وقت تھا۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ حرم سے کافی فاصلے پر ایک غار میں روشنی تھی۔ اں کچھ مسافر آرام کر رہے تھے۔ وہ پانچ یہودی سوداگر تھے جو مکہ سے واپس خیبر جا رہے تھے اور غار میں شب بسری کے لئے ٹھہرے تھے۔ وقت گزاری کے لئے مذہب کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔

ایک نے باتوں باتوں میں تورات کی پیش گوئی کا ذکر کیا کہ صحرائے عرب سے ایک نبی (ﷺ) ظاہر ہوگا۔ دوسرے نے دعویٰ کیا: ''نبی (ﷺ) ہماری قوم سے ہوگا'' تیسرے نے کہا: ''ہم برگزیدہ قوم ہیں۔ ہم پر خدا راضی ہے۔'' چوتھے نے کہا: ''وہ نبی (ﷺ) چاہے جس علاقے سے بھی ہو لیکن ہماری قوم سے ہی ہوگا۔'' پانچواں بولا: ''وہ ہمارے سوا کسی قوم سے نہیں ہوسکتا۔''

دوسری طرف ابلیس ایک مقدس نورانی شکل میں وہاں غار میں ظاہر ہوا۔ اندھیرے سے نکل کر اس طرح آیا کہ یہودی ڈر گئے۔ اُس نے اُنہیں تسلی دی اور عارفانہ شان سے بولا: ''اے بچو! میں تمہیں نصیحت کرنے اُترا ہوں اور تمہیں تمہارے مذہبی میلان پر خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے بھی۔ جب تم نبی (ﷺ) کے معاملے پر جھگڑ رہے تھے اُس وقت میں بیت المقدس میں بیٹھا تمہاری باتیں سُن رہا تھا۔ دل میں یہ خیال آیا کہ تمیں وہ سیدھی راہ بتاؤں جس سے قوم یہود کو فائدہ ہو۔ سردارِ مکہ عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ) کے بیٹے عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ) کو تم جانتے ہو گے اُسی کے صلب سے نبی آخر الزمان (ﷺ) پیدا ہوگا۔ وہ آلِ اسماعیلؑ سے ہوگا اور اُنہیں بادشاہت دلائے گا۔ یہود پر قہر بن کر اُترے گا۔ مجھے یہ بات فرشتوں نے بتائی ہے۔''

یہ بات سُن کر پانچوں لعینوں کو جوش آ گیا اور بولے: ''واقعی ہم پر ہمیشہ ظلم ہوتا رہا ہے۔''

ابلیس بولا: ''ایسی بات منہ سے مت نکالو۔ اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو اُس لڑکے کو جا کر مار ڈالو۔''

وہ بولے: ''ہمارے پاس تو لڑائی کا سامان نہیں ہے۔''

ابلیس نے فوراً اپنی شیطانی طاقت کے ذریعے ایک پتھر سے مسلح گھوڑے پیدا کیئے اُن کے حوالے کر کے غائب ہو گیا۔ یہودی اُس کی یہ کرامت دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور انہوں نے اس کی اس نصیحت پر مصمم ارادہ سے عمل کرنے کا تہیہ کر لیا۔

صبح کا وقت تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ ہرن کے شکار پر نکلے تھے۔ شکار کے دوران ہرن کے پیچھے دوڑتے ہوئے آپ اپنے تمام خادموں سے آگے نکل گئے۔ ہرن کو تیر مار کر زخمی کر دیا اور اُسے ذبح کرنے کے ارادے سے گھوڑے پر سے اُترے۔ جونہی اُسے ذبح کرنے کے لئے جُھکے اُن یہودیوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ کو گھیرے میں لے لیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ نے کھڑے ہو کر اُن سے حملے کا سبب دریافت کرنا چاہا لیکن انہوں نے مہلت ہی نہ دی اور فوراً آپ پر تلواروں سے حملہ کر دیا۔ پہلے آپ اُن کے حملوں کو ڈھال سے روکتے رہے پھر موقع دیکھ کر تیزی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نیزے سے یہودیوں پر حملہ کر دیا۔ نیزہ ایک یہودی کے سینے میں جا لگا اور وہ مر گیا۔

اپنے ساتھی کو مرتا دیکھ کر وہ مزید خونخوار اور سفاک بن گئے۔ لڑتے لڑتے اُنہوں نے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ کے گرد گھیرا تنگ کر دیا۔ اب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ کے لئے لڑنا مشکل ہو گیا لیکن پھر بھی وہ مستقل مزاجی سے لڑتے رہے اور زخمی ہونے کے باوجود بھی ہمت نہ ہاری۔ اگر چہ بہت جرأت کا مظاہرہ کیا لیکن پھر بھی خون زیادہ بہہ جانے کے باعث اُن پر

نقاہت طاری ہونی شروع ہوگئی۔جس کے باعث لڑنا مزید محال ہوگیا۔

بنوزہرہ کے ایک آدمی ''وہب'' کا اونٹ گم ہوگیا تھا۔وہ اُس کو ڈھونڈتا اُدھر آنکلا۔اُس نے یہ ساری جنگ دیکھی تو اُسکے دل میں خیال آیا کہ لڑکے کی مدد کرنی چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آدمی اسے قتل کردیں۔مگر جیسا ہی اس خیال سے وہ اُٹھا نہ جانے کیسے وہ اپنے لبادے میں اُلجھ کر گر گیا۔دوبارہ اُٹھنے کی کوشش کی تو ایک پتھر سے پاؤں پھسلا اور اُبھری ہوئی چٹان سے ٹکرایا۔اُس نے پھر کوشش کی کہ اُس نوجوان کو قتل ہونے سے بچاؤں لیکن ایک اژدھا اُس کی راہ میں حائل ہوگیا۔اور وہ دور بیٹھا حسرت سے دیکھتا رہا کہ نوجوان (عبداللہ رضی اللہ تعالٰی) زخموں کی شدت سے سُست پڑ گیا ہے اور یہودی زوروشور سے اس پر حملے کررہے ہیں۔اُس نے سوچا کہ شاید میری آواز سے وہ ڈر جائیں۔یہ خیال آتے ہی اُس نے منہ کھولنا چاہا لیکن کسی نے اُس کا حلق اتنے زور سے گھونٹا کہ گلا خشک پڑ گیا۔

جب اُسے کوئی صورت نظر نہ آئی تو اُس نے اس خیال سے آنکھیں بند کرلیں کہ میں اس بے گناہ کو قتل ہوتے نہ دیکھوں۔اتنے میں زمین سے آسمان تک نور چھا گیا جس سے چار نورانی فرشتے ظاہر ہوئے۔اُنہوں نے ملعون یہودیوں کا تعاقب کرکے اُنہیں مار ڈالا اور غائب ہوگئے۔یہ دیکھ کر وہ آدمی بہت حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ اپنی بیٹی ''آمنہ'' کی شادی اس نوجوان سے کروانی چاہیے کیونکہ یہ بڑی شان والا ہے۔وہ اُٹھا،اب اس کے راستے میں کوئی اژدھا نہ تھا۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی کے پاس آیا اور اُنہیں اُن کے گھر پہنچا آیا۔بعد میں اپنی بیٹی کی اُن سے شادی کروادی۔

ماخوذ از شاہنامہ اسلام از حفیظ جالندھری ص93-100

حضرت آمنہ علیہا السلام کے جسدِ اطہر کے متعلق ناپاک سازش

کفار کا لشکرِ جرار مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے چلا جارہا تھا جب اُن کا گزر ابواء نامی بستی کے پاس سے ہوا تو کینہ توز ہندہ کے ذہن میں ایک فتور آیا۔ اُس نے اپنے خاوند ابوسفیان سے کہا: ''سُنا ہے کہ یہاں محمد (ﷺ) کی والدہ کی قبر ہے تم یہاں پر پڑاؤ کرو۔ اپنے آدمیوں کی مدد سے اُسے تلاش کرو۔ قبر کھود کر نعش اپنے قبضہ میں کرلو۔ اگر جنگ میں تمہارے کچھ آدمی مسلمانوں کی قیدی بن گئے تو اُن کا فدیہ درہم و دینار میں نہیں دیں گے بلکہ اس کے بدلے ہم آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ) کا ایک ایک عضو کاٹ کر دیتے جائیں گے۔ (معاذ اللہ) اور اپنے اسیران جنگ کو آزاد کراتے جائیں گے۔

ابوسفیان کو یہ سفاکانہ رائے بہت پسند آئی۔ اُس نے جا کر لشکر کے سربراہان کو یہ بات بتائی مردہ ضمیر قریش نے اس رائے کو بہت پسند کیا لیکن چند دانش مند لوگوں نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا: ''اگر تم نے قبر کھودنے کی رسم شروع کر دی تو پھر تمہارے دشمن بنوبکر وغیرہ تمہارے اسلاف کی قبروں کو کھود کر اُن کی تذلیل کرنا شروع کر دیں گے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ فتنہ کے اس دروازے کو بند ہی رہنے دو۔'' اس پر وہ لوگ اس برے کام سے باز آگئے۔ (۱)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ کی حرمت کو محفوظ رکھا۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔

---

(۱) ضیاء النبی از پیر کرم شاہ الازہری جلد سوم ص 463

باب دوم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی کوششیں

أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا
تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ
فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا
تَقْتُلُونَ ۝

البقرہ:۸۷

(البقرہ:87)

ترجمہ: تو کیا جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسی چیز لایا۔ جو تمہارے دلوں کو نہ بھائی تو تم اکڑ گئے۔ بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو قتل کرنے لگے۔

رضاعی دور میں یہودیوں کا حملہ

حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس قیام کے زمانہ میں حضور ﷺ کو دیکھ کر بعض یہودیوں اور عرب قیافہ شناسوں نے یہ معلوم کرلیا کہ یہ نبی آخری الزمان (ﷺ) ہیں اور یہی ہمارے آبائی مذہب کو دُنیا سے مٹائیں گے۔ یہ سمجھ کر اُنہوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کی بڑی کوششیں کیں لیکن ناکام رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو پہلے پہل مکہ مکرمہ سے لے کر عکاظ کے میلہ میں آئیں۔ وہاں قبیلہ ہذیل کا ایک قیافہ شناس بڈھا تھا جس کے پاس عورتیں اپنے اپنے بچوں کو لے کر آتی تھیں اور فال نکلواتی تھیں۔ اُس کی نظر جب آپ ﷺ پر پڑی تو وہ چلا اُٹھا کہ اس کو قتل کردو۔ یہ تمہیں اور تمہارے مذہب کو غارت کردے گا۔ یہ تمہیں تباہ و برباد کردے گا۔ ہر طرف شور مچ گیا۔ ایسے میں حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو لے کر وہاں سے نکل پڑیں۔ بعد میں لوگوں نے بڈھے سے واقعہ پوچھا تو اُس نے کہا کہ میں نے ابھی وہ بچہ دیکھا ہے جو تمہارے اہل مذہب کو قتل کرے گا۔ تمہارے بُتوں کو توڑے گا اور وہ کامیاب ہوگا۔ اس کے بعد لوگوں نے آپ ﷺ کو بہت تلاش کیا لیکن آپ ﷺ نہ ملے۔

سیرت النبی از شبلی نعمانی جلد سوم ص 418-417

اعلان نبوت کے بعد پہلا حملہ

جب چالیس سال کی عمر میں آپ ﷺ کو نبوت ملی تو پہلے پہل آپ ﷺ نے خفیہ تبلیغ شروع کی۔ اس خفیہ تبلیغ سے جب چالیس سے زیادہ لوگ مسلمان ہو گئے تو ایک دن حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حرمِ کعبہ میں جا کر اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کا اعلان کیا اور مشرکین کو اسلام لانے کی دعوت دی۔ جہالت اور کفر کے اندھیروں کے مکین قریش مکہ کو یہ بات بہت بُری لگی اور اُن کے نزدیک یہ حرم کی بھی توہین تھی اس لئے اُنہوں نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ ہر طرف سے لوگ آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ ﷺ کو زدوکوب کیا جانے لگا۔

آنحضرت ﷺ کے ربیب حضرت حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ گھر میں موجود تھے۔ کسی نے اُنہیں جا کر خبر دی کہ قریش محمد ﷺ کو مار پیٹ رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ دوڑے دوڑے آئے۔ کفار کے چنگل سے نبی ﷺ کو بچانے کے لئے آگے بڑھے تو کفار نے آپ ﷺ کو چھوڑ کر اُن پر حملہ کر دیا۔ ہر طرف سے تلواریں برسنے لگیں اور وہ شہید ہو گئے اسلام کی راہ میں پہلا خون تھا جس سے سرزمین حرم رنگین ہوئی۔(۱)

---

(۱) سیرت النبی از شبلی نعمانی جلد اول ص137

عمر بن خطاب کا ارادہ قتل نبوی

حق و باطل کے درمیان کشمکش جاری تھی۔ حضور ﷺ کے ظہور کے بعد روشنی ذہن کے دریچوں کو منور کر رہی تھی۔ ابلیس اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا تھا اور یہ جنگ نفسیاتی محاذ پر بھی جاری تھی۔ عمر بھی اسلام لانے سے قبل کفار و مشرکین کے لئے ایک بہت بڑا سہارا بنے ہوئے تھے۔ کفار کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ عمر جیسا دشمن، اسلام کی آغوش میں جا سکتا ہے۔ عمر ایک سچے اور کھرے انسان تھے، شجاعت اور بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔ اُن کے دل پر بھی روشنی، مجسم رحمت بن کر کی تھی لیکن آنکھوں پر کفر کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ ایسے حالات میں آپ ﷺ نے دُعا فرمائی ''یا اللہ! عمرو بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے کسی کے ذریعہ اسلام کی تائید فرما۔''

نبی اکرم ﷺ کی دعا کی قبولیت کا منظر تاریخ نے یوں بیان کیا ہے کہ سیرت ابن ہشام کے مطابق ایک دن عمر بن خطاب حضور ﷺ کے قتل کے ارادے سے گھر سے نکلے راستے میں اُن کی ملاقات نعیم بن عبداللہ سے ہوئی۔ اُنہیں عمر کے ارادے کا علم ہوا تو وہ بولے: ''اے عمر! خُدا کی قسم تیرے نفس نے تجھے فریب دیا ہے۔ کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ محمد ﷺ کو شہید کرنے کے بعد بنی عبد مناف تجھے زمین پر پھرنے دیں گے۔ تو ہرگز زندہ نہیں رہے گا۔ محمد ﷺ کو قتل کرنے سے پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے۔ تیری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔''

یہ سُن کر عمر پلٹے اور اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ تلوار اُن کے گلے میں لٹک رہی تھی۔ اُنہوں نے تلاوت کی آواز سنی۔ گھر کے اندر داخل ہو کر اُس آواز کے بارے میں استفسار کیا اور کہا: '' مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے محمد ﷺ کی اطاعت قبول کر لی ہے۔'' ان کا اقرار سن کر

اُنہوں نے اپنے بہنوئی کو پکڑ لیا اور مارنے لگے۔ اُن کی بہن اپنے شوہر کو چھڑانے کے لئے آگے بڑھیں تو عمر نے اپنی بہن کو بھی زخمی کر دیا۔ عمر کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ سخت غصے میں ہیں لیکن دونوں میاں بیوی نے نتائج سے بے پرواہ ہو کر عمر سے کہا کہ ہم دونوں ایمان لا کر محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو چکے ہیں تم جو چاہو کر لو ہم یہ دین چھوڑنے والے نہیں۔ زخمی بہن کے منہ سے یہ بات سُن کر عمر بہت حیران ہوئے اور بہن سے کہنے لگے: ''لاؤ یہ کاغذ مجھے دے دو تاکہ میں بھی دیکھوں کہ محمد (ﷺ) پر کیا نازل ہوا ہے۔ بہن نے اعتماد سے کہا: ''تم نجس ہو۔ اِسے ہاتھ نہیں لگا سکتے تاوقتیکہ پاک نہ ہو جاؤ۔''

عمر نے اُسی وقت غسل کیا، کاغذ دیکھا۔ کاغذ پر سورۃ طٰہٰ لکھی تھی پڑھتے ہی بے ساختہ پکار اُٹھے ''کیا اچھا کلام ہے!''

اس کے بعد آپ نے تلوار حمائل کی اور دارالارقم پہنچے۔ ایک صحابی نے انہیں آتے دیکھا تو گھبرا بارگاہ نبوی میں عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! عمر تلوار حمائل کر کے آیا ہے۔'' حضرت حمزہؓ نے فرمایا: ''اُسے آنے دو۔ اگر خیر کے ارادے سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اُسی کی تلوار سے اُسے قتل کر دیں گے۔''

عمر اندر داخل ہوئے۔ صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے عمر کو آپ ﷺ کی بارگاہَ اقدس میں پیش کیا۔ آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور پوچھا: ''کس ارادے سے آئے ہو۔'' عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! ایمان لانے کے لئے۔''

حضور ﷺ نے بلند آواز میں تکبیر پڑھی اور پھر عمر نے کلمہ پڑھا اس کے ساتھ ہی کفار کا ایک طاقتور اور بہادر سردار اسلام کی آغوش میں داخل ہو گیا اور اسلام لانے کے بعد عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ بن گیا۔

سیرت النبی از شبلی نعمانی ج 1 ص

ابوجہل کا پتھر مارنے کا منصوبہ

جب حضور ﷺ نے قریش کے مطالبات ماننے سے انکار کر دیا تو ابوجہل کہنے لگا:

''اے قریش! تم نے دیکھا کہ محمد (ﷺ) نے تمہاری کوئی بات نہیں مانی اور تمہارے بزرگوں کے اور تمہارے مذہب کے بُرا کہنے سے باز نہ آیا۔ پس میں خُدا سے عہد کرتا ہوں کہ کل ایک بہت بڑا بھاری پتھر لے کر بیٹھوں گا اور جس وقت محمد (ﷺ) سجدہ کرے گا میں اُس کے سر پر دے ماروں گا۔ تم مجھ کو اپنی پناہ میں لے لینا پھر بنی عبد مناف سے جو کچھ ہو سکے وہ کریں۔ قریش نے کہا: ''قسم ہے خُدا کی! ہم تمہیں پناہ دیں گے۔ تم سے جو ہو سکے وہ کرو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔''

پھر جب صبح ہوئی تو ابوجہل ایک پتھر لا کر حضور ﷺ کے نماز پڑھنے کا انتظار کرنے لگا۔

حضور ﷺ بھی صبح کو اپنے دستور کے مطابق مسجد حرام میں رونق افروز ہوئے۔ چونکہ اُن دنوں قبلہ بیت المقدس تھا اس سبب سے آپ ﷺ حجر اسود اور رُکن یمانی کے درمیان نماز میں مشغول ہو گئے۔

قریش اپنی اپنی جگہ بیٹھے ابوجہل کی کارستانی کے منتظر تھے۔ چنانچہ جس وقت آپ ﷺ نے سجدہ کیا ابوجہل وہ پتھر لے کر آپ ﷺ کے نزدیک پہنچا پھر وہاں سے اُلٹے پاؤں بھاگا یہاں تک کہ پتھر اُس کے ہاتھ سے گر گیا اور وہ نہایت بدحواسی اور خوف کی حالت میں اپنی قوم کے پاس گیا۔ لوگ بھی اُس کی طرف دوڑے اور کہا: ''اے ابوالحکم! کیا ہوا ہے؟''

کہنے لگا: ''جب میں پتھر لے کر اُس کی طرف چلا تا کہ اُس کا کام تمام کر سکوں اور اپنا وعدہ پورا کر سکوں۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت قوی ہیکل اور خوفناک اونٹ منہ پھاڑ کر میری

طرف حملہ آور ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ مجھے کھا جائے۔ میں فوراً ہی پیچھے ہٹا ورنہ جان بچانی مشکل تھی۔''(۱) اسی صورتحال کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے

ارئیت الزی ینھی ہ عبداً اذا صلی ہ ارئیت
ان کان علی الھدی ہ او امر بالتقوی ہ
ارئیت ان کذب و تولی ہ الم یعلم بان
اللہ یری کلالیئن لم ینتہ ہ لنسفعاً بالنا صیۃ ہ
ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃٍ ہ ج فلیدع نادیہ ہ سنر ع
الزبانیہ ہ کلا لا تطعہ و اسجد و اقترب۔(۲)

ترجمہ: تم نے دیکھا اُس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھتا ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (وہ بندہ) راہِ راست پر ہو یا پرہیز گاری کی تلقین کرتا ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا ہو؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اُسے کھینچیں گے۔ اُس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطا کار ہے۔ وہ بلالے اپنے حامیوں کی ٹولی کو، ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بُلالیں گے۔ ہرگز نہیں اُس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو۔

(۱) سیرت النبی از ابن ہشام جلد اول ص 186

(۲) القرآن: 96 :19-1

ابوسفیان کا حملہ

جب سورۃ لہب نازل ہوئی تو اُم جمیل سُن کر غصے سے بے قابو ہوگئی۔ اپنے بھائی ابوسفیان کے گھر گئی اور اُسے حضور ﷺ کے خلاف بڑھکانے لگی: ''اے میرے بہادر بھائی! کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہوا کہ محمد (ﷺ) نے میری ہجو کی ہے۔'' کہنے لگا: ''چلو میں ابھی اس کا بدلہ لیتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اس نے کر تلوار اُٹھائی اور بجلی کی سُرعت کے ساتھ گھر سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد تیزی سے بھاگتا ہو لوٹ آیا۔ ہوش و حواس اُڑے ہوئے تھے اور سانس پھولی ہوئی تھی۔

اُم جمیل نے پوچھا: ''کیا اِسے قتل کر آئے ہو؟''

ابوسفیان نے بڑی حسرت سے پوچھا: ''اے بہن! کیا یہ بات تمہیں خوش کرتی ہے کہ تیرے بھائی کا سر کسی اژدھے کے منہ میں ہو۔''

اُس نے کہا: ''ہرگز نہیں۔''

ابوسفیان بولا: ''جب میں تلوار لے کر اُن کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک اژدھا منہ کھولے میری طرف بڑھ رہا ہے اور مجھے نگلنا چاہتا ہے۔ اُس کے خوف سے میں پیچھے بھاگ آیا۔''(۱)

(۱) ضیاء النبی از پیر کرم شاہ الازہری جلد دوم ص306

عقبہ بن ابی معیط کی کارستانیاں

ایک مرتبہ عقبہ بن ابی معیط نے حالت سجدہ میں حضور ﷺ پر اُونٹ کی اوجھ ڈال دی۔ کفار ہنستے، مسکراتے اور قہقہے لگاتے رہے۔ آخر جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اطلاع ملی تو وہ تشریف لائیں اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے ان اوجھڑیوں کو ہٹایا۔ ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ اس نے حالت سجدہ میں نبی ﷺ کی گردن مبارک کو اس زور سے روندا کہ معلوم ہوتا تھا کہ دونوں آنکھیں نکل آئی ہیں۔

ایک اور مرتبہ سرکارِ دوعالم ﷺ حرم تشریف میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور اپنی چادر حضور ﷺ کی گردن میں ڈال دیا۔ اُسے بل دینے شروع کیے اور اس زور سے بھینچا کہ دم گھٹنے لگا۔ اچانک ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ آ گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ یہ منظر دیکھ کر بے چین ہو گئے۔ عقبہ کو اُس کے کندھے سے جا پکڑا اور اس زور سے دھکا دیا کہ وہ دور جا گرا اور ساتھ ہی یہ فرمایا:

''کیا تم ایسی ہستی کو قتل کرتے ہو جو کہتے ہیں کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمہارے سامنے اس پر دلائل بھی پیش کرتا ہے؟'' (۱)

علامہ ابن کثیر کفار کے مذموم ارادوں کی ناکامی کے بارے میں لکھتے ہیں:

وعندی ان غالب ماروی مما تقدم۔ من طرحھم سلا الجزوربین کتفیة و ھوا یصلی کما رواہ ابن مسعود و فیہ ان فاطمة جاءت فطرحته عنه و اقبلت علیھم فشتمتھم ثم لما انصرف رسول اللہ ﷺ دعا علی سبعة منھم کما تقدم و کذالک ما اخبر بہ عبداللہ

بن عمر و بن العاص من خنقهم له عليه اسلام حنقاً شديداً حتى حال دونه ابو بكر الصديق قائلاً: اتقولون رجلاً ان يقول ربي الله! و كذالك عزم ابي جهل، لعنه الله على ان يطا على عنقه وهو يصلي فحيل بينه و بين ذالك ما اشبه ذالك كان بعد وفات ابي طالب و لله تعالى اعلم بالصواب..(۲)

ترجمہ:''میں (ابنِ کثیر) کہتا ہوں کہ میرے نزدیک اکثر وہ واقعات جیسے غلیظ اوجھ کا حالت نماز میں حضور ﷺ کے کندھوں پر ڈال دینا پھر فاطمہ (سلام اللہ علیھا) کا تشریف لانا اور اُس کو اُٹھا کر پرے پھینکنا اور پھر مشرکین کو بُرا بھلا کہنا۔ اِسی طرح عبداللہ بن عمرو بن العاص کی وہ روایت جس مین کفار کا حضور ﷺ کا شدت سے گلا گھونٹنا اور ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ) کا اُن کے درمیان داخل ہونا اور یہ فرمانا: تمہیں شرم نہیں آتی تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح ابو جہل ملعون کا یہ عزم کرنا کہ جب حضور ﷺ حالت نماز میں ہوں تو حضور ﷺ کی گردن کو اپنے پاؤں نے روندے گا۔ پھر قدرت الٰہی کا اس کے ارادے کو نا کام بنانا۔ ان میں سے اکثر واقعات ابوطالب کی وفات کے بعد پیش آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۱) سیرۃ النبویہ از ابن کثیر جلد دوم ص148

(۲) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد دوم ص310-312

قبیلہ بنی مخزوم کا حملہ

ایک دفعہ قبیلہ بنی مخزوم کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ حضور ﷺ کو نماز پڑھتے وقت قتل کر دیا جائے اُس وقت وہ ہمیں کچھ نہیں کہیں گے۔ اُن لوگوں میں ابو جہل، ولید بن مغیرہ اور ایسے ہی دوسرے دشمنان اسلام شامل تھے۔

یہ فیصلہ کر کے وہ لوگ مسجد حرام میں آئے اُس وقت حضور ﷺ حرم شریف میں رُکن شامی اور رُکن عراقی کے درمیان نماز ادا فرما رہے تھے۔ ولید نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانا چاہا۔ جب وہ آپ ﷺ کے نزدیک پہنچا تو اُسے صرف قرآن پاک کی آواز آ رہی تھی۔ وہ حضور ﷺ کے وجود مبارک کو نہ دیکھ سکا۔ چنانچہ اُس نے واپس جا کر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ ابو جہل نے اُس کا مذاق اُڑایا اور چند افراد اپنے ساتھ لے کر حرم کعبہ کی طرف چل پڑا۔ کعبہ شریف میں پہنچ کر اُسے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز آ رہی تھی مگر حضور ﷺ نظر نہیں آ رہے تھے۔

اُس کے ساتھیوں نے بھی آپ ﷺ کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام ہوئے اور اُنہیں آواز کے سوا کچھ پتہ نہ چل سکا۔

(۱) معارج النبوت مولانا معین واعظ الکاشفی جلد سوم ص 633-632

سفرِ طائف

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد حضور ﷺ نے محسوس فرمایا کہ لوگوں کے تیور یکلخت بدل گئے۔ اُن کے رویہ میں شائستگی اور احترام کے بجائے بے مروتی بلکہ سنگ دلی کا مظاہرہ ہونے لگا۔ مشرکین مکہ نے نبی ﷺ کی ذاتِ اقدس پر اپنے مظالم کی حد کر دی۔ حضور ﷺ نے جب ملاحظہ فرمایا کہ موجودہ حالات میں مکہ کی مسموم فضا دین اسلام کی تبلیغ کے لئے سازگار نہیں تو آپ ﷺ طائف کی طرف تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنی ثقیف آباد تھا۔ شہر کے ارد گرد انگوروں اور سیبوں کے خوبصورت باغات کا سلسلہ میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ مکہ کے رؤسا نے وہاں گرمی سے دل بہلانے کے لئے اپنے مکانات بنا رکھے تھے۔

طائف کے باشندے کیونکہ مالی لحاظ سے خوش حال تھے اس لئے وہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ دیتے تھے جبکہ اس زمانہ میں جزیرہ عرب جہالت کے اندھیروں میں غرق تھا۔ طائف کا شہر اپنی گونا گوں خصوصیات کی وجہ سے حضور ﷺ کی توجہ کا مرکز بنا۔ قبیلہ بنی ثقیف سے حضور ﷺ کی کچھ رشتہ داری بھی تھی۔ ان تمام امور کے پیش نظر حضور ﷺ نے مکہ کے بجائے طائف کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ بعثت کے دسویں سال ماہ شوال میں حضور ﷺ مکہ سے طائف روانہ ہوئے۔ محمد بن سعد صاحب الطبقات کے مطابق اس کٹھن اور دشوار سفر میں حضور ﷺ کے خادم خاص زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ کو بھی معیت کا شرف حاصل ہوا۔

طائف پہنچ کر حضور ﷺ نے رابطہ مہم شروع فرمائی۔ طائف کے تمام قابل ذکر افراد کے پاس تشریف لے جاتے اور اسلام کی دعوت دیتے۔ دعوت کا یہ سلسلہ دس دن تک

جاری رہا۔لیکن کسی کو اللہ تعالیٰ نے توفیق نہ دی کہ وہ داعی برحق کی دعوت کو قبول کرتا۔

آخر کار حضور ﷺ طائف کے تین چوٹی کے سرداروں کے پاس پہنچے جن کے نام عبد یالیل بن عمرو، مسعود بن عمرو اور حبیب بن عمرو تھے، یہ تینوں سگے بھائی تھے۔حضور ﷺ اُن کے ہاں تشریف لے گئے اور اُنہیں قبول اسلام کی دعوت دی۔بجائے اس کے کہ وہ اس سچی دعوت پر دل کی گہرائیوں سے لبیک کہتے اور صدق وخلوص کے ساتھ حضور ﷺ کی غلامی اختیار کرتے ،اُنہوں نے بداخلاقی اور شعلہ مزاجی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ حضور ﷺ کے قلب نازک کو سخت صدمہ پہنچا۔حضور ﷺ کے ارشادات سن کر ان میں ایک نے کہا:

وھو ایمرظ اثواب الکعبۃ ان کان للہ ارسلھا

''اور اگر اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو گویا میں نے غلاف کعبہ کو پارہ پارہ کر دیا ہے ''

دوسرے نے بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

اما و جد اللہ احدا یر سلہ غیر ک

کیا تمہارے سوا اللہ تعالیٰ کو کوئی اور نہ ملا جسے وہ رسول بنا کر مبعوث کرتا

تیسرا کہنے لگا:

و اللہ لا اکلمک ابدا لئن کنت رسو لا من اللہ کما تقول لانت اعظم خطرا من ان ارد علیک الکلام۔ولئن کنت تکذب علی اللہ ما ینبغی لی ان اکلمک۔

''بخدا! ہرگز میں آپ سے بات نہ کروں گا۔اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں جس طرح آپ کا دعویٰ ہے تو پھر آپ کی شان بہت بلند ہے۔مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ آپ

کے کلام کا جواب دوں اور اگر آپ (معاذ اللہ) اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں تو مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں آپ کے ساتھ بات کروں''۔

حضور ﷺ نے ان سے رخصت ہونے سے پہلے فرمایا: اذ فعلتم ما فعلتم فا کتمو علی

''میرے ساتھ جو برتاؤ تم نے کیا وہ تو کیا۔ اب یہ سارا معاملہ راز رہے اس کو افشانہ کرنا''۔

حضور ﷺ کو خدشہ تھا کہ اگر اہل مکہ کو یہ اطلاع مل گئی تو اسلام کے خلاف ان کے معاندانہ رویے میں مزید تیزی اور تلخی پیدا ہو جائے گی لیکن ان بدبختوں میں مروت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ انہوں نے اس واقعہ کی خوب تشہیر کی۔ اس سے بھی خست اور رذالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا: یا محمد اخرج من بلدنا

''اے محمد! ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ تم ہمارے نوجوانوں کو اپنی باتوں سے بگاڑ دو گے''۔

اس کے علاوہ انہوں نے شہر کے اوباشوں اور نوخیز چھوکروں کو نبی ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ جلوس کی شکل میں اکھٹے ہو گئے اور حضور ﷺ کا تعاقب شروع کر دیا۔ آوازے کستے، پھبتیاں اڑاتے، دشنام طرازی کرتے، بتوں کے نعرے لگاتے ہوئے حضور ﷺ کے پیچھے لگ گئے۔ جس راستہ سے رحمت دو عالم ﷺ نے گزرنا تھا، اس کے گرد طائف کے شہری دورویہ صفیں بنا کر بیٹھ گئے اور حضور ﷺ جب ان کے درمیان سے گزرے تو انہوں نے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ حضور ﷺ کے بابرکت قدموں کو اپنے پتھروں کا نشانہ بناتے۔ آپ ﷺ چلتے ہوئے جو پاؤں رکھتے تو وہ ان کی زد میں آجاتا۔

یہاں تک کہ ان ظالموں کی سنگ باری سے قدمین مبارک زخمی ہو گئے اور خون

بہنا شروع ہو گیا۔ ان کی سنگ باری جب شدت اختیار کر لیتی تو آپ ﷺ درد کی شدت سے بیٹھ جاتے۔ وہ ظالم آگے بڑھ کر آپ ﷺ کو بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیتے۔ پھر پتھر برسانے شروع کر دیتے اور ساتھ ساتھ قہقہے لگاتے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ بے کسی کے عالم میں اپنے آقا کو بچانے کے لئے آڑ بن کر کھڑے ہو جاتے۔ کئی پتھر ان کے سر پر لگے اور زخموں سے خون بہنے لگا۔ اس طرح طائف کے ان بد بخت شہریوں نے اپنے اس معزز و مکرم مہمان کو اپنے ہاں سے رخصت کیا۔ سرور عالم ﷺ جب طائف شہر کے باہر پہنچے تو دل ان کے ظالمانہ سلوک سے از حد مغموم تھا۔ سارا جسم زخموں سے چور چور تھا اور پاؤں مبارک سے خون بہہ رہا تھا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان میں سے کسی نے میری دعوت قبول نہیں کی۔ میں لوٹا تو اس روز میں سخت غمگین اور پریشان خاطر تھا۔ جب میں قرن الثعالب کے مقام پر پہنچا تو مجھے پتہ چلا کہ میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔ میں نے اچانک سر اوپر اٹھا کر دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ پھر میں نے غور سے دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام مجھے وہاں دکھائی دیئے۔ انہوں نے بلند آواز میں مجھے پکارا اور کہا: ''اللہ تعالیٰ نے وہ گفتگو سن لی ہے جو آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ سے کی ہے اور جو روکھا اور درشت جواب انہوں نے آپ ﷺ کو دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے تا کہ آپ ﷺ جو حکم اسے دیں وہ بجا لائے۔ پہاڑوں کے فرشتہ نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا پھر گزارش کی''۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کے لئے بھیجا ہے اگر آپ ﷺ فرمائیں تو دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور یہ سارے تلنگے اور اوباش پس کر رہ جائیں۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

ارجو ان یخرج اللہ من اصلا بھم من یعبد اللہ لایشرک بہ شیئاً

''میں امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی پشتوں میں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔

حضور ﷺ کی اس رحمت وشفقت کو دیکھ کر پہاڑوں کا فرشتہ یہ کہہ اٹھا کہ جس طرح آپ ﷺ کے رب کے آپ ﷺ کا نام رحمت اللعالمین رکھا ہے بے شک آپ ﷺ رؤف ورحیم ہیں۔(۱)

(۱)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد دوم ص439 تا 450

دارالندوہ میں کفار کی مشاورت

مسلمانوں کی اجتماعی ہجرت سے کفار مکہ کو طرح طرح کے شدید خطرات کا احساس ہونے لگا۔ انہیں یہ خیال بھی ستانے لگا کہ کہیں محمد ﷺ بھی یہاں سے ترک وطن کر کے اپنے ساتھیوں کے پاس نہ پہنچ جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو عین ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد وہ مکہ پر دھاوا بول کر ان کا کچومر نکال دیں۔ اس سے پیشتر کہ حالات ان کے قابو سے باہر ہو جائیں انہیں کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہیے۔

باہمی مشاورت کے لئے انہوں نے تمام قبیلوں کے سر برآوردہ اور زیرک لوگوں کو دارالندوہ میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ اس مجلس مشاورت میں شریک ہونے والوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ کسی قریشی قبیلہ سے تعلق رکھنے والے ہوں اور ان کی عمریں چالیس سال سے متجاوز ہوں۔ ان قیود سے صرف ابوجہل کو مستثنیٰ رکھا گیا تھا کیوں کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے اس کی عداوت سب سے بڑھی ہوئی تھی اور وہ اپنے قبیلہ میں سب سے زیادہ عقلمند شمار ہوتا تھا اس لئے وہ ابوالحکم کی کنیت سے مشہور تھا اسے اس مجلس میں شرکت کی اجازت دے دی گئی تھی۔

علامہ ابن ہشام نے اس مجلس شوریٰ میں شریک ہونے والوں کے نام اور ان کے قبائل کے نام تفصیل سے تحریر کیے ہیں۔

نام قبیلہ	شرکت کرنے والوں کے نام
بنی عبدشمس	عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب
بنی نوفل بن عبدمناف	طعیمہ بن عدی، جبیر بن معطم،

	حرث بن عامر
بنی عبدالدار	نضر بن حارث
بنی اسد بن عبدالعزیٰ	ابوالبختری، زمعہ بن اسود اور
	حکیم بن حزام
بنی مخزوم	ابوجہل بن ہشام
بنی سہم	نبیہ بن حجاج، منبہ بن حجاج
بنی جمح	امیہ بن خلف

ان کے علاوہ چند اور آدمی بھی تھے۔

جب یہ لوگ دارالندوہ میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے دروازہ پر ایک اجنبی کو دیکھا جس نے ریشمی جبہ زیب تن کیا ہوا تھا۔شکل وصورت اور وضع قطع سے کسی قبیلہ کا رئیس معلوم ہوتا تھا۔

انہوں نے اس سے پوچھا:"من الشیخ ؟"اے بزرگ! آپ کون ہیں ؟ حقیقت میں وہ انسانی شکل میں ابلیس تھا۔اس نے جواب دیا۔"میں اہل نجد کا سردار ہوں۔میں نے اس امر کے بارے میں سنا جس کو طے کرنے کے لئے تم یہاں اکٹھے ہوئے ہو۔میں بھی اسی لئے حاضر ہوگیا تاکہ تمھاری گفتگو سنوں اور مجھے امید ہے کہ میں تمھیں کوئی بہتر مشورہ یا رائے دے سکوں گا"۔انہوں نے کہا"آیئے!تشریف لایئے!"چنانچہ وہ ان کے ہمراہ ان کے پارلیمنٹ ہاؤس میں داخل ہوگیا جب سب معززین مکہ جمع ہوگئے تو اصل موضوع پر گفتگو شروع ہوئی۔

"اس شخص (ﷺ) کے حالات تمھارے سامنے ہیں۔ان کے سارے ساتھی یثرب میں اکھٹے ہوگئے ہیں۔عین ممکن ہے کہ یہ خود بھی کسی روز یہاں سے چلے جائیں اور

اپنے ساتھیوں سے جاملیں۔اگر یہ ہمارے قبضہ سے نکل گئے تو کوئی بعید نہیں کہ وہ اپنی قوت مجتمع کر کے ہم پر حملہ کردیں۔اس وقت ہم کچھ بھی نہیں کرسکیں گے۔ہمیں آج ہی اس خطرہ کے سدباب کے لئے تدبیر کرنی چاہیے''۔

یہ بات سننے کے بعد سب لوگ سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور مشورے ہونے لگے۔ابو البختری گویا ہوا!:''میری رائے یہ ہے کہ اُنہیں زنجیروں میں جکڑ کر ایک مکان میں بند کردیا جائے پھر صبر سے اُسی روز کا انتظار کیا جائے جس روز زمانہ ماضی کے شعراءزہیر، نابغہ وغیرہ کی طرح اُن کی زندگی کی شمع بھی گل ہوجائے۔''

یہ سُن کر وہ نجدی رئیس بولا:''یہ رائے بالکل لغو اور بے معنی ہے۔اگر تم اُسے کسی مکان میں بند کر کے دروازہ مقفل کردو گے تو اُس کے عقیدت مندوں کو اُس کے قید ہونے کی اطلاع پہنچ جائے گی۔وہ اپنی جان کی بازی لگا کر اُنہیں تمھاری قید سے نکال کر لے جائیں گے اور تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے اس لئے یہ رائے قطعاً قابلِ غور نہیں۔مزید غوروخوض ہونے لگا۔

ابوالاسود ربیعہ بن عمرو العامری کہنے لگا:''میری رائے یہ ہے کہ ہم اُنہیں شہر بدر کردیں اور اپنے علاقہ سے اُنہیں باہر نکال دیں پھر وہ جہاں چاہیں جائیں۔ہماری جان چھوٹ جائے گی اور ہم امن وسکون سے زندگی بسر کریں گے۔''

اس سے پیشتر کہ کوئی اور آدمی بولے شیخ نجدی سے چپ نہ رہا جاسکا اور فوراً بول اُٹھا:''پہلی رائے کی طرح یہ رائے بھی لامعنی ہے۔تم لوگ اُن کی شیریں کلامی اور دل نشین اندازِ تعلیم سے باخبر ہو۔اگر تم اُنہیں یہاں سے نکال دو گے تو وہ کسی دوسرے قبیلہ کو ہم نوا بنا کر اُن کا لشکر جرار لے کر تم پر حملہ آور ہوں گے۔کیا اُس وقت تم اُن کا راستہ روک سکو گے؟ ہرگز نہیں۔کوئی اور تجویز سوچو جو اس فتنہ کا قلع قمع کرے۔تمھارا مذہب، تمہارے شہر کا تقدس

اور تمہارے علاقے کا امن اُن کی یلغار سے محفوظ ہو جائے۔"

سب لوگوں نے ابلیس کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے دوسری رائے کو بھی مسترد کر دیا۔ کچھ دیر پھر بحث جاری رہی۔ آخر میں ابوجہل اُٹھا اور کہنے لگا: "میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے اس پر غور کرو۔"

ساری محفل میں سناٹا چھا گیا۔ سب حاضرین اُس کی طرف متوجہ ہو گئے وہ بولا: "ہم ہر قبیلہ میں سے ایک جوان چُنیں، جو بہادر ہو، عالی نسب ہو، اپنے قبیلہ کا سردار ہو پھر ہر ایک کو تیز تلوار دیں۔ پھر وہ سب مل کر اُس شخص پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیں۔ اس طرح اس مصیبت سے ہمیں راحت مل جائے گی۔"

اُسکی حکمت اس نے یہ بیان کی کہ جب ہر قبیلہ قریش کا نامی گرامی جوان اُن کے قتل میں شریک ہوگا تو ان کا خون تمام قبائل میں منتشر ہو جائے گا۔ بنو ہاشم سارے قبائل سے بیک وقت قصاص نہیں لے سکیں گے آخرکار وہ دیت لینے پر رضامند ہو جائیں گے اور ہم سب مل کر بڑی آسانی سے اُن کی دیت ادا کر دیں گے۔ یہ سُن کر شیخ نجدی کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا اور وہ کہنے لگا:

"یہی وہ تجویز ہے جو اس شخص نے کہی۔ اس کے علاوہ کسی اور رائے کی ضرورت نہیں۔"

سب نے اس کی تائید کی اور سب اس پر متفق ہو گئے۔ یوں یہ طے کر کے مجلس برخواست ہوگئی ادھر لات ومنات کے پرستار محبوب خدا ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کر رہے تھے اُدھر ربِ محمد اپنے محبوب ﷺ کا بال بھی بیکا نہ ہونے کا ارادہ فرما رہا تھا۔ کائنات کے خالق و مالک نے اپنا فیصلہ صادر فرما دیا اور بذریعہ جبرائیل امین علیہ السلام اس کی اطلاع اپنے حبیب ﷺ کو پہنچائی۔

اسی روز یہ آیت نازل ہوئی۔

اذا یمکر بک الذین کفرو الیثبتوک
او یقتلوک او یخرجوک و یمکرون
ویمکر اللہ واللہ خیر المکرین۔(۲)

''اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کافر آپ (ﷺ) کے بارے میں، تا کہ آپ (ﷺ) کو قید کر دیں یا شہید کر دیں یا آپ (ﷺ) کو جلا وطن کر دیں۔ وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اس رات ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ بھی عرض کی کہ آج رات حضور ﷺ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں چنانچہ حضور ﷺ نے لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مقرر فرمایا اور اپنے بستر مبارک پر سُلا دیا۔ رات کے وقت تمام جوان جمع ہو گئے اور حضور ﷺ کے گھر مبارک کا محاصرہ کر لیا۔ حضور ﷺ آدھی رات کے وقت اپنے گھر سے نکلے۔ اُس وقت آپ ﷺ سورۃ یٰسین کی اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔

و جعلنا من بین ایدیھم سدا و من خلفھم
سدا فاغشینھم فھم لا یبصرون۔(۳)

''ہم نے اُن کے سامنے ایک دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔''

یہ آیت پڑھ کر اُن پر پھونک دیا فوراً اُن کی بینائی سلب ہوگئی۔ ان پر نیند غالب آ گئی اور وہ سب اونگنے لگے۔ اُنہی لمحوں میں حضور ﷺ اُن کے نرغے کو توڑتے ہوئے

اپنے رب قدیر کی امان میں بخیر وعافیت گھر سے تشریف لے گئے۔گزرتے ہوئے اُن سب کے سروں پر ایک ایک چٹکی مٹی کی ڈالتے گئے وہاں سے سیدھے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کے گھر کا رُخ کیا ،وہ چشم براہ بیٹھے تھے ۔ اُٹھ کر آقا کو مرحبا کہا اور پھر دونوں صدیق رضی اللہ تعالیٰ کے مکان کے عقب میں موجود چھوٹے دروازے سے نکل کر غارِ ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔

اسی اثناء میں محاصرہ کرنے والوں کو ایک آدمی نے بتایا کہ محمد ﷺ تمہارا حصار توڑ کر نکل گئے اور جاتے جاتے تمہارے سروں پر مٹی ڈال گئے ہیں۔اُنہوں نے اُپنے سروں پر ہاتھ پھیرے تو مٹی موجود تھی لیکن اندر جھانک کر دیکھا تو انہیں بستر اقدس اور اس پر کوئی سویا نظر آیا تو وہ مطمئن ہو گئے۔صبح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو (بستر سے جاگتا) دیکھ کر وہ حواس باختہ ہو گئے۔(۳)

---

(۱) القرآن (8 :30)

(۲) القرآن (9:36)

(۳) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد سوم ص 61-45

غارِ ثور میں قیام

سفرِ ہجرت میں قدم قدم پر معجزے رونما ہوئے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت مسافرانِ حق کے ہمرکاب رہی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے آخری رسول ﷺ کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا۔ کفار و مشرکین ہر بار ناکام و نامراد ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان حرف بحرف سچ ثابت ہوا کہ وہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ دانش و حکمت کے تحت نبی ﷺ نے مکہ سے تین میل دور غارِ ثور میں قیام کا ارادہ فرمایا تاکہ کفار کی تلاش ختم ہو جائے تو پھر سفر جاری رکھا جائے۔ غارِ ثور میں قیام کے دوران ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کا آزاد کردہ غلام عامر اپنی بکریاں چراتا ہوا غار کے قریب لے آتا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ بکریوں کا دودھ حاصل کر لیتے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ مکہ میں قریش کی خبریں معلوم کر کے رات کو آ کر بیان کر جاتے۔

اہل مکہ تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھر رہے تھے۔ تلاش کے دوران ایک ماہر کھوجی کے ہمراہ پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے اس غار کے دہانے تک پہنچ گئے۔ جب ان کے قدموں کی آہٹ سنائی دی تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ نے جھک کر دیکھا۔ معلوم ہوا کہ کفار کی ایک جماعت غار کے منہ پر کھڑی ہے۔ اپنے محبوب ﷺ کو یوں خطرے میں گھرا دیکھ کر بے چین ہو گئے اور عرض کی:

"یارسول اللہ ﷺ! اگر انہوں نے جھک کر دیکھا تو ہمیں پالیں گے۔"

حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

یا ابا بکر ما ظنک باثنین اللہ ثالثھا

"اے ابوبکر! اُن دو کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔"

کھوجی نے ایک نشان کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ) کے پاؤں کا نشان ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جو دوسرا نشان ہے میں اسے صحیح طرح سے پہچان نہیں سکتا کیونکہ یہ اس پاؤں کے نشان سے بڑی مشابہت رکھتا ہے جو مقام ابراہیم پر ہے۔

اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم تھا کہ کفار ادھر ادھر سے مایوس ہو کر نبی ﷺ کی تلاش میں اس طرف بھی ضرور آئیں گے۔ چنانچہ اُس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسے حالات پیدا فرما دیئے کہ وہ تلاش کرتے کرتے غار کے دہانے تک تو پہنچ جاتے لیکن نہ اُس کے اندر داخل ہوتے اور نہ اُس کے اندر جھانکتے اور یوں ہی الٹے پاؤں چلے جاتے۔

ہوا یہ کہ غار کے دہانے کے قریب ایک خاردار درخت اُگ آیا جس کو عربی میں ''اُم غیلان'' کہتے ہیں۔ اس کی بلندی انسانی قد کے برابر ہوتی ہے۔ اُس کی شاخیں بڑی گنجان اور خاردار ہوتی ہیں۔ اس درخت کی موجودگی میں کسی شخص کا غار کے اندر جانا بہت مشکل ہوتا ہے نیز غار کے دہانے کے قریب جنگلی کبوتروں کے جوڑے نے گھونسلہ بھی بنایا، وہاں انڈے بھی دیئے اور اُن انڈوں کو سینے کے لئے ایک کبوتری اُن پر ڈیرا جما کر بیٹھ گئی۔ ساتھ ہی غار کے منہ پر مکڑی نے ایک گھنا جالا تن دیا۔

اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کوئی ماہر کھوجی یہاں پہنچتا تو ان چیزوں کی موجودگی کے باعث واپس چلا جاتا۔ اُمیہ بن خلف جیسا ہی غار کے دہانے پہ پہنچا تو اس کے ایک ساتھی نے اُسے کہا کہ اندر داخل ہو کر تسلی کر لو اس پر اُمیہ بن خلف بولا:

''غار کے اندر جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے دروزے پر ایک مکڑی کا جالا ہے جو محمد (ﷺ) کی پیدائش سے بھی پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔''(۱)

سراقہ کا تعاقب کرنا

کفارِ مکہ نے ان دو نفوس ذکیہ کی جستجو میں ناکامی کے بعد اعلانِ عام کر دیا کہ جو شخص اُن دو میں سے کسی ایک کو زندہ یا مُردہ حالت میں ہمارے سامنے پیش کرے گا، اُسے فی کس ایک سو سرخ اُونٹ بطورِ انعام دیئے جائیں گے۔ عرب کے افلاس زدہ لوگوں کے لئے یہ بہت بڑا انعام تھا۔

بنو مدلج کے نوجوان بھی اس مہم کو سر کرنے کے لئے کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اسی قبیلہ کا ایک نوجوان جو ایک ماہر شمشیر زن اور تیر افگن تھا، اُس کا نام سراقہ بن مالک تھا۔ وہ بھی اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کے لئے بے تاب تھا۔ اپنی مہم جوئی کی داستان اُس نے خود بیان کی ہے۔ سراقہ کہتے ہیں:۔

''ہمارے پاس بھی قریش مکہ کے قاصد یہ پیغام لے کر آئے کہ جو شخص محمد ﷺ اور ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ) کو قتل کرے گا یا انہیں زندہ گرفتار کر کے لائے گا، اُسے فی کس ایک سو سرخ اُونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ میں اپنی قوم کی ایک مجلس میں موجود تھا جہاں یہ اعلان سُنایا گیا۔ اسی اثناء میں ایک آدمی آیا اور مجھے کہنے لگا: ''اے سراقہ! میں نے ابھی ابھی تین شتر سواروں کی پرچھائیں دیکھی ہیں جو ساحل سمندر کی طرف جا رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ پرچھائیں اُنہی لوگوں کی ہیں۔''

سراقہ کہتے ہیں کہ میں جان گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں۔ میں نے اُسے کن اکھیوں سے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ وہ چپ ہو گیا پھر میں نے کہا: ''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے یہ وہ لوگ نہیں بلکہ فلاں فلاں شخص ہیں اور ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ میرے سامنے سے گزرے تھے۔ شاید اُن کا کوئی اونٹ گم ہو گیا ہے۔ وہ اُس کو ڈھونڈنے کے لئے گھروں سے نکلے

ہیں۔'' یہ کہ کر میں یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ مجھے اُن کو پکڑنے سے کوئی دلچسپی نہیں، کچھ دیر وہاں بے تعلق بیٹھا رہا پھر آہستہ سے وہاں سے اُٹھا۔ اپنے گھر آیا اور اپنی کنیز کو کہا کہ میرا گھوڑا لے کر اُس ٹیلے کے پیچھے جا کر کھڑی ہو جا۔ اور میرا انتظار کر میں ابھی آتا ہوں۔ میں نے اپنا نیزہ اُٹھایا اور گھر کے عقبی دروازے سے نکل گیا۔ وہاں گھوڑا موجود تھا۔ میں اُس پر سوار ہو کر بڑی تیز رفتاری سے اس سمت میں روانہ ہو گیا۔ بہت جلد مجھے محمد (ﷺ) کی پرچھائیں نظر آنے لگیں۔ میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

جب میں ان کے بالکل قریب پہنچا تو اچانک میرے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور میں چکرا کر زمین پر آ گرا۔ میں فوراً اُٹھا اور اپنے تُرکش سے فال کے تیر نکالنے لگا۔ اتفاق سے فال میں سے میرا ناپسندیدہ تیر نکلا جس پر لکھا تھا کہ تم جن کا تعاقب کر رہے ہو اُن کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن مجھے سو سرخ اونٹوں کے لالچ نے ایسا بدحواس کر رکھا تھا کہ میں نے تیر کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور اُسے ایڑ لگائی۔ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگا میں اس قدر قریب پہنچ گیا کہ حضور ﷺ کی تلاوت کی آواز مجھے سُنائی دینے لگی۔

حضور ﷺ بڑے سکون اور طمانیت کے ساتھ تلاوت فرماتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ میرے گھوڑے کی سموں کی آہٹ سُن کر بھی حضور ﷺ میری طرف متوجہ نہ ہوئے لیکن ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ) بار بار میری طرف دیکھتے تھے۔ جب میں اور نزدیک ہوا تو اس سنگلاخ زمین میں میرے گھوڑے کی ٹانگیں گھٹنوں تک دھنس گئیں اور میں قلابازی کھاتا ہوا نیچے آ گرا۔ میں نے گھوڑے کو جھڑکا تو وہ جھٹ کود کر باہر نکل آیا۔ میں نے پھر فال کا تیر نکالا لیکن دوبارہ وہی تیر نکلا۔ یہ تیر دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ میں اس مہم میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا۔ میں اُنہیں گرفتار نہیں کر سکوں گا۔ لیکن پھر لالچ غالب آ گیا اور میں نے تعاقب

شروع کر دیا اور میرا گھوڑا پہلے کی طرح زمین میں پھنس گیا۔ میں نے بڑی کوشش کی لیکن وہ نہ نکل سکا پھر میں نے فریاد کرتے ہوئے محمد ﷺ سے عرض کی: ''مہربانی فرما کر مجھ پر نظر کرم فرمائیں۔ بخدا میں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔''

نبی ﷺ نے صدیق رضی اللہ تعالیٰ سے فرمایا: ''اس سے پوچھو یہ کیا چاہتا ہے۔''

سراقہ نے کہا: ''میرے گھوڑے کی زمین سے نکلنے کے لئے دُعا کریں۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے دُعا فرمائی جس کی وجہ سے گھوڑا زمین سے آزاد ہو گیا۔ پھر سراقہ نے عرض کی کہ مجھے ایک معافی نامہ لکھ دیجئے۔ حضور ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کو امان نامہ لکھنے کا حکم دیا اور سراقہ سے فرمایا کہ ہمارا راز فاش نہ کرنا۔

جب مکہ فتح ہوا اور حضور ﷺ اہل حنین کے معاملات سے فارغ ہوئے تو سراقہ ہاتھ میں وہ امن کا پروانہ لیے حضور ﷺ سے ملاقات کے لیے نکلا۔ میں انصار کے دستے میں داخل ہوا تو انہوں نے مجھے نیزوں کی انیاں چبھونی شروع کر دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مجھے نبی اکرم ﷺ سے دور رہنے کا کہہ رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے میری طرف توجہ فرمائی تو انصار کو حکم دیا کہ اسے میرے قریب آنے دو۔ میں قریب پہنچا تو نبی ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ سراقہ نے اس نوازش نامہ کے ساتھ ہاتھ بلند کیا اور عرض کی : یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ کا نوازش نامہ اور پروانۂ امن ہے اور میں سراقہ بن مالک ہوں۔

رسول ﷺ نے فرمایا: ''یہ وفا اور بھلائی کا دن ہے اور تمہارے لیے بھی معافی ہے۔''

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب سراقہ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو رسول ﷺ نے فرمایا: ''اے سراقہ! اُس وقت تمہاری کیا شان ہو گی جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے۔'' اُس نے سراپا حیرت ہو کر کہا ''کسریٰ بن ہرمز کے؟''

فرمایا ''ہاں''۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ کے دورِ خلافت میں جب فارس فتح ہوا تو انہیں کنگن عطا کیے گئے۔(۱)

(۱)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد سوم ص94-92

بریدہ اسلمی کی لالچ

بریدہ بن حصیب الاسلمی اپنا قصہ سُناتے ہیں:۔

''جب میں نے سُنا کہ قریش نے حضور ﷺ کو گرفتار کرنے کے لئے ایک سو اُونٹوں کے انعام کا اعلان کیا ہے تو اتنے بڑے انعام کے لالچ میں میں بھی آپ ﷺ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ میرے ساتھ میری قوم کے ستر شہسوار تھے۔ اتفاق سے میری ملاقات حضور ﷺ سے ہوگئی۔

آپ ﷺ نے پوچھا:''من انت'' یعنی کہ تم کون ہو؟

میں نے عرض کی: میرا نام بُریدہ ہے۔

یہ سُن کر حضور ﷺ، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:''برد امرنا و صلح''یعنی کہ ہماری مہم کی تپش ٹھنڈی ہوگئی اور حالات درست ہوگئے۔

پھر پوچھا:''ممن انت؟''یعنی کہ تم کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟

عرض کی:''میں قبیلہ اسلم کا فرد ہوں۔''

یہ سُن کر فرمایا:''سلمنا''یعنی ہم محفوظ ہوگئے۔

پھر پوچھا: ممن؟''کونسی شاخ سے''

عرض کی:''من بنی سھم''''بنی سہم سے''

حضور ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ سے فرمایا:''خرج سھمک یا ابا بکر''

''اے ابوبکر! تیرا تیر نکل آیا ہے۔''

بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا:''من انت''۔''آپ (ﷺ) کون ہیں؟''

حضور ﷺ نے فرمایا:''میں محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔''

اُس پیکرِ نور کی ایک جھلک دیکھتے ہی بُریدہ کی آنکھیں روشن ہوگئیں، سارے نقاب حقیقت کے روئے زیبا سے اُٹھ گئے اور بے تابی سے پکار اُٹھا۔ ''اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد **عبدہ و رسولہ** ۔''

بریدہ اور اس کے ہمراہی تمام کے تمام مشرف بہ اسلام ہو گئے اور حضور ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔(۱)

(۱)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد سوم ص100

عمیر اور صفوان کا شرمناک معاہدہ

عمیر بن وہب، مکہ کے اصنام پرست معاشرہ میں بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اُسکی عیاری اور چالاکی کا اُس کی اہمیت میں بڑا دخل تھا۔ وہ اپنی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کے باعث مشکل مسائل کو حل کرنے کے لئے اپنی قوم کا مرجع بنا ہوا تھا۔

سب سے پہلے میدان بدر میں جنگ کی چنگاری اسی نے بھڑکائی تھی اور جب مشرکین نے راہِ فرار اختیار کی تو بھاگنے والوں میں پیش پیش تھا۔ اُس کی امیہ بن خلف کے بیٹے صفوان کے ساتھ بڑی گہری دوستی تھی۔ عمیر کے لڑکے کو مسلمانوں نے جنگی قیدی بنالیا تھا اور صفوان کے باپ اُمیہ کو مسلمان شمشیرزنوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ دونوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف عداوت وعناد کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ ایک دفعہ دونوں حجر میں جمع ہوئے اور دل کے پھپھولے پھوڑنے لگے۔

عمیر نے کہا: ''اے صفوان! اگر مسلمانوں نے تیرے سردار باپ کو قتل کر کے تیرے دل کو زخمی کیا ہے تو انہوں نے میرے نوجوان بچے کو جنگی قیدی بنا کر مجھ پر بھی زیادتی کی انتہا کردی ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں بہت مقروض ہوں اور میرے پاس قرض ادا کرنے کے لئے بھی کوئی چیز نہیں۔ نیز میں عیالدار ہوں اوران کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے میں نے کوئی پس انداز نہیں کر رکھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں چپکے سے مدینہ چلا جاتا اور محمد (ﷺ) کو قتل کر دیتا۔

اس طرح اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کوئی صورت پیدا ہو جاتی جو میرے اور تیرے بلکہ سارے اہل مکہ کے دلوں میں بھڑک رہی ہے۔ کیونکہ میں ایسا مقروض ہوں جو قرض خوروں کا قرض ادا کرنے سے قاصر ہے اور میرے پاس کوئی ایسا اندوختہ بھی نہیں کہ

اگراس منصوبہ کوعملی جامہ پہناتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں تو میرے بال بچے اس سے اپنی ضروریات پوری کرسکیں۔اگر میں وہاں چلا جاؤں اور مارا جاؤں تو لوگ یہی کہیں گے کہ قرضے سے بچنے کے لئے اس نے دانستہ اس خطرہ میں چھلانگ لگادی اور بال بچوں کو بھیک مانگنے کے لئے بے یارومددگار چھوڑ گیا ہے۔''

صفوان کے دل میں اپنے باپ، بھائی اور چچا کے قتل کے باعث ایک آگ لگی ہوئی تھی۔اس نے جب عمیر کی یہ باتیں سُنیں تو کہا:''اے عمیر!میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس مہم کے سر کرنے میں اگر تیرے ساتھ کوئی سانحہ پیش آیا تو تیرا سارا قرض میں ادا کردوں گا اور جب تک میں زندہ رہوں گا۔تیرے اہل وعیال کے جملہ اخراجات کا میں کفیل رہوں گا۔تم ان باتوں کی فکر مت کرو۔اگر اس منصوبہ کو تم عملی جامہ پہنا سکو تو ساری قوم تمہاری شکر گزار ہوگی۔''

دونوں طرف سے مناسب یقین دہانیوں کے بعد اُن کے درمیان یہ معائدہ طے پاگیا۔دونوں وہاں سے اُٹھے اور صفوان، عمیر کے لئے زادِ سفر تیار کرنے لگا۔اُس نے اسے تلوار دی جو از حد صقیل تھی۔اُس کی دھار کو خوب تیز کر دیا گیا تھا اور اُسے کئی بار زہر میں بُجھایا گیا تھا۔چند روز بعد صفوان، عمیر کو الوداع کہنے کے لئے اُس کے پاس آیا اور اس معائدے کی تجدید کرنے کے بعد تاکید کی کہ اس بات کی خبر کسی کو نہ کرنا۔پھر اس کے بعد عمیر وہاں سے عازمِ مدینہ طیبہ ہوا۔

کئی دن کے سفر کے بعد عمیر مدینہ پہنچا۔مسجدِ نبوی کے دروازے کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا، اُس سے اُترا اور اُونٹ کے پاؤں باندھ دیئے۔تلوار کو گلے میں لٹکایا اور مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کیا جہاں نبی ﷺ تشریف فرما تھے۔اچانک عمر رضی اللہ تعالیٰ کی نگاہ اُس پر پڑگئی، وہ مسجد سے باہر چند انصار کے ساتھ محوِ گفتگو تھے۔عمیر کو دیکھ کر عمر رضی اللہ تعالیٰ

گھبرا گئے۔ فرمایا: ''قریش کا یہ شیطان کسی اچھی نیت سے یہاں نہیں آیا۔''

پھر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: 'یارسول اللہ ﷺ! یہ عمیر بن وہب اپنے گلے میں تلوار آویزاں کیے ہوئے مسجد میں داخل ہوا ہے۔ یہ بڑا غدار اور دھوکہ باز ہے۔ اس کا خیال رکھیئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: عمیر کو میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عمیر کی طرف متوجہ ہوئے اور جس چمڑے کے پٹے کے ساتھ اُس نے تلوار باندھ کر گلے میں لٹکائی تھی اُس کو گریبان سے پکڑا اور گھسیٹ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ عمیر نے آکر کہا: ''صبح بخیر۔' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے ہمیں تمہارے دُعائیہ جملہ سے بہتر دعائیہ جملہ سکھایا ہے اور اہل جنت کا دُعائیہ جملہ بھی یہی ہے۔'' اس ارشاد کے بعد پوچھا: ''عمیر کیسے آنا ہوا؟'' کہنے لگا: ''میں اپنے قیدی بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں تا کہ اس کا فدیہ ادا کروں اور اُسے آزاد کراؤں۔ میرا آپ سے خاندانی تعلق ہے اُمید ہے کہ آپ میرے ساتھ خصوصی مروت فرمائیں گے۔'' عمیر نے یہ خیال کیا کہ میں نے یہ بات کہہ کر محمد (ﷺ) کو مطمئن کرلیا ہے اب میری آمد کے بارے میں آپ کو اور کسی کو کوئی شک نہیں رہا لیکن حضور ﷺ نے یہ فرما کر اُسے ششدر کر دیا کہ تمہارے گلے میں یہ تلوار لٹک رہی ہے اس کی تمہیں کیا ضرورت تھی؟''

اُس نے کہا: ''ان تلواروں کا ستیاناس ہو۔ انہوں نے پہلے ہمیں کونسا فائدہ پہنچایا ہے۔ میں اُونٹ سے اُترا اور جلدی میں آپ (ﷺ) کے پاس آگیا۔ مجھے اس تلوار کا خیال ہی نہیں رہا۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے سچی بات بتاؤ کہ کیوں آئے ہو؟''

اُس نے پھر وہی جھوٹ بولا لیکن پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ پوچھ کر اس کا راز فاش کر دیا کہ تم نے صفوان بن اُمیہ کے ساتھ حجر میں بیٹھ کر کیا شرطیں طے کی۔ اب وہ گھبرایا لیکن پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پوچھا: ''میں نے صفوان کے ساتھ کیا شرطیں طے کی ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے مجھے قتل کرنے کی اس شرط پر ذمہ داری قبول کی ہے کہ وہ تمہارے بچوں کے اخراجات کا بھی کفیل ہوگا اور تیرے قرض خواہوں کو تیرا قرض بھی ادا کرے گا۔ اے عمیر سُن! میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔ تیری مجال نہیں کہ میرا بال بیکا کر سکے۔''

حضور ﷺ کی اس ضربت قاہرہ سے اسکی عیاری، چالاکی اور دانشمندی کے سارے قلعے پیوند خاک ہو گئے اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔

اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد اعبدہ و رسولہ

یارسول اللہ ﷺ! ہم آسمانی وحی کے بارے میں آپ کی تکذیب کیا کرتے تھے لیکن یہ راز جس سے آپ ﷺ نے پردہ اُٹھایا ہے یہ تو ایک سرّ مکتوم تھا جس کی ہم دونوں کے بغیر کسی کو خبر نہ تھی۔

حضور ﷺ نے ان کے اسلام قبول کرنے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور پھر صحابہ کو فرمایا: اپنے بھائی کو دین کے مسائل سمجھاؤ۔ قرآن حکیم کی تعلیم دو اور اس کے قیدی بیٹے کو بغیر فدیہ لئے آزاد کر دو۔(۱)

---

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد سوم ص402-410

سفرِ غزوہ ذی الامر میں حملہ

غزوہ ذی الامر سے واپسی پر حضور ﷺ نے ایک بڑے چشمے ذی الامر کے پاس پڑاؤ کیا اور اپنے خیمے نصب کر دیے۔ اس روز وہاں موسلادھار بارش ہوئی جس کے باعث سب کے کپڑے گیلے ہو گئے تھے۔ حضور ﷺ ایک درخت کے نیچے آرام فرما تھے اور کپڑے سوکھنے کے لئے درخت پر پھیلا دیئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اپنے اپنے فرائض سر انجام دینے میں مشغول ہو گئے۔

شکست خوردہ مشرکین نے دور سے پہچان لیا کہ نبی ﷺ اکیلے استراحت فرما ہیں۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے سردار ''دعثور'' کو کہا کہ وہ جائے اور اس بے خبری میں اس شمع ہدایت ﷺ کو قتل کر دے پھر ایسا موقع نہیں ملے گا۔ اس نے اپنی تلوار گلے میں حمائل کی اور دبے پاؤں حضور ﷺ کی آرام گاہ کی طرف روانہ ہوا۔

حضور ﷺ کے سر مبارک کے قریب کھڑے ہو کر اس نے اپنی تلوار کو لہرایا اور کہا: ''اے محمد ﷺ آج آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ''۔

یہ پُر جلال جواب سن کر اس لرزہ طاری ہو گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔

حضور ﷺ نے تلوار فوراً اٹھالی اور اس سے پوچھا: اب بتاؤ تمھیں کون بچائے گا۔

اس نے کہا: کوئی بچانے والا نہیں آپ احسان فرمایئے۔

آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے اس کی تلوار اسے واپس کر دی اور وہ اپنی قوم کے پاس چلا گیا۔ قوم کے استفسار پر اس نے کہا کہ جب میں نے برہنہ تلوار ان کے سر پر لہرائی تو ایک

طویل قامت شخص ظاہر ہوا جس نے مجھے مکا مار کر گرایا۔ میں نے جان لیا کہ یہ فرشتہ ہے پس میں ان کی رسالت پر ایمان لے آیا ہوں۔

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد سوم ص 433 تا 434

کعب بن اشرف کی بدبختیاں

اگر چہ ہر یہودی کے دل میں اسلام دشمنی کے جذبات شعلہ زن رہتے ہیں لیکن کعب بن اشرف کی اسلام دشمنی کا انداز بڑا گھناؤنا اور نرالا تھا۔ یہ خاندانی طور پر رئیس نہیں تھا ۔اس کا باپ ایک اعرابی تھا جس کا تعلق بنی نبہان قبیلہ سے تھا۔ اس نے اپنے علاقہ میں کسی شخص کو قتل کر دیا اور جان بچانے کے لئے بھاگ کر یثرب آ گیا اور بنی نضیر کا حلیف بن گیا۔ ا س نے وہاں بڑی دولت کمائی۔

بنی نضیر قبیلہ کے سردار ابوالحقیق کی لڑکی عقیلہ سے شادی کر لی جس کے بطن سے یہ لڑکا ''کعب'' نامی پیدا ہوا۔ کعب بڑا قد آور تھا۔ اُس کی توند بڑھی ہوئی تھی اور سر نمایاں طور پر بڑا تھا۔ جسمانی وجاہت کے علاوہ وہ بڑا فصیح اللسان، قادر الکلام شاعر تھا۔ دولت وثروت کی کثرت کے باعث حجاز میں بسنے والے سارے یہودیوں کا سردار بن گیا تھا۔ اُس نے سارے یہودی عالموں کے لئے بھاری سالانہ وظائف مقرر کر رکھے تھے۔

جب نبی ﷺ نے مدینہ طیبہ میں ورود فرمایا تو یہودی علماء حسبِ معمول اپنے وظائف لینے کے لئے اُس کے پاس گئے اُس نے ان سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں تمہارے پاس کیا معلومات ہیں؟

اُنہوں نے جواب دیا: یہ وہ ہستی ہیں جن کے لئے ہم عرصہ سے چشم براہ تھے۔ اُن کی جو صفات تورات میں بیان کی گئی ہیں وہ بہ تمام ہا اُن میں پائی جاتی ہیں۔ یہ جواب سُن کر اُس نے اُن سب کو ٹکا سا جواب دیا اور کہا کہ میرے ذمہ بہت سے دوسرے فرائض ہیں جن کو ادا کرنا میری اولین ذمہ داری ہے۔ اس لئے میں مزید کچھ دینے سے قاصر ہوں۔ وہ جب بے نیل ومرام واپس آئے تو اُنہیں جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اُس کی تلافی

کے لئے وہ پھر اُس کے پاس پہنچے اور عذر خواہی کرتے ہوئے کہنے لگے: ''جلدی میں ہم سے آپ کے سوالات کے صحیح جواب نہ دیئے جا سکے۔ ہم نے اپنے اکابر علماء سے اس کے بارے میں پوچھا ہے۔ اُنہوں نے بتایا کہ یہ وہ شخص نہیں جس کا ہمیں انتظار تھا۔ یہ بات سُن کر وہ اُن سے راضی ہو گیا اور اُن کی جھولیوں کو اپنے عطیات سے بھر دیا۔

رسول مکرم ﷺ کی ہجو میں یہ بد بخت اشعار کہتا تھا، لکھتا تھا اور کفار کو حضور ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھڑکاتا تھا۔ جنگِ بدر میں کفار کی شکست کے بعد وہ یثرب سے چل کر قریش کے پاس آیا۔ اور ان کے مقتولین پر رونا شروع کر دیا۔ اُس نے اُن کی آتشِ انتقام کو خوب بھڑکایا اور بدلہ لینے کے لے انہیں جنگ پر آمادہ کیا۔ مکہ میں یہ بد بخت مطلب بن ابی دواعہ کے پاس ٹھہرا۔ اُس کی بیوی عاتکہ بھی اُس کے ساتھ کعب کی خاطر مدارت کرتی رہی۔

وہاں اثنائے قیام اُس نے ہجویہ اشعار سُنانے شروع کر دیئے۔ جب نبی ﷺ کو اس کارستانی کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے دربارِ نبوت کے شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ کو اس کا جواب لکھنے کا حکم دیا۔ حسان رضی اللہ تعالیٰ کے اشعار بجلی بن کر اُن پر گرے اور اُن کو جواب دینے کی سکت نہ رہی۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ کے اشعار میں مطلب اور اُسکی بیوی عاتکہ نے اپنا ذکر سُنا تو اُنہوں نے کعب کا سامان اُٹھا کر باہر پھینک دیا۔ پھر مکہ میں اُسے کوئی پناہ گاہ نہ ملی اور چار و ناچار اُسے یثرب واپس آنا پڑا۔ واپس آکر اس کی فطرت بد نے ایک نیا رُخ اختیار کیا۔ اُس نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ کی عصمت شعار بیویوں کے نام لے کر اپنے اشعار میں اُن سے اپنے عشق و محبت کے فرضی افسانے نظم کر کے لوگوں کو سُنانے شروع کر دیئے اور باوجود منع کرنے کے باز نہ آیا۔

انہی ایام میں کعب نے حضور ﷺ کو دعوت دی۔ اس دعوت کا مقصد یہ تھا کہ حضور

ﷺ اُس کے پاس تشریف لے آئیں گے اور وہ حضور ﷺ کو شہید کر دے گا۔ حضور ﷺ تشریف لے گئے۔ جبرائیل علیہ السلام اپنے پر تان کر کھڑے ہو گئے۔ کعب اور اس کے حواری حضور ﷺ کو دیکھ نہ سکے۔ اس طرح اُن کی اس ناپاک سازش کو اللہ تعالیٰ نے ناکام بنا دیا۔

جب صبر کا پیمانہ چھلک گیا تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''من لنا با بن الاشرف''۔ ''ہمیں اشرف کے بیٹے سے کون بچائے گا۔''
حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! اُس خبیث کو موت کے گھاٹ اُتارنے کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی قدم اُٹھانے سے پہلے سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ) سے ضرور مشورہ کر لینا۔
اس کے بعد محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ، ابونائلہ رضی اللہ تعالیٰ، عباد بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ، حارث بن اوس رضی اللہ تعالیٰ اور ابوعبس رضی اللہ تعالیٰ کے پاس گئے۔ حضور ﷺ سے جو وعدہ کیا تھا اُس سے سب کو آگاہ کیا۔ سب نے ساتھ دینے کی یقین دہانی کرائی۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ ایک روز تنہا کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اُس سے کہا: یہ شخص (محمد ﷺ) ہمیں صدقہ دینے پر بار بار مجبور کرتا ہے۔ ہمارے کھانے کے لئے بھی ایک دانہ تک اُس نے نہیں چھوڑا۔ ہم تو اس سے بہت تنگ آ گئے ہیں۔ آج مجبوراً میں تمہارے پاس کچھ قرض مانگنے آیا ہوں۔ یہ سُن کر کعب دل ہی دل میں خوش ہوا۔ کہنے لگا: ''میں تو پہلے ہی تمہیں کہتا تھا کہ تم بہت جلد اُس سے اُکتا جاؤ گے۔'' اب مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ نے کہا: ''میں تو اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ پانچ دس من غلہ تم سے مانگوں تا کہ اپنا اور اپنے بال بچے کا پیٹ بھر سکوں۔
اُس نے پوچھا: ''تمہارا اپنا غلہ کدھر گیا؟''

ابنِ مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ نے کہا: ''وہ تو ہم نے اس شخصاور اُس کے دوستوں پر خرچ کر دیا ہے۔''

کعب نے کہا: ''اب بھی تم پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی کہ تم راہِ راست سے بھٹک گئے ہواور غلط راستے پر چل نکلے ہو۔''

پھر اُس نے کہا: ''مجھے تمہارا بڑا احترام ہے اور تمہاری تکلیف کا شدید احساس ہے اس لئے جتنا غلہ تم نے مانگا ہے وہ میں ہر قیمت پر تمہیں دوں گا۔لیکن تمہیں میرے پاس کوئی چیز رہن رکھنا ہوگی۔''

اُنہوں نے کہا: ''کون سی چیز؟''

اُس نے بڑی ڈھٹائی سے کہا: ''اپنی عورتیں میرے پاس گروی رکھ دواور غلہ لے جاؤ۔

ابنِ مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ نے کہا: ''یہ تو ہمارے لئے ممکن نہیں۔تم بلا کے حسین ہو۔ہمیں خطرہ ہے کہ ہماری عورتیں تیرے عشق میں مبتلا نہ ہو جائیں۔کوئی اور چیز طلب کرو۔''

اُس نے کہا: ''پھر اپنے بیٹے میرے پاس گروی رکھ دو۔''

اُنہوں نے جواب دیا: ''یہ بھی ممکن نہیں۔اگر ہم ایسا کریں گے تو انہیں عمر بھر لوگ یہ طعنہ دیں گے کہ تم وہی ہو جن کو اُن کے والدین نے ایک دووسق غلہ کے عوض رہن رکھ دیا تھا۔ البتہ ہم اپنا اسلحہ تمہارے اطمینان کے لئے رکھوا دیں گے اگر چہ ہمیں اسلحہ کی بہت ضرورت ہے۔'' یہ وعدہ اُنہوں اس لئے کیا تھا کہ اگر وہ مسلح وہ کر آئیں تو اُن پر کوئی اعتراض نہ ہو۔کعب نے یہ تجویز منظور کر لی۔

کچھ دقفہ کے بعد اس مہم کے دوسرے شریک ابو نائلہ رضی اللہ تعالیٰ کعب کے پاس آئے اور ابنِ مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ کی طرح کعب سے گفتگو کی۔کعب نے اُن کی بات بھی مان لی۔ابو نائلہ کعب کے رضاعی بھائی تھے اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ کعب کے رضاعی بھائی

کے بیٹے تھے۔باقی اصحاب اوس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

یہ جانباز جب اس خطرناک مہم کو سر کرنے کے لئے جانے لگے تو نبی ﷺ انہیں الو داع کہنے کے لئے بقیع شریف تک تشریف لائے۔وہاں انہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا اور اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

رات کا وقت تھا اور چاندنی رات تھی۔کعبہ کا قلعہ مدینہ طیبہ سے باہر شمال مشرقی سمت میں تھا۔جب وہاں پہنچے تو سب سے پہلے ابو نائلہ رضی اللہ تعالیٰ نے آواز دی۔کعب اس وقت اپنے کمرے میں تھا اور اس کی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی۔اس کی دلہن نے اسے جانے سے روکا اور کہا کہ مجھے اس آواز سے شر اور بعض روایات کے مطابق خون کی بو آتی ہے ۔کعب نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:تم فکر نہ کرو۔ایک میرا رضاعی بھائی ہے دوسرا رضاعی بھتیجا۔

چنانچہ دامن چھڑا کر نیچے چلا گیا۔کچھ دیر آپس میں گپ شپ لگاتے رہے۔آخر انہوں نے کعب سے کہا کہ چاندنی رات ہے۔چلیں ''شعب العجوز'' تک چلیں۔کعب نے کہا:جیسی مرضی پھر کچھ دیر چلتے رہے۔چلتے چلتے ابو نائلہ رضی اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ کعب کے سر کے بالوں میں ڈالے۔پھر نکال کر سونگھا اور کہا کہ میں نے آج تک ایسا خوشبودار عطر نہیں دیکھا۔یہ سن کر وہ پھول گیا اور بولا ایسا کیوں نہ ہو جب کہ میری بیوی عرب کی تمام عورتوں سے زیادہ معطر رہتی ہے اور حسن و جمال میں سب سے بالا ہے۔

ابو نائلہ رضی اللہ تعالیٰ نے دو تین مرتبہ پھر ایسا ہی کیا۔یہاں تک کہ کعب کو اطمینان ہو گا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔آخر میں انہوں نے پھر کعب کے بالوں میں ہاتھ ڈالا تو انہیں مضبوطی سے پکڑا اور اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ اس دشمن خدا کے پرزے پرزے کر دو ۔سب نے یکبارگی اپنی تلواروں سے حملہ کر دیا۔اس نے بڑی خوفناک چیخ ماری جو اس کی بیو

ی نے سن لی۔ اس نے چلا کر یہودیوں کو مدد کے لئے پکارا۔

اسلام کے فدائیوں نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور ایک توبرے میں ڈال لیا۔ اتنے میں یہودی ہر طرف سے اکٹھے ہو گئے۔ ان صحابہ نے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور اس موذی کا سر توبرے سے نکال کر حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور ﷺ نے ان کی اس کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ (۱)

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد سوم ص 441 تا 448

احد کا خونریز معرکہ

غزوہ احد میں تیراندازوں کے اپنی مقررہ جگہ سے ہٹنے کے باعث مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی۔ مسلمان چاروں طرف سے گھیرے میں لیے جا چکے تھے۔ ہر طرف سے مسلمان پس رہے تھے اور شکست خوردہ ہو کر سراسیمہ پھر رہے تھے۔ ایسے عالم میں کسی شیطان نے تین بار یہ اعلان کیا کہ جانِ عالم ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے۔

یہ خبر سن کر لشکر بالکل پراگندہ ہو گیا۔ سب لوگ حواس باختہ ہو گئے۔ ایک گروہ تو بھاگ کر مدینہ طیبہ میں جا داخل ہوا۔ لیکن جانبازوں کی ایک جماعت نے اپنے پریشان حال ساتھیوں کو للکار کر کہا: ''آؤ! ہم بھی اس دین کی بقا کیلئے اپنی جان کی بازی لگا دیں جس کے لئے نبی ﷺ نے جام شہادت نوش کیا ہے تاکہ بارگاہ الٰہی میں شہید بن کر حاضر ہوں''۔

ان سنگین حالات میں بڑے بڑے شیر دل صحابہ رضوان اللہ اجمعین انتشار کی زد میں آ گئے تھے۔ کفار کی تلواریں مسلمانوں کو بے دریغ کاٹتی چلی جا رہی تھی۔ حضور ﷺ ایسے حالات میں بھی ایک بالشت بھر اپنی جگہ سے نہیں ہلے اور دشمن کے سامنے کھڑے رہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ کا ایک گروہ نبی کریم ﷺ کی طرف لوٹ کر آتا تھا اور دوسرا دشمن پر حملہ کرنے کے لئے میدان میں پھیل جاتا تھا۔ اس روز پیغمبر ﷺ کے ارد گرد پندرہ جاں نثار حلقہ باندھے کھڑے رہے جن میں سے آٹھ مہاجر اور سات انصار تھے۔ کفار چاروں طرف سے حضور ﷺ پر تیر برساتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی تیر آپ ﷺ کو چھو کر نہیں گزرتا تھا۔

مشرکین نے پرا باندھ کر اس عزم کے ساتھ کہ آپ ﷺ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے آپ ﷺ پر ہلہ بول دیا۔ عتبہ بن ابی وقاص نے چار پتھر مارے۔ ایک پتھر لگنے سے سامنے

والے دو اوپر کے اور دوسرے سے دو نیچے والے دانت شہید ہو گئے۔ جڑ سے نہیں اکھڑے بلکہ ان کا اوپر کا حصہ الگ ہو گیا اور نیچے والا ہونٹ مبارک بھی زخمی ہو گیا۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ نے دربار نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول ﷺ! یہ حرکت کس نے کی ہے؟

فرمایا: ''عتبہ بن ابی وقاص نے''

پوچھا: ''وہ کدھر گیا ہے؟''

حضور ﷺ نے اشارہ سے بتایا کہ اُدھر۔

حاطب رضی اللہ تعالیٰ نے تعاقب کر کے اسے جہنم رسید کیا اور اس کا سر کاٹ کر آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور ﷺ کے چہرہ انور پر عبداللہ بن الشہاب الزہری کی ضرب سے زخم آیا اور ریش مبارک خون سے تر ہو گئی۔ عبداللہ بن قمئہ، جو بنو ہذیل کا بہادر شہسوار تھا، نے حضور ﷺ کو زخمی کیا اور پھر تلوار سے وار کرنے لگا۔ حضور ﷺ اس کے حملہ کو روکنے کے لئے آگے بڑھے کہ سامنے موجود گڑھے میں گر پڑے۔ یہ گڑھا عامر فاسق کے بنائے ہوئے ان گڑھوں میں سے ایک تھا جو اس نے مسلمانوں کو گرانے کے لئے کھودے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور طلحہ رضی اللہ تعالیٰ نے نیچے اتر کر سہارا دیا۔ نبی ﷺ باہر تشریف فرما ہوئے۔ حضور ﷺ کے گھٹنوں پر خراشیں آ گئی تھیں۔

قریش کا ایک بہادر سالار عثمان بن عبداللہ مخزومی تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر محمد مصطفیٰ ﷺ پر حملہ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا اور آپ ﷺ کو مخاطب ہو کر کے نعرہ لگا رہا تھا: لا نجوت ان نجوت 'اگر آپ (ﷺ) بچ گئے تو میں کبھی نہیں بچوں گا' جب وہ قریب پہنچا تو نبی رحمت ﷺ زخمی ہونے اور نقاہت کے باوجود مقابلہ کرنے کے لئے خود کھڑے ہو گئے۔ اچانک اس کے گھو

ڑے کا پاؤں پھسلا اور وہ بد بخت زمین پر آ گرا۔ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ نے جب اسے آپ ﷺ کے مقابل دیکھا تو دوڑ کر پاس آ گئے۔ تھوڑی دیر لڑنے کے بعد اسے اپنی تلوار سے مار ڈالا۔ جب نبی اکرم ﷺ گھاٹی میں تشریف فرما ہوئے تو اچانک ابی بن خلف آ دھمکا۔ اس نے سر پر خود اور چہرے پر آہنی نقاب ڈالا ہوا تھا۔ اس نے حضور ﷺ کو دیکھ لیا تھا۔ کہنے لگا "محمد (ﷺ) کہاں ہے؟ اگر وہ بچ گیا تو میرا بچنا محال ہے۔" بہت سے مسلمان مجاہدین نے آگے بڑھ کر مقابلہ کرنا چاہا لیکن آپ ﷺ نے بلند آواز سے حکم دیا۔

اسے چھوڑ دو اور اس کا راستہ خالی کر دو۔ جب وہ قریب آ گیا تو رسول ﷺ نے حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ سے چھوٹا نیزہ پکڑ کر اس کی گردن کے ننگے حصے پر ضرب لگائی جس سے وہ حواس باختہ ہو گیا۔ سر چکرا کر گرا اور لڑھکنے لگا۔ واپس چیختا چلاتا اپنی قوم کے لوگوں کے پاس پہنچا اور کہنے لگا "محمد (ﷺ) نے مجھے قتل کر دیا ہے"۔

انہوں نے اس کا زخم دیکھا اور پھر کہنے لگے: "تم خواہ مخواہ ڈر گئے ہو چوٹ تو بہت تھوڑی ہے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ ضرب محبوب خدا ﷺ کے ہاتھ سے لگی ہے۔ وہ بد بخت احد سے واپسی پر اسی زخم کے باعث مقام سرف پر مر گیا۔ یہ واحد بد بخت ہے جس کے اوپر نبی اکرم ﷺ نے ہتھیار اٹھایا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ پہاڑ کے اوپر چڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ کے ہمراہ گیارہ انصاری اور ایک مہاجر طلحہ رضی اللہ تعالیٰ تھے۔ یکا یک مشرکین نے انہیں جا لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "کیا تم میں سے کوئی ہے جو ان کا راستہ روکے؟"۔

ایک انصاری آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے سارے کے سارے انصاری شہید ہو گئے۔ اب صرف حضور ﷺ اور طلحہ رضی اللہ تعالیٰ بچ گئے۔ ان کفار کے سامنے طلحہ رضی اللہ تعالیٰ سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے اور ان کو ایک انچ آگے نہ بڑھنے دیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ بہت اچھے تیر افگن تھے۔آپ نے کفار پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔

ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد سوم ص505 تا 526

خوش نصیب گھڑی

غزوہ احد میں بعض مسلمانوں کو جنہیں رسول ﷺ کے زندہ بچ نکلنے کا علم نہ تھا وہ شکست کھانے کے بعد پناہ کے لئے اس پہاڑی پر پہنچ گئے جہاں بعد میں نبی ﷺ نے میدان سے واپسی کے بعد پناہ لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ آپ ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی طرف چڑھ رہے تھے۔ پہاڑی پر چھپے ہوئے مسلمانوں میں سے ایک نے جب آہٹ سنی تو اُس نے اپنی کمان میں تیر رکھا اور اُسے چھوڑنے کے لئے رسول ﷺ کی طرف سیدھا کیا۔ اگر رسول ﷺ اُسے سیکھ نہ لیتے تو قریب تھا کہ وہ تیر ذات نبوی ﷺ کے سینے کی طرف چل جاتا۔ آپ ﷺ نے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ وہ مسلمان ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اُسے آواز دی کہ میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں۔ یہ آواز سُنتے ہی اُس نوجوان نے اپنی کمان سے تیر نکال لیا۔ وہ سب رسول ﷺ کے وہاں سلامتی کے ساتھ پہنچنے پر خوش ہو گئے۔

خدا جانتا ہے کہ اس وقت اس نوجوان کا کیا حال تھا جو اپنے نبی ﷺ کو شہید کرنے والا تھا۔ بلا شبہ اُسکی زندگی کی یہ خوش نصیب گھڑی تھی جس میں اُس نے اپنی اس کمان کی تانت سے اپنا تیر اُتارا۔ اگر اس سے نبی ﷺ کی طرف تیر چل جاتا تو یہ دُنیا کی منحوس ترین کمان ہوتی۔

(۱) غزوہ احد ازعلامہ محمد احمد باشمیل ص 187-186

ابوسفیان کی سازش

ایک روز ابوسفیان کے پاس اُس کے چند ہم مشرب ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) عام لوگوں کی طرح بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ کوئی محافظ دستہ اُن کی حفاظت پر مامور نہیں ہوتا۔ اگر تم میں سے کوئی شخص ہمت کرے یا چپکے سے وہاں جائے اور اچانک اُن پر حملہ کر کے اُن کا کام تمام کر دے تو ہمارے سارے انتقام پورے ہو جائیں گے۔ یہ فتنہ جس نے ہماری رات کی نینداور دن کا چین حرام کر دیا ہے دم توڑ دے گا۔

سامعین میں سے کسی نے اس کی حامی نہ بھری۔ ابوسفیان جب گھر لوٹ آیا تو ایک اعرابی نے تنہائی میں اُس سے ملاقات کی اور اسے کہا کہ اگر تم مجھے انعام دینے کا عہد کرو اور مجھے یقین دلاؤ کہ تم اس وعدے کو پورا کرو گے تو میں یہ کارنامہ سرانجام دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں صحرائی راستوں کا ماہر ہوں۔ میرے پاس چیل کے پر کے برابر ایک خنجر ہے جسے آسانی سے چھپایا جا سکتا ہے میں یہ کام بآسانی اور بڑی راز داری سے کر سکتا ہوں۔ ابوسفیان نے اس کے ساتھ انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ اُسے سواری کے لئے اُونٹ اور سفر خرچ بھی دیا اور اُسے تاکید کی کہ اس منصوبے سے کسی کو آگاہ نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص قبل از وقت اُنہیں خبردار کر دے اور تم ناکام ہو جاؤ۔ اس عرابی نے ابوسفیان کو یقین دلایا کہ فکر مت کرو۔ اس بات کی کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہونے پائے گی۔

چنانچہ رات کی تاریکی میں اُونٹ پر سوار ہو کر اپنے اس مذموم ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مکہ سے روانہ ہوا۔ آخر چھٹے روز وہ مدینہ طیبہ پہنچا۔ لوگوں سے نبی ﷺ کے بارے میں دریافت کرنے لگا کہ محمد (ﷺ) کہاں تشریف فرما ہیں؟ پوچھتے پوچھتے وہ عید گاہ تک آیا۔ وہاں سے کسی نے اُسے بتایا کہ خاتم النبیین ﷺ بنو عبد الاشہل کے پاس تشریف

فرما ہیں۔ وہ وہاں پہنچا اور اپنے اونٹ کے گھٹنے باندھنے کے بعد مسجد میں چلا گیا۔ جہاں حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ سے محو گفتگو تھے۔ حضور ﷺ کی نظر اُس کے چہرے پر پڑی تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ سے فرمایا: یہ شخص غداری کرنے آیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گا۔"

اتنے میں وہ آدمی اور نزدیک آ گیا اور پوچھنے لگا: "تم میں سے عبدالمطلب کا فرزند کون ہے؟"

نبی معظم ﷺ نے فرمایا: "میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔"

وہ حضور ﷺ پر اس طرح جھک گیا گویا کوئی سرگوشی کرنے لگا ہو۔

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ نے اُسے گلے سے پکڑ کر ایک طرف کھینچ لیا اور فرمایا: "سرکار عالم ﷺ سے دور ہو جا۔" یہ کہ اس کی تہ بند میں ہاتھ ڈال کر اُسے گھسیٹا تو اس میں چھپا ہوا خنجر مل گیا۔ حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کی: "یا رسول ﷺ! یہ دھوکا باز غدار ہے اور کسی بُری نیت سے آیا ہے۔" اعرابی کے تو حواس باختہ ہو گئے اور چلایا: "دمی دمی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)" حضور ﷺ نے اُسے فرمایا: "سچ سچ بتا دو تم کون ہو؟ اور کس نیت سے یہاں آئے ہو؟ اگر سچ بولو گے تو تمہارا ہی فائدہ ہے اور اگر جھوٹ بولو گے تو نقصان اُٹھاؤ گے جس مقصد کے لئے تم آئے ہو ہم اُس سے باخبر ہیں۔"

بدو نے کہا: "کیا مجھے جان کی امان ہے؟"

فرمایا: "ہاں"

پھر اُس نے ساری سازش کے بارے میں عرض کر دیا۔ حضور ﷺ نے اسید رضی اللہ تعالیٰ کو حکم دیا اُسے لے جائیں اور قید کر دیں۔ دوسرے روز اسے طلب کیا اور فرمایا: "تم آزاد ہو اور میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ جدھر چاہو جا سکتے ہو البتہ ایک تجویز ہے تمہاری

مرضی ہو تو قبول کرلو۔'' بولا: ''کیا تجویز ہے؟'' اسلام قبول کرلو۔ اُس نے خوشی خوشی اسلام قبول کرلیا۔(۱)

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد سوم ص 592-590

بنونضیر کی عہد شکنی

بئر معونہ کے سانحہ سے حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ واپس آتے ہوئے جب قناۃ (کوہستانی نہر) پر پہنچے تو وہاں اُن کی ملاقات بنی عامر بن صعصعہ کے دو آدمیوں سے ہوئی۔ عمرو رضی اللہ تعالیٰ نے اُن سے پوچھا: ''تم کس قبیلہ کے افراد ہو؟''
انہوں نے جواب دیا: ''بنی عامر قبیلہ کے۔''

دوپہر کا وقت تھا۔ سب قیلولہ کے لئے لیٹ گئے جب وہ دونوں سو گئے تو عمرو رضی اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کا کام تمام کر دیا کیونکہ بئر معونہ کے مقام پر ستر مبلغین کو شہید کرنے والوں کا تعلق بھی اس قبیلہ سے تھا۔ اس کے بعد عمرو رضی اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بئر معونہ کے المناک حادثے اور اُن دو آدمیوں کے قتل کے بارے میں بھی عرض کر دیا۔ حضور ﷺ نے یہ سُن کر فرمایا: ''تو نے بہت بُرا کیا ہم نے تو اُن کو امان دے دی تھی۔

اُنہوں نے عرض کی: ''یارسول ﷺ! مجھے حضور ﷺ کے امان دینے کا علم نہ تھا۔ میں تو اُنہیں مشرک خیال کرتا تھا۔ اُن کی قوم نے ہمارے مبلغین کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا تھا۔ میں نے اُسکا بدلہ لینے کے لئے یہ قدم اُٹھایا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو ہتھیار یا لباس تم نے اُن سے چھینا ہے وہ یہاں رکھ دو۔ ہم اُن کے اہل و عیال کی طرف اُن کی دیت بھیجیں گے اور اس کے ساتھ یہ سامان بھی وارثوں کو بھیجا جائے گا کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔''

یہود کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے جو معاہدہ کیا تھا اُس کی رو سے اگر فریقین میں سے کسی کو کسی مقتول کی دیت ادا کرنا پڑے تو دوسرا فریق اُس کی مدد کرے گا۔ سرکار دو

عالم ﷺ ہفتہ کے روز مسجد قبا میں تشریف لے آئے۔ وہاں نماز ادا فرمائی۔ حضور ﷺ کے ہمراہ مہاجرین و انصار کا گروہ بھی تھا۔ رسول ﷺ آٹھ دس صحابہ کے ہمراہ بنی نضیر کے ہاں تشریف لے گئے اور اُنہیں کہا کہ ان دو مقتولوں کی دیت ادا کرنے میں حسبِ معائدہ تعاون فرمائیں۔

اُنہوں نے کہا: ''یا ابو القاسم (ﷺ)! آپ نے تشریف لا کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔ ہم ضرور تعاون کریں گے۔ آپ (ﷺ) تشریف رکھیں۔ کچھ ما حضر تناول فرمایئے پھر تعمیل ارشاد ہوگی۔ بڑے ادب سے گفتگو کی، عزت سے بٹھایا اور خود ادھر ادھر ہو کر سرگوشیاں کرنے لگے۔''

حیَ بن اخطب، جو اُن کا رئیس تھا، کہنے لگا: ''اے یہودی بھائیو! آج محمد (ﷺ) آئے ہیں۔ اُن کے ساتھی دس سے بھی کم ہیں اُن میں ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ)، عمر (رضی اللہ تعالیٰ)، عثمان (رضی اللہ تعالیٰ) اور علی (رضی اللہ تعالیٰ) جیسی سر برآوردہ ہستیاں ہیں۔ چھت کے اوپر چکی کا پاٹ رکھا ہے۔ اگر اُسے اُن کے اوپر گرا دو تو اُن کا خاتمہ ہو جائے گا اور یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے فرو ہو جائے گا۔ کان کھول کر سُن لو۔ ایسا زریں موقع قیامت تک نہ ملے گا۔''

عمرو بن حجاش بولا: ''یہ خدمت میں بجالاؤں گا۔ میں چھپ کر چھت پر جاتا ہوں اور اُن پر پتھر لڑھکا دوں گا۔'' اُن میں ایک ہوش مند شخص تھا جس نام ''سلام بن مشکم'' تھا۔ وہ بولا: ''اے میری قوم! میری یہ بات ضرور مانو پھر چاہے عمر بھر میری کوئی بات نہ ماننا۔ بخدا اگر تم نے یہ حرکت کی تو اُنہیں پتہ چل جائے گا کہ تم نے اُن کے ساتھ بغاوت کی ہے اور وہ عہد جو ہمارے اور اُن کے درمیان طے پا چکا ہے یہ فعل اس عہد کو توڑنے کے برابر ہوگا۔ پس ایسی حرکت سے باز آجاؤ۔'' لیکن یہود ایسی بات ماننے والے کب تھے؟ عمرو بن

حجاش اپنے منصوبہ پر عمل کرنے کے لئے چھت پر چڑھ گیا۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس سازش سے آگاہ فرما دیا۔ حضور ﷺ جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حاضرین نے یہی سمجھا کہ رفع حاجت کے لئے تشریف لے جارہے ہیں۔ رسول ﷺ وہاں سے اُٹھ کر مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ اتنے میں ایک یہودی مدینہ طیبہ سے بنو نضیر کے پاس آیا۔ اُس نے پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اُنہوں نے بتایا کہ ہم نے ایک منصوبہ بنایا ہے اور اس کے ساتھ ہی سارا منصوبہ اُسے بتا دیا۔

اس نے پوچھا: ''وہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟''

وہ بولے ''یہیں کہیں ہیں، ابھی آرہے ہیں۔''

اُس نے جب اُن کو بتایا کہ احمقو! تم اُنہیں یہاں ڈھونڈ رہے ہو۔ میں تو اُن کو مدینہ شہر میں دیکھ کر آرہا ہوں۔ یہ سُن کر وہ حواس باختہ ہو گئے اور اُن کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ ابھی تک بیٹھے ہادیٔ دوعالم ﷺ کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ جب زیادہ وقت گزر گیا تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''حضور ﷺ کسی اہم کام کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟'' سب پیغمبر خدا ﷺ کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے۔

جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ کو جاتے دیکھا تو حیٔ بن اخطب کہنے لگا کہ ابوالقاسم نے بہت جلدی کی ہے ہم تو اُن کے حکم کی تعمیل میں لگے ہوئے تھے لیکن دل ہی دل میں اپنی اس ناکامی پر اُنہیں شدید ندامت کا احساس تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ تشریف لے آئے اور ہمیں پتہ ہی نہیں چلا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہود نے مجھے قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ میرے اللہ نے مجھے بتا دیا

اور میں اُٹھ کر چلا آیا۔(۱)

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یا ایھا الذین امنوا اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ ھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم فکف ایدیھم عنکم ج واتقو اللہط وعلی اللہ فلیتوکل المومنون(۲)

ترجمہ:''اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی۔ جب ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا۔ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو۔

---

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ جلد سوم ص597-600

(۲)(القرآن11:5)

سفرِ غزوۂ ذات الرقاع میں حملہ

بنی محارب قبیلہ کا غورث نامی ایک شخص اپنی قوم کے سرداروں کے پاس گیا اور اُنہیں کہا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو میں محمد (ﷺ) کی زندگی کا خاتمہ کرسکتا ہوں۔ اُنہوں نے اس کی اس تجویز پر بڑی خوشنودی کا اظہار کیا اور پوچھنے لگے کہ تم یہ کیسے کر سکتے ہو؟

اُس نے کہا: ''میں اچانک بے خبری میں اُن پر حملہ کر دوں گا۔''

چنانچہ اپنی قوم کے رئیسوں کی آشیر باد حاصل کر کے وہ اس مہم کو سر کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جب وہ مسلمانوں کی قیام گاہ میں گیا تو دیکھا کہ نبی ﷺ اکیلے تشریف فرما ہیں اور تلوار گود میں رکھی ہے۔

وہ بڑے مؤدب طریقے سے قریب جا کر بیٹھ گیا اور بڑے ادب سے کہنے لگا: ''کیا میں آپ کی یہ تلوار دیکھ سکتا ہوں؟''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''بڑی خوشی سے۔''

چنانچہ اُس نے تلوار اُٹھائی۔ اُسے نیام سے نکالا اور لہرانے لگا۔ دل ہی دل میں رسول ﷺ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرنے لگا۔ اِسی اثناء میں اُس نے پوچھا: ''اے محمد (ﷺ)! آپ کو مجھ سے ڈر نہیں لگ رہا ہے؟''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں میں تجھ سے قطعاً خائف نہیں ہوں۔''

اس نے پھر پوچھا: ''کیا اب بھی آپ خوفزدہ نہیں حالانکہ میرے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے۔''

حضور ﷺ نے بڑے وثوق سے فرمایا: ''کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے تیرے شر سے بچائے گا۔''

حضور ﷺ کے اس پُر یقین جواب سے وہ اس حد تک مرعوب ہوا کہ اپنے اس برے ارادے سے تائب ہوا اور چپکے سے آپ ﷺ کے سامنے تلوار رکھی اور آپ ﷺ کو

نقصان پہنچائے بغیر واپس چلا گیا۔(۱)

(۱)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد سوم ص614

خسرو پرویز کا گستاخانہ حکم

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ نے اپنے صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ کو بھیجا تا کہ وہ ایران (فارس) کے فرمانروا خسرو پرویز کو نبی ﷺ کا گرامی نامہ پہنچائیں۔ یہ خط سر بمہر تھا اس کا متن درج ذیل ہے۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم

من محمد رسول الله الى كسرىٰ عظيم فارس

سلام على من اتبع الهدىٰ و امن بالله و رسوله و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و ان محمدا عبده و رسوله۔ و ادعوك بداعية الله عزوجل۔ فاني انا رسول الله عزوجل الى الناس كافة لا نذر من كان حيا و حق القول على الكفرين۔ اسلم تسلم فان ابئت فعليك اثم المجوس۔

ترجمہ: یہ خط محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے کسریٰ شاہِ فارس کے نام ہے۔ سلامتی ہو ہر اُس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لے آیا۔ اور یہ گواہی دی کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے کسریٰ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر

ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ میں بروقت متنبہ کروں جو زندہ ہیں اور تاکہ حجت تمام کروں کافروں پر۔ اسلام قبول کر لے سلامت رہے گا۔ اور اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کرے گا تو تیری گردن پر سارے مجوسیوں کی گمراہی کا گناہ ہوگا۔"

جب اُس پیکر نخوت وغرور نے یہ ہدایت نامہ پڑھا تو فرطِ غضب سے آپے سے باہر ہو گیا اور اُس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہا کہ میرا ایک غُلام (معاذ اللہ) مجھے اس قسم کا خط لکھنے کی جسارت کرتا ہے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کو جب اس گستاخی کے بارے میں علم ہوا تو ارشاد فرمایا: "اُس نے میرے گرامی نامہ کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ملک کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔"

اس کے بعد کسریٰ نے یمن میں اپنے مقرر کردہ گورنر باذان کو حکم نامہ لکھا جس میں اس نے کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تیرے علاقے میں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اُسے فوراً ہتھکڑی لگا کر میرے پاس بھیجو۔ باذان نے اپنے ایک وزیر بانویہ کو ایک فارسی النسل شخص خرخسرہ کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ کیا نیز اُس نے ایک خط بھی رسول ﷺ کے نام لکھ کر اُنہیں دیا۔ اس میں تحریر تھا کہ آپ (ﷺ) ان دونوں کے ہمراہ کسریٰ کے پاس فوراً پہنچیں۔

جب یہ لوگ طائف پہنچے تو وہاں قریش مکہ کے کئی سردار آئے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے جب باذان کا خط پڑھا تو خوشی سے اُن کی باچھیں کھل گئیں۔ کہنے لگے: "اب ان کی ٹکر کسریٰ سے ہوئی ہے۔ ان کا خاتمہ اب زیادہ دور نہیں۔" بونویہ اور خرخسرہ وہاں سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ رحمت اللعالمین ﷺ نے اُنہیں خوش آمدید کہا۔ اُن کے طعام و قیام کا انتظام فرمایا۔ پھر صبح کے وقت اُنہیں اپنے پاس بلوایا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو اُنہیں بیٹھنے کا

اشارہ فرمایا۔دونوں دوزانو ہوکر بیٹھ گئے۔بانو یہ نے سلسلہ کلام کا آغاز کیا۔

اُس نے کہا: ''شہنشاہ ایران نے ہمارے فرمانروا باذان کو خط لکھا ہے جس میں حکم دیا ہے کہ وہ آپ (ﷺ) کی طرف اپنے آدمی بھیجے جو آپ (ﷺ) کو پکڑ کر اُس کے دربار میں پہنچائیں۔باذان نے یہ ڈیوٹی ہمارے سپرد کی ہے۔اگر آپ ہمارے ساتھ چلیں تو باذان آپ (ﷺ) کیلئے سفارشی خط شہنشاہ کو تحریر کر دے گا جس سے آپ (ﷺ) کو فائدہ پہنچے گا اور اگر آپ (ﷺ) اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ آپ (ﷺ) اور آپ (ﷺ) کی ساری قوم کو تباہ کر دے گا۔آپ کے شہروں کو برباد کر کے رکھ دے گا۔''

سرکارِ دو عالم ﷺ نے وہ خط پڑھا اور اُن کی دھمکی آمیز گفتگو سُن کر تبسم فرمایا، پھر اُنہیں بڑے محبت بھرے انداز میں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔وہ گفتگو تو بری جرأت کے ساتھ کر رہے تھے لیکن جلال نبوت سے اُن کے دل تھر تھر کانپ رہے تھے۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ ﷺ ہمارے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں تو ہمارے بادشاہ باذان کے نام جوابی خط لکھ دیجئے۔حضور ﷺ نے فرمایا: ''اب جاؤ اور آرام کرو۔کل صبح پھر ملاقات ہوگی۔

رات کو جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! اللہ نے اُس مغرور پر اُس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا ہے اُس نے اُس کے پیٹ میں چُھرا گھونپ کر رات کے فلاں وقت اُس کا کام تمام کر دیا ہے۔

جب صبح بانو یہ اور خرخسرہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اپنے صاحب کو جا کر بتا دو کہ میرے رب نے اُس کے رب کسریٰ کو آج رات قتل کر دیا ہے جبکہ رات کے سات پہر گزر چکے تھے۔اُس کے بیٹے شیرویہ نے اس کی چھاتی

پر چڑھ کر اسکا پیٹ پھاڑ ڈالا ہے۔ جاؤ اور باذان کو جا کر اُس کے شہنشاہ کی ہلاکت کی اطلاع دو۔ وہ کہنے لگے: ''آپ (ﷺ) کو علم ہے کہ آپ (ﷺ) کیا کہہ رہے ہیں؟ اس کے نتائج کتنے خوفناک ہوں جو آپ (ﷺ) نے کہا ہے؟ ہم اپنے بادشاہ کو لکھ دیں گے اور وہ اس کی اذیت ناک سزا دے گا۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''بے شک یہ باتیں اُسے جا کر بتا دو اور ساتھ ہی اُسے یہ بھی بتانا کہ میرا دین اور میری حکومت کسریٰ کی مملکت کی آخری حدوں تک پہنچے گی بلکہ وہاں تک جہاں تک کوئی کُھر یا سم والا جانور موجود ہو گا۔ اُسے میری طرف سے یہ بھی کہنا کہ اگر تم اسلام قبول کر لو گے تو تمہارا ملک اور تمہارا ساز و سامان تمہارے پاس ہی رہنے دیا جائے گا۔''

جب باذان کے قاصد واپس جانے لگے تو احمد مرسل ﷺ نے ایک کمر بند جو سونے چاندی سے مرصع تھا خرخسرہ کو بطور تحفہ عطا فرمایا اور انہیں رخصت فرما دیا۔ وہ جب باذان کے پاس پہنچے تو سارے واقعات اُس سے کہہ سُنائے۔ باذان نے کہا: ''یہ گفتگو کسی بادشاہ کی معلوم نہیں ہوتی بلکہ نبی کی معلوم ہوتی ہے۔ اگر اُن کی بتائی ہوئی باتیں درست ہو ئیں تو میں اُن پر ایمان لے آؤں گا۔''

چند روز ہی گزرے تھے کہ شیرویہ کا خط اُس کے نام موصول ہوا جس میں اُس نے اپنے باپ کے قتل اور اپنی بادشاہت کا لکھا تھا۔ اس نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ جس شخص کے قید کرنے کا میرے باپ نے حکم دیا تھا اسے تا حکم ثانی رہنے دو۔ باذان اور اسکے رفقاء نے یہ سن کر فوراً اسلام قبول کر لیا۔

---

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد چہارم ص 204-207

زہر آلود گوشت کی دعوت

جب رسول اللہ ﷺ فتوحات سے فارغ ہوئے تو زینب بنت حارث (جو سلام بن مشکم کی بیوی تھی) نے ایک بکری کا گوشت بھون کر آنحضرت ﷺ کی دعوت کی۔ اس نے لوگوں سے دریافت کر رکھا تھا کہ نبی ﷺ کو دستی کا گوشت پسند ہے؟"

اُس نے دستی میں بہت سا اور باقی گوشت میں بھی خوب زہر ملا کر حضور ﷺ کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے اُس میں سے ایک بوٹی اُٹھا کر منہ میں رکھی اور اُس کو چبایا مگر نگلا نہیں بلکہ اُس کو تھوک دیا۔

بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ اُنہوں نے ایک بوٹی اُٹھا کر نگل لی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "یہ ہڈی مجھ سے کہتی ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔" پھر آپ نے اس عورت کو بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے اس بات کا اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "تم نے یہ کام کیوں کیا ہے؟" عورت نے کہا: "اس لئے کہ تم نے میری قوم کی جو حالت کی ہے وہ سب جانتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اگر تم بادشاہ ہو تو میں تم کو زہر دے کر نجات پاؤں گی اور اگر تم نبی ہوئے تو تم کو ضرور اُس زہر کی خبر ہو جائے گی۔"

رسول ﷺ نے اُس عورت سے درگزر فرمایا۔ لیکن بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد اُسے اُن کے قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ (۱)

(۱) سیرت النبی از ابنِ ہشام جلد دوم ص 233-232

فضالہ بن عمیر کا ناپاک ارادہ

فتح مکہ سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر، جو دل سے مسلمان نہیں ہوا تھا، نے موقع دیکھ کر ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کو شہید کر ڈالے۔

جب وہ اس ارادہ سے قریب پہنچا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا فضالہ آتا ہے؟''

فضالہ بولا: ''ہاں''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے؟''

فضالہ نے کہا: ''کچھ نہیں میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔''

نبی رحمت ﷺ یہ سُن کر ہنس پڑے اور فرمایا: ''اچھا! تم اپنے خدا سے اپنے لئے معافی کی درخواست کرو۔''

یہ فرما کر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اُس کے سینے پر رکھ دیا۔

فضالہ کا بیان ہے کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے بہت اطمینان قلب حاصل ہوا اور حضور ﷺ کی محبت اس قدر میرے دل میں پیدا ہوگئی کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ رہا۔''(۱)

---

(۱) رحمت اللعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری جلد اول ص116

لبید بن اعصم کا جادو

صلح حدیبیہ کے بعد جب رسول ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو محرم ۷ ھ میں خیبر کے یہودیوں کا ایک وفد مدینہ طیبہ آیا اور ایک مشہور جادوگر لبید بن اعصم سے ملا جو انصار کے قبیلہ بنی زریق سے تعلق رکھتا تھا۔ اُن لوگوں نے اُس سے کہا کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ ہم نے اُن پر بہت جادو کرنے کی کوشش کی مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اب ہم تمہارے پاس آئے ہیں کیونکہ تم ہم سے بڑے جادوگر ہو۔ لو، یہ تین اشرفیاں حاضر ہیں۔ انہیں قبول کرلو۔ اور محمد (ﷺ) پر ایک زور کا جادو کردو۔

اُس زمانے میں حضور ﷺ کے ہاں ایک یہودی لڑکا خدمت گار تھا۔ اس سے ساز باز کر کے ان لوگوں نے نبی ﷺ کی کنگھی کا ایک ٹکڑا حاصل کرلیا جس میں آپ ﷺ کے موئے مبارک تھے انہی بالوں اور کنگھی کے دندانوں پر جادو کیا گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ لبید نے خود جادو کیا اور بعض کے مطابق اپنی بہنوں سے کروایا جو اُس سے بڑی جادوگرنیاں تھیں۔ بہرحال ان دونوں صورتوں میں سے جو بھی صورت ہو۔ اُس جادو کو ایک نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں رکھ کر لبید نے بنی زریق کے کنویں 'ذروان' یا 'ذی اروان' نامی کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا۔

اس جادو کا اثر رسول ﷺ پر ہوتے ہوتے ایک سال لگا۔ دوسری ششماہی میں کچھ تغیر مزاج محسوس ہونا شروع ہوا۔ آخری چالیس دن سخت اور آخری تین دن نہایت سخت گزرے۔ مگر اس کا زیادہ سے زیادہ جو اثر حضور ﷺ پر ہوا وہ بس یہ تھا کہ آپ ﷺ گھلتے چلے جارہے تھے۔ کسی کام کے متعلق خیال فرماتے کہ وہ کرلیا ہے مگر نہیں کیا ہوتا تھا۔ بعض

اوقات آپ ﷺ کو اپنی نظر پر بھی شبہ ہوتا تھا کہ کسی چیز کو دیکھا ہے مگر نہیں دیکھا ہوتا تھا۔ یہ تمام اثرات آپ ﷺ کی ذات تک محدود رہے حتٰی کہ دوسرے لوگوں کو یہ معلوم تک نہ ہوسکا کہ آپ ﷺ پر کیا گزر رہی ہے؟

رہی بات آپ ﷺ کے نبی ہونے کی حیثیت کی تو اس میں آپ (ﷺ) کے فرائض کے اندر کوئی خلل واقع نہ ہونے پایا۔ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ اُس زمانے میں آپ ﷺ نے قرآن کی کوئی آیت غلط پڑھی ہو یا کوئی آیت بھول گئے ہوں یا اپنی صحبتوں، وعظوں یا خطبوں میں آپ ﷺ کی تعلیمات کے اندر کوئی فرق آیا ہو یا کوئی ایسا کلام آپ ﷺ نے وحی کی حیثیت سے پیش کر دیا ہو۔ جو فی الواقع آپ ﷺ پر نازل نہ ہوا ہو یا کوئی نماز آپ ﷺ سے چھوٹ گئی ہو اور اُس کے متعلق آپ ﷺ نے سمجھ لیا ہو کہ پڑھ لی ہے مگر نہ پڑھی ہو۔

آپ ﷺ ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ کے ہاں تشریف فرما تھے اور بار بار اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگ رہے تھے۔ اُسی حالت میں نیند آ گئی یا غنودگی چھا گئی اور پھر بیدار ہو کر آپ ﷺ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ سے کہا کہ میں نے جو بات اپنے رب سے پوچھی تھی وہ اُس نے مجھے بتا دی ہے۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کی: ''وہ کیا بات ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو آدمی (فرشتے آدمی کی شکل میں) میرے پاس آئے ایک سرہانے کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا پائنتی کی طرف۔

ایک نے پوچھا: ''انہیں کیا ہوا؟''

دوسرے نے کہا: ''ان پر جادو ہوا ہے۔''

پہلے نے پوچھا: ''کس نے کیا ہے؟''

جواب دیا: ''لُبید بن اعصم نے۔''

پوچھا: ''کس چیز سے کیا ہے؟''

جواب دیا: ''کنگھی اور بالوں میں ایک نر کھجور کے خوشے کے غلاف کے اندر۔''

پوچھا: ''وہ کہاں ہیں؟''

جواب دیا: ''بنی زریق کے کنویں ذی اروان (ذروان) کی تہہ میں پتھر کے نیچے ہے۔''

پوچھا: ''اب اس کے لئے کیا کیا جائے؟''

جواب دیا: ''کنوئیں کا پانی سونت دیا جائے اور پھر پتھر کے نیچے سے اس کو نکال لیا جائے۔''

اس کے بعد حضور ﷺ نے علی رضی اللہ تعالیٰ، عمار رضی اللہ تعالیٰ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ کو بھیجا۔ اُن کے ساتھ بنی زریق کے دو اصحاب جبیر رضی اللہ تعالیٰ اور قیس رضی اللہ تعالیٰ بھی شامل تھے بعد میں آنحضرت ﷺ خود بھی چند اصحاب کے ہمراہ وہاں پہنچ گئے۔ پانی نکالا گیا اور وہ غلاف برآمد کرلیا گیا۔ اس میں کنگھی اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کی گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں اور موم کا ایک پُتلا تھا جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں۔

جبرائیل علیہ السلام نے آکر بتایا کہ آپ ﷺ معوذتین پڑھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور اس کے ساتھ ایک ایک گرہ کھولی جاتی اور پُتلے میں سے ایک سوئی نکالی جاتی رہی۔ خاتمہ تک پہنچتے ہی ساری گرہیں کُھل گئیں۔ ساری سوئیاں نکل گئی اور آپ ﷺ جادو کے اثر سے نکل کر اس طرح ہو گئے جیسے کوئی بندھا ہوا شخص کُھل جائے۔ لبید نے اپنے جُرم کا اعتراف کرلیا اور آپ ﷺ نے اُسے معاف کردیا۔(۱)

(۱) تفہیم القرآن - از ابوالاعلیٰ مودودی جلد ششم ص 555-554

وفد بنی عامر بن صعصعہ کی سازش

بنی عامر کے وفد کے لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ عامر بن طفیل، اربد بن قیس اور جبار بن سلمی تینوں اشخاص بنی عامر کے سردار اور اول درجہ کے شیاطین تھے۔ عامر بن طفیل اس وفد میں اس لئے آیا تھا کہ موقع کی مناسبت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے نبی ﷺ کو نقصان پہنچا سکے۔

لوگ اُسے کہتے تھے: "اے عامر! سب لوگ مسلمان ہوگئے تو بھی اسلام قبول کرلے۔" وہ بولا: "واللہ! میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس بات کی کوشش کرتا رہوں گا کہ تمام عرب میرے مطیع ہوں پھر اب میں اس شخص کا کیسے مطیع بن سکتا ہوں؟" پھر عامر نے اربد سے کہا: "جب ہم محمد (ﷺ) کے پاس پہنچیں گے تو میں اُن کو باتوں میں مشغول کرلوں گا۔ تم تلوار سے اُن پر وار کرلینا۔"

یہ شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عامر بن طفیل نے کہا: "اے محمد (ﷺ)! مجھ سے خلوت میں کچھ باتیں کیجیے۔" رسول ﷺ نے فرمایا: "تو پہلے اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لا۔"

اُس نے آپ ﷺ کو باتوں میں لگایا اور اربد کی طرف دیکھنا شروع کردیا تاکہ جس بات کا اُس کو حکم دیا تھا اُس کو وہ پورا کرے مگر اربد خاموش کھڑا رہا۔ جب عامر نے دیکھا کہ اربد کچھ نہیں کرتا تو غصہ میں وہاں سے کھڑا ہوکر نبی ﷺ سے کہنے لگا: "قسم ہے خدا کی! سواروں اور پیدلوں سے میں تمہارے مقابلہ پر زمین کو بھر دوں گا۔"

آپ ﷺ نے اُن دونوں کے حق میں بددعا فرمائی۔ جب عامر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزر کر باہر نکلا تو اربد پر بہت خفا ہوا کہ تو نے محمد (ﷺ) کو قتل کیوں نہ کیا۔

اربد نے کہا: ''تو ناحق ناراض ہو رہا ہے جب میں نے یہ ارادہ کیا تو بجز تیرے اور کوئی مجھ کو دکھائی نہ دیا تو پھر کیا میں تجھے قتل کرتا۔''

جب یہ لوگ اپنے شہروں کو واپس ہوئے تو رات ہی میں عامر بن طفیل مرض طاعون میں گرفتار ہو کر بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں مر گیا اور اربد بن قیس اپنا اونٹ لے جاتے ہوئے آسمانی بجلی کا شکار بنا۔ آسمانی بجلی نے اُسے اونٹ سمیت جلا کر رکھ کر دیا۔(۱)

(۱) سیرت النبی از ابن ہشام جلد دوم ص 634-363

باب سوم

صبحِ دوامِ زندگی

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝

ترجمہ: اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول گذر چکے۔ تو کیا وہ اگر انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا۔ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا۔ اور عنقریب اللہ شکر گزاروں کو صلہ دے گا۔

آغاز سفر آخرت

29 صفر المظفر روز دوشنبہ نبی رحمت ﷺ ایک جنازہ سے واپس تشریف لا رہے تھے راستہ میں ہی دردِ سر شروع ہوگیا۔ پھر تپ شدید لاحق ہوئی۔ ابوسعید حذری کا بیان ہے کہ جو رومال آنحضرت ﷺ نے سر مبارک پر باندھ کر رکھا تھا۔ میں نے اُسے ہاتھ لگایا، اُس سے سینک آ تا تھا۔ بدن ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت سے نہ ہوا۔ میرے تعجب کرنے پر فرمایا: ''انبیاء سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ان کا اجر سب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ بیماری کے عالم میں گیارہ دن تک مسجد میں آ کر خود نماز پڑھاتے رہے۔ مختلف روایات کے مطابق بیماری کے دن تیرہ، چودہ یا پندرہ ہیں۔

جس دن نبی اکرم ﷺ ام المومنین حضرت میمونہ کے حجرہ میں تشریف فرما تھے اس دن درد کی شدت میں اضافہ ہوگیا۔ بیماری کی اس شدت کے باوجود رسول ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی باریوں کا لحاظ رکھا۔ لیکن جب ہر روز مکان بدلنے میں دقت محسوس ہوئی تو ان سب کو طلب فرمایا اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ کے حجرہ میں بیماری کے دن گزارنے کی اجازت طلب فرمائی۔ جب انہوں نے اجازت دے دی تو آپ ﷺ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے کندھوں کا سہارا لے کر عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ کے حجرہ مبارک میں تشریف لے آئے۔ قدم مبارک نقاہت کی وجہ سے زمین کے ساتھ گھسٹ رہے تھے۔ جمعرات کے دن شدید بخار کی حالت میں حضرت اسامہؓ کا لشکر روانہ فرمایا۔ اس لشکر میں اکابر صحابہ بھی شامل تھے۔

ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد چہارم ص 792 تا 795

آخری ہفتہ

آخری ہفتہ رسول ﷺ نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ کے گھر میں پورا فرمایا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں کہ جب کبھی آپ ﷺ بیمار ہوا کرتے تو یہ دعا فرماتے اور اپنے ہاتھ جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے تھے۔

انذهب الباس رب الناس و اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءك شفاء لا يغادر سقما۔

''اے نسل انسان کے پالنے والے! خطرے کو دور فرمادے اور صحت عطا کر۔
شفا دینے والا تو ہی ہے اور شفا کا نام شفا ہے جو تو عنایت کرتا ہے۔
ایسی صحت دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑ۔''

ان دنوں میں میں نے یہ دعا پڑھی اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں پر دم کر کے چاہا کہ جسم اطہر پر مبارک ہاتھوں کو پھیر دوں۔ نبی ﷺ نے ہاتھ اٹھا لیے اور فرمایا:

اللّٰهم اغفرلی و الحقضی بالرفیق الاعلی

ضیاءالنبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد چہارم ص792 تا795

پانچ دن قبل

چہار شنبہ کا دن تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے مخضب میں بیٹھ کر سات کنوؤں کی سات مشکوں کا پانی سر پر ڈلوایا۔ اس تدبیر سے کچھ سکون ہوا۔ جب طبیعت ذرا ہلکی ہوئی تو مسجد میں تشریف لے آئے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ منبر پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا:

ان یہودیوں، نصرانیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ میرے بعد میری قبر کو ایسا نہ بنانا کہ اس کی پرستش ہوا کرے۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہے جس نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں تمہیں اس سے منع کرتا رہا ہوں۔ دیکھو، میں تبلیغ کر چکا۔ الٰہی تو اس کا گواہ رہنا۔ الٰہی تو اس کا گواہ رہنا۔

اے لوگو! اگر میں نے کسی کو کوئی ضرر پہنچایا ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہو تو وہ انتقام لے سکتا ہے۔ اگر کسی کا مال لیا ہو تو میرا مال حاضر ہے۔ تم میں سے کوئی یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے مجھ سے انتقام لیا تو میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا یہ میری شان نہیں۔

ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے تین درہم آپ ﷺ کے ذمہ ہیں۔'' نبی ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ کو حکم دیا کہ اس کے تین درہم اس کو ادا کر دیں۔ پھر فرمایا: اگر کسی نے مال غنیمت سے ناجائز لیا ہے تو وہ بیت المال میں لوٹا دے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! مال غنیمت کے تین درہم میرے ذمہ واجب الادا ہیں۔''

فرمایا: ''تم نے یہ درہم کیوں لیے تھے؟''

عرض کی: ''اس وقت میں مفلس اور تنگ دست تھا۔''

حضور ﷺ نے حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ کو حکم دیا کہ اس سے تین درہم لے کر بیت المال میں جمع کرا دیں۔

اس کے بعد نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد پھر منبر شریف پر جلوہ فرما ہوئے۔ منبر پر یہ آپ ﷺ کی آخری نشست تھی۔ حمد وثناء کے بعد فرمایا:

''میں تم کو انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں۔ یہ لوگ میرے جسم کے پیرہن اور میرے زادِ راہ رہے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے واجبات کو پورا کر دیا ہے اور اب اُن کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔ اُن میں سے اچھا کام کرنے والوں کی قدر کرنا اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرنا۔''

پھر اس کے بعد فرمایا کہ ایک بندے کے سامنے دُنیا و مافیھا کو پیش کیا گیا مگر اُس نے آخرت ہی کو اختیار کیا۔

اس امر کو نبی کے یارِ غار ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ ہی سمجھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ماں ، باپ، ہماری جانیں اور ہماری زر و مال آپ ﷺ پر فدا ہوں۔'' (۱)

---

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد چہارم ص796,800,801

چار دن قبل

جمعرات کا ذکر ہے کہ شدت مرض بڑھ گئی ۔اِسی حالت میں رسول ﷺ نے حاضرین سے فرمایا:''لاؤ میں تمہیں کچھ لکھ دوں تا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔''
بعض بولے:'' نبی ﷺ پر شدت درد غالب ہے۔ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔''جب لوگ آپس میں جھگڑنے لگے تو نبی ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔

اُس کے بعد اسی روز حضور ﷺ نے تین وصیتیں فرمائیں۔

ا۔یہود کو جزیرۂ عرب سے باہر کر دیا جائے۔

۲۔وفود کی عزت و مہمانی اسی طرح کی جائے جیسا کہ معمول نبی ﷺ تھا۔

۳۔تیسری وصیت سلیمان الاحول کی روایت میں بیان نہیں ہوئی مگر صحیح بخاری کی کتاب الوصایا میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے قرآن پاک کے متعلق وصیت فرمائی۔(و اللہ اعلم با لصواب)

اُس روز مغرب تک کی تمام نمازیں نبی ﷺ نے خود پڑھائیں۔نمازِ مغرب میں سورۃ المرسلات کی تلاوت فرمائی۔اس سورت کی آخری آیت بھی قرآن پاک کی جلالت شان کو آشکار کرتی ہے۔

فبای حدیث بعدہ یومنون ۃ القرآن(50:77)

ترجمہ:قرآن کے بعد اور کس کا کلام لاؤ گے؟

نماز عشاء کے لئے مسجد میں جانے کا تین بار عزم فرمایا۔ ہر دفعہ وضو کے لئے بیٹھے تو بے ہوشی طاری ہوگئی۔آخر کار ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اس حکم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی حیات طیبہ میں سترہ

نمازیں باجماعت پڑھائیں۔

(۱) رحمت اللعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری ص242-243

دو دن قبل

شنبہ کا ذکر ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کی امامت میں نماز ظہر قائم ہو چکی تھی کہ نبی ﷺ نے حضرت عبا رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے کندھوں پر سہارا دیئے ہوئے مسجد کے اندر تشریف فرما ہوئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ پیچھے ہٹنے لگے تو نبی ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے مت ہٹو۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کے برابر بیٹھ کر نماز میں داخل ہو گئے اب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ تو آنحضرت ﷺ کی اقتداء کرتے تھے اور باقی لوگ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کی تکبیرات پر اپنی نماز ادا کر رہے تھے۔(۱)

---

(۱) رحمت اللعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری ص243

ایک دن قبل

یک شنبہ کے دن سب غلاموں کو آزاد فرمایا۔ بعض روایات کے مطابق اُن کی تعداد چالیس تھی۔ گھر میں جو نقد سات دینار تھے وہ غُربا میں تقسیم کر دیئے۔ اُس دن کی شام کو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ نے چراغ کا تیل پڑوسن سے عاریتاً منگوایا تھا۔

سلامات مسلمانوں کو ہبہ فرمائے۔ حضور ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے عوض رہن رکھی تھی۔(۱)

(۱) رحمت اللعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری ص243-244

آخری دن

دوشنبہ کے دن نماز صبح کے وقت حضور ﷺ نے وہ پردہ اُٹھا دیا جو حجرۂ عائشہ اور مسجد کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اُس وقت نماز ہو رہی تھی تھوڑی دیر تک نبی ﷺ اُس نظارۂ پاک کو جو آپ ﷺ ہی کی تعلیم کا نتیجہ تھا، ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس نظارہ سے رُخ انور بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس وقت چہرہ مبارک ورقِ قرآن معلوم ہوتا تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا کہ رُخ انور کی طرف متوجہ ہو گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ پیچھے ہٹنے لگے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کو موجب ہوا۔ پھر حضور ﷺ نے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ ہی نے مکمل کروائی۔ اس کے بعد حضور ﷺ پر کسی دوسری نام نماز کا وقت نہیں آیا۔

دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بُلایا۔ کان میں کچھ بات کہی تو وہ رو پڑیں۔ پھر کچھ اور بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ بتول پاک سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ پہلی بات جو نبی ﷺ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ اب میں دُنیا کو چھوڑ کر جا رہا ہوں اور دوسری بات جو بتائی وہ یہ تھی کہ اہل بیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہنچو گی۔ سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا نے حضور ﷺ کی حالت دیکھ کر کہا: ''آہ کتنا کرب ہے؟''

فرمایا: ''تیرے باپ کو آج کے بعد کوئی کرب نہ ہوگا۔''

پھر حسنین کریمین رضوان اللہ علیہم کو بُلایا۔ دونوں کو چوما اور اُن کے احترام کی وصیت فرمائی۔

پھر ازواج مطہرات کو بلا کر اُنہیں نصیحتیں فرمائیں۔

پھر علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلایا۔ اُن کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا اور اُن کو بھی نصیحت

فرمائی۔اُس وقت سانس مبارک علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چہرۂ مبارک پر پڑ رہا تھا۔اسی موقع پر فرمایا:

الصلوۃ الصلوۃ وما ملکت ایمانکم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ کے مطابق آنحضرت ﷺ کی آخری وصیت یہی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں کہ اسی ارشاد کو آپ ﷺ کئی مرتبہ فرماتے رہے۔(۱)

(۱) رحمت اللعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری ص245-244

حالتِ نزع اور وصال مبارک

اب نزع کی حالت طاری ہوئی۔ اس وقت حضور ﷺ کو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ سہارا دیئے ہوئے پس پشت بیٹھی ہوئی تھیں۔ پانی کا پیالہ آپ ﷺ کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ رسول ﷺ پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ مباک پر پھیر لیتے تھے۔ چہرۂ مبارک کبھی سرُخ ہوتا اور کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبان مبارک سے فرماتے تھے۔

لا الہ الا اللہ ان اللموت سکرات

اتنے میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ آ گئے اُن کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضور ﷺ نے مسواک کی طرف نظر ڈالی تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے دانتوں سے مسواک کو نرم بنا دیا۔ حضور ﷺ نے مسواک کی۔ پھر ہاتھ کو بُلند فرمایا اور زبان مبارک سے فرمایا:

اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ

اُسی وقت ہاتھ مبارک لٹک گیا۔ پُتلی اوپر کو اُٹھ گئی۔ بارہ ربیع الاول 11ھ یوم دوشنبہ وقت چاشت تھا کہ جسمِ اطہر سے روح انور پرواز کر گئی۔ اُس وقت عمر مبارک 63 سال تھی۔(۱)

(۱) رحمت اللعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری ص243-246

غسل مبارک

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب رحمت عالم ﷺ کو غسل دینے کا وقت آیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کہنے لگے۔ ''ہمیں علم نہیں کہ ہم حبیب خدا ﷺ کو کس طرح غسل دیں؟ کیا جس طرح ہم دوسری میتوں کو کپڑے اُتار کر غسل دیتے ہیں اس طرح کریں یا حضور ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیں؟

یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں پر نیند مسلط فرمادی۔ سب لوگ اونگنے لگے، اُن کی ٹھوڑیاں اُن کے سینوں سے ٹکرانے لگیں۔ اس وقت اُنہوں نے حجرۂ مبارک کے ایک کونے سے کسی کو یہ کہتے ہوئے سُنا، وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ کون آدمی بول رہا ہے؟، کوئی کہہ رہا تھا۔

''نبی ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دو۔''

چنانچہ آپ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا

سرورِ عالم ﷺ کو غسل دینے کی سعادت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ، اسامہ رضی اللہ تعالیٰ، اور فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ کو نصیب ہوئی۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ اپنے آقا کو غسل بھی دے رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے تھے۔

بابی و امی طیبا حیا و میتا

ترجمہ: ''میرے ماں باپ آپ (ﷺ) پر قربان۔ آپ (ﷺ) زندگی میں بھی طیب وپاکیزہ تھے اور وصال کے بعد بھی طیب وپاکیزہ ہیں۔''

حضور ﷺ کو غسل مبارک دینے کے لئے پانی غرس نامی کنویں سے لایا گیا جو قبا

کے قریب تھا اور یہ سعد بن خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ کی ملکیت تھا۔ آنحضرت ﷺ اکثر اس کنویں کا پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔

حضور ﷺ کا ارشاد عالی شان ہے۔

''غرس کا کنواں بہترین کنواں ہے یہ جنت کے چشموں میں سے بہترین چشمہ ہے۔ اس کا پانی نہایت پاکیزہ ہے۔''

غُسل کے لئے لائے گئے پانی میں بیری کے پتے ملائے گئے تھے۔(۱)

---

(1) ضیاءالنبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد چہارم ص837-838

روضہ اقدس (قبراطہر)

جب قبر کھودنے کا وقت آیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کو بُلایا اور کہا تم میں سے ایک حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ کو بلا لائے اور دوسرا آدمی حضرت ابوطلحہ بن سہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ کو بلا لائے۔ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ محد والی قبر کھودنے کے ماہر تھے اور ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ بغیر لحد کے قبر کھودا کرتے تھے۔ وہ دو آدمی فوراً روانہ ہو گئے اُن کے جانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ نے دُعا مانگی: " اللھم خر لرسول "یعنی اے اللہ! تو ان دونوں میں سے جس کو اپنے رسول (ﷺ) کے لئے پسند فرماتا ہے اُس کو بھیج دے۔

چنانچہ ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ کو بُلانے والا آدمی خالی واپس آ گیا اور کہنے لگا کہ ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ اُسے نہیں ملے۔ دوسرا آدمی ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ کو لے کر آ گیا۔ چنانچہ رسول ﷺ کے لئے لحد والی قبر تیار کی گئی۔(۱)

---

(۱) ضیاالنبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد چہارم ص 838

کفن مبارک

سرکارِ عالم ﷺ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ یہ تینوں کپڑے یمن کے ایک موضع سحول کے بنے ہوئے تھے اُسی نسبت سے سحولیہ کہلاتے تھے ان پارچات میں نہ قمیض تھی نہ ہی عمامہ(۱)

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد چہارم ص838

نماز جنازہ

سرکار دو عالم ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے غسل دینے اور کفن پہنانے کے بعد میری مرقد کے کنارے رکھ دیا جائے اور پھر کچھ وقت کے لئے تمام لوگ میرے حجرے سے باہر نکل جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی وصیت کے مطابق آپ ﷺ کو غسل دے کر کفن مبارک پہنا کر آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کو حجرہ مبارک میں رکھ دیا گیا اور تمام لوگ باہر نکل آئے۔ پھر کچھ وقت کے بعد اہل بیت کے مرد وخواتین داخل ہوئے اور صلوٰۃ وسلام عرض کی۔ ان کے بعد ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ چند مہاجرین وانصار کو لے کر حجرۂ مقدسہ میں داخل ہوئے اور سلام عرض کی۔ پھر سب نے صفیں بنائیں۔ اور بغیر کسی امام کے نماز جنازہ ادا کی۔ پھر یہ لوگ باہر چلے گئے۔ نئی جماعت داخل ہوئی۔

یہاں تک کہ تمام مرد نماز جنازہ پڑھنے سے فارغ ہو گئے تو مستورات کو اندر جانے کی اجازت ملی۔ وہ باری باری نماز جنازہ ادا کرتی رہیں۔ پھر بچوں کی باری آئی وہ حاضر ہو کر نماز جنازہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ بچوں کے بعد غلاموں کی باری آئی۔

الغرض تمام لوگوں نے باری باری گروہ در گروہ یہ شرف حاصل کیا۔ کوئی آدمی بھی اس نماز جنازہ کی امامت نہیں کرا رہا تھا۔ تین دن تک لوگوں کے دیدار کے لئے اور نماز جنازہ کے لئے جسدِ اطہر کو حجرۂ مقدسہ میں رکھا گیا۔(۱)

---

(۱)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد چہارم ص839-840

تدفین

صحابہ کرام کو اس بات کا علم نہ تھا کہ رحمت دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کہاں بنائی جائے۔ لوگ اس مسئلہ پر غور فکر کر رہے تھے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ گویا ہوئے: ''میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ہر نبی کو اُسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اُس کی وفات ہوتی ہے۔''

یہ ارشاد نبوی سننے کے بعد اس بارے میں ساری تشویش ختم ہوگئی۔ لوگوں نے بستر مبارک کی جگہ قبر کھود دی۔ جب قبر تیار ہوگئی تو پہلے زمین پر ایک سُرخ رنگ کا کمبل بچھایا گیا۔ پھر قبر مبارک میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ، فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ، اور قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ اور شقران رضی اللہ تعالیٰ (نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام) چاروں اُترے۔ اوس بن خولی رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کی: ''اللہ کے واسطے! ہمیں بھی رحمت دو عالم ﷺ کی تدفین میں حصہ لینے کی سعادت مرحمت فرمائیے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اُنہیں بھی قبر مبارک میں اترنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے سوموار کے دن وفات پائی اور تدفین بُدھ کی رات کو ہوئی۔ تدفین کے بعد بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ نے پانی کا مشکیزہ لیا اور اس سے سرورِ عالم ﷺ کے مزارِ اقدس پر چھڑکاؤ کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ نے چھڑکاؤ کا آغاز سر مبارک کے دائیں طرف سے کیا یہاں تک کہ قدمین شریفین تک سارے مرقد انور پر چھڑکاؤ کیا۔(۱)

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد چہارم ص 841-843

باب چہارم

روضۂ رسول ﷺ پر ناپاک جسارتیں

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(المائدہ: 67)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

واقعہ حرہ

اہل مدینہ طیبہ نے یزید بن معاویہ کے بدقماش، تارک صوم وصلوٰۃ، ممنوعات کا مرتکب اور شراب نوشی جیسے قبیح افعال کا خوگر ہونے کے باعث جب اُسکی بیعت سے سرتابی کی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کی ماتحتی میں بارہ ہزار کا لشکر جرار مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ اُس نے یہ اعلان عام کر دیا تھا کہ جو کوئی حجاز کی جنگ میں شامل ہونا چاہئے وہ حکومت کے دفتر خاص سے زادِ راہ اور اسلحہ حاصل کر لے۔ اس کے علاوہ ایک سو دینار بطور انعام دینے کا اعلان بھی کیا۔ چنانچہ بارہ ہزار آدمی اس مہم میں شامل ہوئے۔ مسلم بن عقبہ ازلی ملعون نے باوجود مریض اور معمر ہونے کے یہ ناپاک جسارت کی کہ نبی مکرم ﷺ کے مقدس شہر، مسجد اور معزز ومحترم شہریانِ مدینہ کے قتل وغارت اور خونریزی کا بیڑا اُٹھایا۔

امام ابنِ جوزی بیان کرتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ کو یزید نے ایک بڑا لشکر دے کر اہل مدینہ طیبہ سے جنگ کرنے کو روانہ کیا۔ اور یہ حکم بھی دیا کہ اول اُن کو بیعت واطاعت کی پیش کش کی جائے۔ قبولیت کی صورت میں ان سے دست کش رہنا اور انکار کی صورت میں تین دن تک نہایت سختی اور شدت کے ساتھ قتل وغارت گری کا بازار گرم رکھنا اور حرم محترم کی بے حُرمتی کرتے رہنا۔

مسلم بن عقبہ نے حرہ میں قیام کیا۔ یہ جگہ مسجدِ نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ یہاں ہی اہل مدینہ اور شامی فوج کے مابین یہ خون آشام واقعہ ظہور پذیر ہوا اسی لئے اس کو واقعہ حرہ کہتے ہیں۔ ادھر باشندگان مدینہ کو جب ان حالات کی اطلاع ملی تو وہ بھی اہل فساد کی مدافعت پر کمربستہ ہو گئے۔ واقدی کے بیان کے مطابق شہر کے گرد ایک خندق کھودی گئی۔ پندرہ دن تک اس پر کام ہوتا رہا۔ مدینہ طیبہ میں مقیم بنو امیہ کے افراد سے بھی

اس معاملہ میں گفت وشنید ہوئی مگر وہ اپنی بات کے پابند نہ رہے۔ مسلم بن عقبہ یزید کے حکم کے مطابق تین روز تک بیعت واطاعت کے متعلق مذاکرات کرتا رہا۔ لیکن حضرات صحابہ کرام اور تابعین اظہار ایک فاسق و فاجر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر کسی طرح آمادہ نہ ہوئے لہٰذا فریقین کے مابین جنگ شروع ہوگئی۔

ابنِ خلدون رقم طراز ہیں:

''عبدالرحمٰن بن زبیر بن عوف رضی اللہ تعالیٰ خندق پر متعین کئے گئے۔ عبداللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ مطہرہ کی ایک سمت اور دوسری جانب معقل بن سنان رضی اللہ تعالیٰ مہاجرین کی ایک جماعت لئے ہوئے مامور تھے۔ ان سب کے سپہ سارلار حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا لشکر لے کر کوفہ کے راستہ کی ناکہ بندی کر لی۔ مسلم بن عقبہ اپنی فوج لے کر حرہ سے مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ اُن کے مقابلے کو نکلے اور اس مردانگی اور شجاعت سے لڑے کہ سواران شام کو منہ کی کھانی پڑی۔ مسلم بن عقبہ نے پیادہ دستے کو للکارا تو فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ سپہ سالار سے اجازت لے کر بیس لوگوں کے ہمراہ اُن پر ٹوٹ پڑے۔ شاہی فوج میں افراتفری پھیل گئی۔ سوار اور پیادہ کی ترتیب بھی درہم برہم ہوگئی۔

ابنِ قرطبی بیان کرتے ہیں کہ حضرات انصار و مہاجرین اور تابعین کو چھوڑ کر ایک ہزار سات سو رحمت عالم ﷺ کے پڑوسی مدینہ طیبہ کے باشندوں کو تہ تیغ کیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کے علاوہ دو ہزار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔ سات سو حفاظِ قرآن نیز ستانوے سردارانِ قریش کو ظلم و ستم کی تلوار سے ذبح کر ڈالا۔ فسق و فساد اور زنا کا بازار اس قدر گرم کیا کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے زنا کی اولاد جنی۔ مسجدِ نبوی میں

گھوڑوں کو جولائی دیتے تھے۔اور غضب یہ کہ ریاض الجنۃ میں شامی فوج کے گھوڑے لید اور پیشاب کرتے تھے(الیعاذ اللہ)۔

اُن کے ظلم وستم اور قتل عام کے باعث شہر اور مسجد نبوی دونوں ویران اور بے رونق ہو گئے۔کوئی شخص مسجدِ نبوی میں جا کر نماز پڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔مسلسل تین دن تک نہ آذان ہوئی اور نہ ہی جماعت،اور سعید ابنِ المسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ جیسے تابعی کے علاوہ کوئی بھی تنہا مسجد میں نماز پڑھنے نہ آتا۔آپؒ فرماتے ہیں:

از اخانت الصلوۃ اسمع اذاناً یخرج من قبل القبر الشریف لایاتی وقت الصلواۃ الا سمعت الا ذان من القبر ثم اقیمت الصلوۃ من فصیلت و ما فی المسجد احدی غیری۔

ترجمہ:جب نماز کا وقت ہوتا تھا میں قبر شریف میں سے اذان کی آواز سُنتا تھا۔جب بھی نماز کا وقت آتا تو میں روضہ اطہر سے اذان کی آواز سُنتا اور پھر اقامت بھی ہوتی اور میں اُسی اقامت میں نماز پڑھتا۔ان دنوں مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی نہ ہوتا تھا۔

(۱) مجموعہ درود پاک از میاں خوشی محمد ص335-346

اموی دور کا واقعہ

91ھ میں اموی خلیفہ ولید بن عبدالمالک کے حکم سے مدینہ منورہ کے گورنر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے لئے قبر انور کے حجرہ کی دیواروں کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ دیوار گرتے ہی قبر انور نظر آنے لگی۔ ایک رومی معمار جو نصرانی تھا اس نے یہ دیکھ کر کہ مسجد میں کوئی مسلمان موجود نہیں ہے اپنے نصرانی ساتھیوں سے کہا کہ میں پیغمبر اسلام (ﷺ) کی قبر پر گندگی کروں گا (نعوذ باللہ)۔ اس کے ساتھیوں نے اس کو اس ناپاک ارادے سے ہر چند منع کیا لیکن وہ ملعون نہیں مانا۔ ابھی وہ اس ارادۂ بد سے چلا ہی تھا کہ اوپر سے ایک پتھر اس کے سر پر گرا اور اس کا بھیجا پاش پاش ہو کر بکھر گیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر بہت سے نصرانی معمار اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (۱)

---

(۱) روحانی حکایات ازعلامہ عبدالمصطفٰے اعظمی ص19، 20

خسف کا عبرتناک واقعہ

شیخ شمس الدین صواب جو حرم نبوی کے خُدام کے رئیس تھے۔اُن کا بیان ہے کہ میرے ایک مخلص دوست جن کے تعلقات امیرِ مدینہ سے بہت گہرے تھے۔جب کبھی امیر تک کوئی کام مجھے پیش آتا تو اُنہی کی وساطت سے کراتا تھا۔ایک دن میرے دوست میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حلب کے رافضیوں کی ایک جماعت امیرِ مدینہ کے پاس آئی ہے۔وہ لوگ نہایت قیمتی سامان اور تحائف نادرہ بھی اپنے ساتھ لائے ہیں۔یہ تمام چیزیں امیر کو بطورِ رشوت پیش کی ہیں کہ ہمیں ابوبکرؓ رضی اللہ تعالیٰ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ کے مبارک اجسام کو یہاں سے لے جانے میں مدد دیں۔امیرِ مدینہ نے اپنی مذہبی بے حسی اور حُبِ دُنیا کی وجہ سے اُن کا کہنا مان لیا ہے اور اُن کو اس بات کی اجازت دے دی ہے۔

شیخ صواب فرماتے ہیں کہ یہ بات سُن کر میرے اوسان خطا ہو گئے۔میں انتہائی فکر میں بیٹھا ہی تھا کہ امیر کا قاصد مجھے بُلانے آ گیا۔میں وہاں گیا تو امیر نے مجھے کہا کہ آج رات کچھ لوگ مسجد میں آئیں گے۔تم اُن سے تعرض نہ کرنا وہ جو کچھ کریں انہیں کرنے دینا۔تم کسی بات میں دخل نہ دینا۔میں بہت اچھا کہہ کر چلا آیا مگر سارا دن حجرہ مقدسہ کے پیچھے بیٹھے روتے گزار دیا۔ایک لمحہ کیلئے بھی آنسو نہ تھمتے تھے۔کسی کو کیا خبر کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے؟

عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر جب سب لوگ چلے گئے تو میں نے تمام دروازے بند کر دیئے۔باب السلام، جو امیر کے گھر کے قریب تھا، کی جانب سے یہ لوگ آئے اور دروازہ کھول کر اندر آنا شروع کر دیا۔میں چپکے سے اُن کو گنتا رہا اُن کی تعداد چالیس تھی۔اُن کے پاس پھاوڑے، ٹوکریاں، کدال، گرالے اور کھودنے کے آلات اور شمع تھی۔میں سخت

پریشان اور حیران تھا۔ ایک کونے میں بیٹھا روتا اور سوچتا تھا کہ خداوندا! کب قیامت برپا ہو گی اور یہ بدطینت اپنے ناپاک عزائم سے باز آئیں گے۔ وہ لوگ مسجد شریف میں داخل ہو کر حجرہ انور کی طرف بڑھتے چلے گئے لیکن رب ذوالجلال کی قدرت پر قربان جاؤں۔ وہ لوگ ابھی منبر نبوی شریف کے قریب پہنچے ہی نہیں پائے تھے کہ یک دم اُنہیں معہ اُن کے سازوسامان کے زمین نگل گئی۔ یہ جگہ اس ستون کے قریب واقع ہے جو توسیع عثمانی کی ابتداء ہے۔

فاخذهم اخذة و ابية فهل ترى لهم من باقيه

امیر مدینہ اُن کی واپسی کا منتظر تھا اور اس تاخیر کا سبب بھی سوچتا رہا۔ جب بہت دیر گزر گئی اور وہ واپس بھی نہ ہوئے تو حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے امیر نے مجھے طلب کیا۔ جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے اس جماعت کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے جو ماجرا دیکھا تھا لفظ بہ لفظ کہہ سُنایا لیکن امیر کے حاشیۂ خیال میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی تھی کہ زمین اُن کو نگل گئی۔ اُس نے کہا کہ ہوش سے بات کر۔ میں جواب دیا کہ آپ خود تشریف لے چلیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ دھنسنے کے آثار اور بعض کپڑے جو قریب ہی اوپر تھے ابھی باقی ہیں۔ امیر نے مجھے سختی سے تنبیہ کی کہ اس واقعہ سے کسی کو ہرگز آگاہ نہ کرنا ورنہ تیری گردن ماردی جائے گی۔ (۱)

یہ واقعہ مجموعۂ درود شریف میں اسی طور ملا۔ لیکن میری دانست میں امیر مدینہ خواہ کتنا ہی بے حس اور دُنیا پرست کیوں ہی نہ ہو کسی درجے کا مسلمان ہی تھا اور سرور عالم ﷺ کے روضۂ اطہر میں کسی قسم کی بے جا مداخلت کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن یہ واقعہ بذاتہ روضۂ اطہر کے خلاف کی جانے والی سازشوں کی ایک کڑی ہے اس لئے اسے شامل کیا جا رہا ہے۔ اگر کوئی بد بخت یہ جسارت کرے کہ وہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ کے

اجسام مبارک کو وہاں سے نکالے تو کیا وہ نبی ﷺ کے جسم اطہر کو چھوڑتا؟

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۱) راحت القلوب (ترجمہ از جذب القلوب الی دیار المحبوب) از شیخ محدث دہلوی ص130

مصری حکمران ''الحاکم'' کی ناپاک جسارت

عبیدی حکومت کے چھٹے حکمران''الحاکم'' کے عہد میں بغض صحابہ سے مخمور اور عداوت صحابہ سے چُور، کچھ مفسدہ پرداز بدطینت رافضیوں نے حاکم کو سبز باغ دکھایا کہ دُنیا بھر سے لوگ مدینہ طیبہ میں پروانہ وار جمع ہوتے ہیں۔ کیوں نہ مصر میں گنبد خضریٰ کے مقابلے میں ایک عالی شان گنبد بنالیا جائے۔ نبی ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ وعمر رضی اللہ تعالیٰ کے اجسام مبارک وہاں سے نکال کر اس گنبد میں منتقل کردیئے جائیں تاکہ لوگ یہاں زیارت کو آئیں۔ اور تیرا نام دنیا میں روشن ہو اور ساری مخلوق مصر میں زیارت کرنے آیا کرے۔

حاکمِ مصر اُن زندیق مشیروں کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنس گیا اور مصر میں ایک فقید المثال عمارت اور شاندار محل تیار کرایا جس پر بے انتہا دولت خرچ کی۔ جب وہ ''بیت العنکبوت'' (مکڑی کا گھر) تیار ہوگیا تو اس نے اپنے ایک معتمد اور مقرب آدمی ''ابو الفتوح'' کو اس رزیل اور کمینہ پروگرام اور مہم پر روانہ کردیا۔ اس بات کا چرچا ہر طرف ہونے لگا۔ اتفاق سے مدینہ طیبہ کے معززین کی ایک جماعت سے اس کی ملاقات ہوگئی جن میں سے ایک قاریٔ قرآن بھی تھا۔ قاری صاحب نے اسے دیکھ کر قرآن پاک کی اس آیت کی تلاوت کی۔

. و ان نکثوا ایمانھم بعد عھدھم فی دینکم لو ا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون۔ الا تقاتلوان قوما نکثوا یمانھم و ھمو باخراج الرسول ان کنتم مومنین۔

ترجمہ: ''اور وہ لوگ عہد کر لینے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے سرغنوں کو قتل کر دو۔ بے شک اُن کی قسم باقی نہیں رہی ۔تم ان کے ساتھ لڑائی کیوں نہیں کرتے جنہوں نے قسم کو توڑ دیا اور اللہ کے رسول (ﷺ) کو نکالنے کا ارادہ کیا۔ اگر تم مومن ہو۔''

تلاوت کچھ ایسی عظمت اور پُر شکوہ انداز میں کی کہ حاضرین میں ایک ولولہ اور زبردست ہیجان پید ہو گیا۔ اور وہ لوگ ابولفتوح کو کیفر کردار تک پہنچانے پر آمادہ ہو گئے، چونکہ عنانِ حکومت اُنہی لوگوں کے ہاتھ میں تھی اور شہر بھی اُنہی کا تھا اس لئے اُس کے قتل سے گریز کر گئے۔

ابولفتوح بھی خوفزدہ ہو گیا اور کہنے لگا: خدا کی قسم! اگر میرا سر بھی چلا جائے تو مجھے پروا نہیں مگر میں قبر اطہر کی طرف اپنا ہاتھ کبھی بھی دراز نہیں کروں گا۔ اُسی رات زبردست آندھی آئی یوں محسوس ہوتا تھا کہ کرۂ زمین اس کی شدت اور زور کے باعث اپنی جگہ سے ہٹ کر کہیں دوسری جگہ چلا جائے گا۔ اونٹ اپنے پالانوں سمیت اور گھوڑے اپنی زینوں سمیت گیند کی مانند پٹخے جا رہے تھے۔ ابوالفتوح اس عبرت ناک منظر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ اُس کا دل کانپ گیا اور حاکم کا خوف اُس کے دل سے مکمل طور پر کافور ہو گیا اور وہ اس ناپاک جسارت سے تائب ہو گیا۔ اس کے بعد سلامتی اور صدقِ نیت کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔(۱)

---

(۱) راحت القلوب (ترجمہ: جذب القلوب الی دیار المحبوب) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص 130-129

عیسائی دُنیا کے ادھورے خواب

557ء کا واقعہ ہے کہ سلطان نور الدین بن عماد الدین زنگی جو نہایت متقی ، پرہیز گار اور ذاکر و شاغل، شب بیدار اور عادل بادشاہ تھا۔ ایک رات نماز تہجد سے فارغ ہو کر سو گیا۔ خواب میں آقائے دو جہاں ﷺ کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوا۔ حضور ﷺ نے دو آدمیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ جن کی آنکھیں نیلی تھیں کہ ان دونوں سے میری حفاظت کرو۔ سلطان کی گھبراہٹ سے آنکھ کُھل گئی۔ فوراً اٹھ کر وضو کیا اور نوافل پڑھ کر پھر لیٹ گیا۔ معاً آنکھ لگ گئی اور بعینہ وہی خواب دوبارہ دیکھا۔ پھر گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ وضو کر کے نوافل میں مشغول ہو گیا لیکن پھر نیند غالب آ گئی۔ اور آنکھ لگتے ہی تیسری مرتبہ وہی خواب دیکھا۔ بادشاہ یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا کہ اب نیند کی کوئی گنجائش نہیں۔ فوراً اپنے وزیر جمال الدین کو بلایا جو نہایت نیک آدمی تھا۔ اس سے سارا واقعہ کہہ سُنایا۔ وزیر باتدبیر نے عرض کیا: ''اب دیر نہ کیجئے۔ بلا تاخیر مدینہ طیبہ روانہ ہو جانا چاہیے اور اس خواب کا تذکرہ بھی کسی سے نہ کیجئے۔''

بادشاہ فی الفور تیار ہو گیا۔ وزیر اور دیگر بیس خدام خاص کو ساتھ لیا اور تیز رو اونٹنیوں پر بہت سا مال و متاع لاد کر اسی وقت عازم مدینہ ہو گیا۔ دن رات برابر سفر جاری رکھا۔ بالآخر سولہویں دن شام کے وقت مصر سے مدینہ پہنچ گیا۔ مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے غُسل کیا۔ نہایت عجز و انکسار اور ادب و احترام کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں داخل ہوا۔ ریاض الجنۃ میں تحیۃ المسجد ادا کئے اور سخت متفکر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ کیا تدبیر کی جائے۔ وزیر نے اعلان کیا کہ بادشاہ سلامت تشریف لائے ہیں اور اہل مدینہ کو انعامات و اکرامات سے نوازیں گے۔ ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام بھی کیا گیا جس میں تمام اہل

مدینہ کو مدعو کیا گیا تا کہ ہر ایک آدمی آئے اور سلطانی سخاوت سے لطف اندوز ہو۔ لوگوں نے آنا شروع کر دیا اور شاہی عنایات سے بہرہ ور ہونے لگے۔ سلطان عطا کے وقت نہایت گہری نگاہ سے ہر آدمی کو دیکھتا اور خواب میں دکھائی گئی شکلوں سے اُن کا موازنہ کرتا۔ تمام اہل مدینہ یکے بعد دیگرے حاضر ہو کر شاہ کی سخاوت سے لطف اندوز ہوئے مگر جن کی تلاش تھی وہ نظر نہ آئے۔

باشاہ نے دریافت کیا کہ اگر کوئی اور آدمی رہ گیا ہو تو اسے بھی بلایا جائے۔ لوگوں نے بتایا کہ دو نیک اور متقی پرہیز گار مغربی آدمی رہ گئے ہیں جو دُنیا سے یکسو اور گوشہ نشین ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اُنہیں بھی بلایا جائے۔ لوگوں نے کہا: ''اُنہیں تو کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ تو خود اہل مدینہ پر شب و روز بے دریغ صدقات و خیرات کرتے رہتے ہیں۔ وہ دونوں شب و روز عبادت میں مصروف رہتے ہیں ۔ اسی لئے یہاں حاضر نہیں ہوئے۔'' لیکن شاہی فرمان کے باعث اُنہیں سلطان کے روبرو پیش ہونا ہی پڑا۔

بادشاہ نے ایک نظر دیکھتے ہی انہیں پہچان لیا کہ یہی وہ آدمی ہیں جو خواب میں دکھائے گئے ہیں۔ بادشاہ نے اُن سے دریافت کیا: ''تم کون ہو؟ اور کہاں کے رہنے والے ہو؟''

کہنے لگے: ''ہم مغرب کے باشندے ہیں حج کرنے آئے تھے۔ حج سے فراغت پر مدینہ طیبہ زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کے پڑوس میں رہنے کی تمنا اور شوق نے ہمیں یہیں کا کر دیا۔''

بادشاہ نے اُن کی قیام گاہ دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ وہ روضۂ اقدس کے قریب ہی ایک رباط میں مقیم ہیں ۔ بادشاہ نے انہیں وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود اُن کی قیام گاہ پر گیا۔ بڑی تلاش و تجسس کے باوجود سوا مال متاع اور کچھ کتابوں کے کوئی مشتبہ چیز نظر نہیں

آئی جس سے خواب کی تائید ہوتی۔ بادشاہ بہت پریشان اور متفکر تھا۔

ادھر اہل مدینہ ان دونوں کی سفارش کے لئے کثیر تعداد میں جمع ہو گئے کہ یہ تو بہت ہی نیک اور بزرگ آدمی ہیں۔ دن بھر روزہ رکھتے ہیں ہر ایک نماز ریاض الجنۃ میں ادا کرتے ہیں۔ روزانہ بقیع شریف میں زیارت کو جاتے ہیں اور ہر شنبہ کو قبا جاتے ہیں۔ بڑے ہی فیاض ہیں کسی سائل کو کبھی خالی نہیں لوٹایا۔ اس سال قحط کے دوران اہل مدینہ کے ساتھ بے حد ہمدردی اور غم گساری کا برتاؤ کیا ہے۔

ایسی باتیں سن کر بادشاہ کے فکر اور پریشانی میں اور بھی اضافہ ہوگیا کہ اے بارِ خدایا! یہ کیا معاملہ ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ دفعتاً بادشاہ کو خیال آیا کہ ان کے مصلیٰ کی جگہ کو دیکھا جائے جب اُن کا مصلےٰ جو ایک بوریے پر بچھا تھا اس کو اُٹھایا تو اس کے نیچے ایک پتھر تھا۔ جب پتھر اُٹھایا گیا تو ایک سرنگ نمودار ہوئی جو بہت گہری کھودی گئی تھی اور قبر اطہر تک پہنچ گئی تھی بادشاہ نے ڈرا دھمکا کر اس کمینہ حرکت کا سبب دریافت کیا۔ اُنہیں چاروناچار حقیقت کو منکشف کرنا ہی پڑا اور اس راز کو افشا کرنا ہی پڑا جس کے پس پردہ عیسائیت ایک منحوس خواب دیکھ رہی تھی۔

انہوں نے بتایا کہ ہم دونوں عیسائی ہیں اور عیسائی بادشاہ نے ہمیں زرِ کثیر اور بے پناہ دولت دے کر اس لئے یہاں بھیجا ہے کہ ہم کسی حیلہ سے حجرۂ مقدسہ میں داخل ہو کر سید کائنات ﷺ کے جسم عنبریں کے ساتھ گستاخی کر کے انہیں یہاں سے نکال کر لے جائیں۔ وہ دونوں رات بھر کھدائی کرتے اور مشکوں میں مٹی ڈال کر رات ہی کو بقیع کے مضافات میں ڈال آتے۔

سلطان نے جب ان کی باتیں سُنیں تو آتش غضب میں سخت برانگیختہ ہوا اور ساتھ ہی رقت بھی طاری ہوگئی کہ اس کے حبیب ﷺ نے اس خدمت پر اسے مامور فرمایا۔

اس نے ان دونوں کو قتل کرکے ان کی منحوس لاشوں کو خاکستر کر دیا۔

کذالک العذاب و العذاب الاخرۃ اکبر لو کانو یعملون۔

کہا جاتا ہے کہ جس رات یہ نقب قبر شریف تک پہنچنے والی تھی۔ اس رات سخت بارش ہوئی۔ گرج و چمک نے عظیم زلزلہ برپا کر دیا اور زبردست آندھی ہوئی۔ اس کے بعد سلطان نے حجرۂ پاک کے چاروں طرف انتہائی گہری بنیادیں کھدوائیں کہ پانی نکل آیا پھر سیسہ پگھلا کر بنیادوں کو سطح زمین تک بھر دیا گیا تاکہ آئندہ کوئی مفسد قبرِ نبی ﷺ تک پہنچنے کی جسارت نہ کر سکے۔(۱)

---

(۱) راحت القلوب (جذب القلوب الی دیار المحبوب) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص 128-127

محمد بن عبدالوہاب کا حملہ

محمد بن عبدالوہاب نجدی 1111ء میں پیدا ہوا اور بعد از ہزار خرابی 1207ء میں فوت ہوا۔ ابتدائی تعلیم شیخ محمد سلیمان کردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندھی حنفیؒ سے حاصل کی۔لیکن ہر دو بزرگان اپنے نورِ فراست سے کہا کرتے تھے کہ یہ ملحد ہوگا۔ بظاہر اس کا شغل بھی اسی قسم کا تھا۔ اکثر مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور طلیحہ اسدی وغیرہ کے حالات کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ جنہوں نے اس سے قبل دعویٰ نبوت کیا تھا۔ پھر اس نے چند اصولی عقائد مرتب کیے کہ فقط قرآن مجید کی اتباع ہی واجب ہے نہ اُن فروعات کی جو اُن سے مستنبط ہیں ۔محمد ﷺ اللہ کے رسول اور دوست ہیں لیکن اُن کی مدح و تعظیم کرنا درست نہیں کیونکہ مدح و تعظیم قبیل شرک ہے۔ چونکہ لوگوں کا ایسا شرک کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آیا۔ لہٰذا اس نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تا کہ میں تمہیں سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کروں۔ پس جو کوئی مجھے قبول کرے گا۔ وہ دوستوں میں سے ہوگا اور جو کوئی میرا حکم نہ مانے گا وہ عذاب کا مستحق ہوگا اور اس کا قتل بلاشبہ واجب ہے۔ (یہی اس ملعون کا دعویٰ نبوت ہے)۔

یہ عقیدہ اس نے پہلے پوشیدہ ظاہر کیا۔ چند لوگ اس کے مقلد ہو گئے اور پھر وہ ملک شام کی طرف چلا گیا۔ لیکن وہاں اس کی کچھ نہ بن پائی۔ تین برس کے بعد مدینہ منورہ آیا لیکن وہاں کے علماء کی مخالفت کی وجہ سے وہاں ٹھہر نہ سکا۔ وہ وہاں سے نجد چلا گیا۔ وہاں کے بدوی لوگوں میں اس کا فسوں اثر کر گیا۔ اسی اثناء میں ایک شخص ابن مسعود نے اپنی خفی آرزو کے لالچ سے کہ اس کی حکومت عاملانہ بصورت ریاست کسی طرح سے بڑھے۔ اس نے ابن عبدالوہاب کا مذہب قبول کر لیا۔ محمد بن عبدالوہاب ان کا امام مقرر ہوا اور ابنِ مسعود اس کے لشکر کا سالار۔ رفتہ رفتہ ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج مرتب کر لی لیکن مسعود کی حیات

نے وفا نہ کی۔اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے عبدالعزیز نے اس کے عقائد کی دعوت بزور شمشیر کی۔ پہلے مکہ مکرمہ کی حرمت کو تاراج کیا پھر اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے مسعود بن عبدلعزیز نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی اور ایسا تاراج کیا کہ آپ ﷺ کے حجرہ مبارک کو توڑ کر خزائن بے شمار لے گیا کہا جاتا ہے کہ ساٹھ اونٹوں پر لاد کر لے گیا۔ چنانچہ جب عبداللہ بن مسعود بن عبدالعزیز، محمد علی پاشا خدیو مصر کے سامنے گرفتار کر کے لایا گیا تو اس کے پاس ایک صندوق ملا جس میں سے تین سو لولوئے آبدار کلاں اور کئی دانے زمرد کلاں کے نکلے۔اُس نے اقرار کیا کہ یہ صندوق بھی حجرۂ نبویہ سے اُس کے والد نے نکالا تھا۔ مسعود نے مکہ میں قبہ مولد نبی کے ساتھ ساتھ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ، علی رضی اللہ تعالیٰ، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ کے قبے گرا دیے۔ مدینہ طیبہ میں روضۂ رسول کے گنبد کو جب گرانے لگا تو عجب قدرت حق ظاہر ہوئی کہ اس کے بہت سارے معتقد ینسر نگوں ہو کر مر گئے اور اسی اثناء میں ایک آگ کا شعلہ نکلا جس نے اُن میں سے بہتوں کو جلایا اور اسی طرح ایک اژدھا نمودار ہو اور افواج عبدالوہاب کا تعاقب کیا۔

ایرانی حکومت کے ایک وفد نے جو بسلسلہ تحقیق گنبد خضریٰ گیا، بیان کیا کہ روضہ کی گنبد پر پانچ گولیاں لگی تھیں۔(۱)

(۱) آفتاب گولڑہ اور فتنہ مرزائیت از حاجی نواب دین چشتی ص 212-205

باب پنجم

گستاخان رسول
اور
ان کا انجام

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝

(الاحزاب:57)

ترجمہ:۔یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

توہین رسالت کیا ہے؟

توہین رسالت سے مراد نبی رحمت، سرورِ دو عالم، فخر موجودات، باعث تخلیق کائنات حضرت محمد ﷺ کی توہین ہے۔ وہ جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور بندوں کے بھی۔ بھلا کوئی اپنے محبوب کی توہین کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا۔ رسول ﷺ کی توہین دراصل اللہ تعالیٰ کی توہین ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ توہین رسالت کیا ہے؟ کون کون سے بات توہین رسالت میں شامل ہے؟ اس مسئلہ میں اصولی بات یہ ہے کہ ہر وہ بات جسے عرف عام میں توہین آمیز کلمہ تصور کیا جائے گا۔ جس میں کسی بھی طریقہ سے حضور ﷺ کی توہین یا تنقیص کا پہلو نکلتا ہو وہ توہین رسالت تصور ہو گی بلکہ یہ اتنا نازک مقام ہے کہ بعض چیزیں جنہیں عرف عام میں توہین نہیں بھی سمجھا جاتا، رسالت کے باب میں ایسا غیر مناسب رویہ بھی توہین تصور کیا جاتا ہے۔

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ اندلسی فرماتے ہیں کہ جان لو کہ جو شخص حضور ﷺ کو گالی دے، یا آپ ﷺ پر عیب لگائے یا کسی نقص کی نسبت آپ ﷺ کی ذات، نسب، دین یا آپ ﷺ کی عادات میں سے کسی عادت کی طرف کرے۔ یا آپ ﷺ کو بطریق گستاخی کسی چیز سے تشبیہ دے یا آپ ﷺ کو ناقص کہے یا آپ ﷺ کی شان کو کم کرے یا آپ ﷺ پر یا آپ ﷺ کی کسی بات پر عیب لگائے وہ آپ ﷺ کی توہین کرنے والا ہو گا۔ اس کے متعلق وہی حکم ہے جو آپ ﷺ کو گالی دینے والے کا ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے گا۔

توہین رسالت کے متعلق علمائے امت نے بعض چیزوں کا خصوصیت سے ذکر

کیا ہے کہ ان چیزوں کا ارتکاب کرنے والا توہین رسالت کا مرتکب ہوگا۔
جن میں سے سرفہرست کسی ایسے ذومعنی لفظ کا استعمال کرنا جو کسی بھی معنی کے لحاظ سے حضور ﷺ کی توہین کا باعث بنے، کوئی گھٹیا لفظ آپ ﷺ کی نسبت استعمال کرنا، کسی کو آپ ﷺ سے برتر کہنا، حضور ﷺ سے متعلق کوئی عیب منسوب کرنا، موئے مبارک کی توہین کرنا، سُنت رسول کا مذاق اُڑانا، رسول ﷺ کی کملی کی طرف کوئی عیب منسوب کرنا، حسنِ حضور ﷺ پر تنقید کرنا اور حضور ﷺ کا ذکر بے موقع کرنا بھی توہین رسالت میں شامل ہے۔(۱)

(۱) توہین رسالت کی سزا از پروفیسر حبیب اللہ چشتی ص24 تا 30

قرآن حکیم کے مطابق سزا

قرآن مجید میں توہین رسالت کے مرتکب کے لئے دو قسم کی سزاؤں کا ذکر ہے۔

(ا)۔ توہین رسالت کا مرتکب اگر کلمہ گو ہے تو کافر ہو جائے گا

قرآن پاک میں سورۃ الحجرات آیت نمبر 2 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (ﷺ) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ اُن کے حضور بات چلا کر کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔''

اس آیۃ کریمہ میں توہین رسالت کے مرتکب کے کافر ہونے پر وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیۃ کریمہ میں بارگاہ نبوت میں اپنی آواز بلند کرنے پر حطب عمال کی وعید سُنائی گئی ہے جو قرآن پاک میں صرف کفر اور شرک اختیار کرنے پر ہی سنائی ہے۔ قرآن پاک میں سورۃ مائدہ آیت نمبر 5 میں ارشاد ہوتا ہے

من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ

ترجمہ: ''جو ایمان سے منکر ہوا اس کا عمل ضائع ہو گیا۔''

اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 57 میں فرماتے ہیں

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذاباً مھیناً

ترجمہ: ''بے شک جو لوگ ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو۔ اُن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دُنیا میں اور آخرت میں اور اُن کے لئے ذلت کا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

جب دُنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت حضور ﷺ کو ایذاء دینے والوں پر ہے تو ثابت ہوا کہ وہ ایذاء دینے والا کافر ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی کافر قوم کے بارے میں سورہ ہود آیت نمبر 60 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و اتبعوا فی هذه الدنیا لعنة و یوم القیامة

ترجمہ: ''اور دنیا اور آخرت میں ان کے پیچھے لعنت لگی ہوئی ہے۔''

قرآن پاک میں اس کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر اس سزا کا ذکر ہے۔ لیکن سزا ثابت کرنے کے لئے دو آیات ہی کافی ہیں۔

پس جب توہین رسالت سے ایک مسلمان کافر ہو جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے اور مرتد واجب القتل ہوتا ہے۔ توہین رسالت کا ارتداد ایسا ارتداد ہے جس کی توبہ بھی قبول نہیں۔

(۲)۔ گستاخ رسول ہر حال میں واجب القتل ہے۔

قرآن پاک میں توہین رسالت کے مرتکب افراد کی یہ سزا بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ ہر حال میں واجب القتل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر تیرہ میں فرماتے ہیں۔

الا تقاتلون قوما نکثو ایمانهم وهموا با خراج الرسول وهم بدء وکم اول مرة اتخشو نهم فالله احق ان تخشو ه ان کنتم مومنین۔

ترجمہ: ''کیا تم ان لوگوں سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول ﷺ کے نکالنے کا قصد کیا حالانکہ پہل اُنہی نے کی ہے کیا تم ان سے ڈرتے ہو اور اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔''

مفہوم یہ بنتا ہے کہ جن لوگوں نے اخراج رسول ﷺ کا قصد کیا اُنہیں قتل کرو اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ سب وشتم کرنا اخراجِ رسول ﷺ کے قصد سے کہیں بڑا جرم ہے۔

---

(۱) توہین رسالت کی سزا از حبیب اللہ چشتی ص34 تا 37 اور ص49 تا 55

احادیث مبارکہ کی روشنی میں سزا

سُنن ابی داؤد میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی نے اپنی والدہ کو رسول ﷺ کو گالیاں دیتے ہوئے سُنا تو اُسے قتل کردیا۔ رسول ﷺ کو جب اطلاع ملی تو فرمایا: گواہ رہو، اُس کا خون رائیگاں گیا۔

عن علی ان یھودیة کانت تشتم النبی ﷺ و تقع فیه فخنقھا رجل حتٰی ماتت فابطل النبی ﷺ دمھا۔

ترجمہ: ”حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ) سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت حضور ﷺ کو گالیاں دیتی تھی۔ ایک آدمی نے اُس کا گلہ گھونٹ کر اُسے قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے اُس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔“ (مشکوۃ ج:ص165)

عن حسین ابن علی عن ابیه ان رسول الله ﷺ قال من سب نبیا فاقتلوہٗ و من سب اصحابه فاضربوہٗ

”حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو کسی نبی کو گالی دے اُسے قتل کردو اور جو میرے کسی صحابی کو گالی دے اُسے کوڑے مارو۔“ (اشفاج 2ص 122)

ابورافع کو خصوصی طور پر اسی لئے قتل کیا گیا کہ وہ حضور ﷺ کو اذیت پہنچاتا تھا۔ کعب بن اشرف یہودی کا قتل بھی توہین رسالت کے مرتکب کے واجب القتل ہونے پر واضح دلیل ہے۔

گستاخِ رسول ابن خطل فتح مکہ کے موقع پر کعبے کے پردوں سے چمٹا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا اُس کو اسی حال میں قتل کر دو۔

عصماء بنت مروان نے نبی ﷺ کی ہجو کی تو آپ ﷺ نے اُسے قتل کرنے کا حکم دیا۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے یہ حقیقت بالکل واضح اور عیاں ہو رہی ہے کہ نگاہِ نبوت میں شاتم رسول کی سزا قتل کے سوا اور کچھ نہیں۔(۱)

جو لوگ اس بات کو شاتم رسول کی معافی کے لیے وجہِ استدلال کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ابن خطل کی ایک لونڈی کو، جو کہ مسلمان ہوگئی تھی، معاف فرما دیا تھا۔ اس کے علاوہ عبداللہ بن ابی اور اس جیسے دوسرے منافقین کو بھی معاف فرما دیا جنہوں نے آپ ﷺ کو زندگی بھر اذیتیں دیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی ہا لوگوں کو اذیت رسانی کرنے کے باوجود معاف فرما دیا۔ وہ لوگ شاید اس بات سے بھی واقف ہوں گے کہ حیثیت عرفی کے قانون کے مطابق انسان خود اپنے خلاف کی گئی ہر حرکت معاف کر سکتا ہے لیکن یہ اختیار کسی دوسرے کو نہیں ہوتا کہ وہ ایسی حرکت معاف کرے۔

(۱) توہین رسالت کی سزا از حبیب اللہ چشتی ص65 تا 77

اجماع امت اور قانون توہین رسالت

والئ یمن حضرت مہاجر بن اُمیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کو بتایا کہ وہاں ایک عورت حضور ﷺ کی مذمت میں اشعار گاتی تھی تو اُنہوں نے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے اور اس کے اگلے دانت نکال دیئے تو جناب صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم نے یہ سزا نہ دی ہوتی تو میں تمہیں اس عورت کے قتل کا حکم دیتا کیونکہ انبیاء کی گستاخی دوسرے لوگوں کی گستاخی کے مشابہ نہیں ہوتی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص حضور ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرے اُسے قتل کردیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو بھی قتل کردیا تھا جو کسی قوم کی امامت کرواتا تھا اور ہر باجماعت نماز میں سورۃ عبس کی تلاوت کرتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو جھڑکا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے فرمان پر ایک گستاخِ نبوت عورت کو قتل کیا۔

ان روایت سے صحابہ کا نقطہ نظر واضح ہوگیا کہ ان کے مطابق گستاخ رسول کی سزا موت ہے ائمہ اربعہ کے نزدیک اگر ذمی کافر حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے تو اسے قتل کردیا جائے۔

ایک حنفی فقیہہ مولانا گل محمد کہتے ہیں۔

''جس نے نبی مکرم ﷺ یا صاحب شریعت کو گالی دی یا قرآن مجید کی توہین کی یا حضور ﷺ کے دین، نسب، یا نبی ﷺ کی کسی عادت میں عیب نکالا تو وہ کافر ہوجائے گا اور قتل کا مستحق ہو

گا۔"

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو بھی حضور ﷺ یا کسی دوسرے نبی کی توہین کرے وہ مسلمان ہو یا کافر۔ اسے قتل کردیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی رسول ﷺ کو گالی دے یا آپ کی شان میں گستاخی کرے وہ مسلمان ہو یا کفر اسے قتل کردیا جائے اور اسے توبہ کا مطالبہ بھی نہ کیا جائے۔

امام شافعی کے مطابق جب کوئی توہین کا ارتکاب کرے اُسے فوراً قتل کردیا جائے۔

اب ہم شاتم رسول کے متعلق شیعہ حضرات کا نقطہ نظر جانتے ہیں۔

عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ اسلام سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے کسی شخص کو اتہام کے بغیر گالی دی ہو اور اس نے گالی دینے والے کے خلاف دعویٰ کردیا ہو تو کیا اسے کوڑے لگیں گے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بطور تعزیر لگائے جائیں گے۔

وسائل شیعہ میں ہے کہ جو شخص جناب نبی مکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام میں سے کسی ایک کو بھی گالی دے وہ قتل کی سزا کا مستحق ہے(۱)

---

(۱) توہین رسالت کی سزا از حبیب اللہ چشتی ص 81 تا 84 اور 89 تا 108

ادیان عالم کے قوانین

اگر مذہب کے ساتھ ربط ایک زندہ شعور کے ساتھ موجود ہو تو بانیان مذاہب کے توہین کی سزا ہر وقت اور ہر جگہ قتل ہی رہی ہے۔ البتہ اگر کسی جگہ عیاشی کو ہی بطور مذہب اپنالیا جائے تو پھر وہاں سوچ کے دھارے بدل جاتے ہیں اور ان کے مردہ ضمیر ''آزادیٔ رائے'' کے نام پر ہر چیز کو قبول کر لیتے ہیں۔

نمرود کے عہد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد کی عبادت کا درس دیا اور بتوں کی بے بسی کا اعلان کیا۔ جب ان کی قوم نہ مانی تو انہوں نے سارے بت توڑ دیئے ۔بتوں کی توہین پر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ آگ میں پھینک دیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قوم نمرود بتوں کی توہین کرنے والے کو زندہ جلانے کا عقیدہ رکھتے تھے۔

ہندومت کی مذہبی کتاب کی توہین پر سخت اور کڑی سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔

ویدوں کی توہین کرنے والے کو ناستک قرار دیا۔ ویدوں کے حکم کے مطابق ویدک دھرمی راجہ کا فرض تھا کہ وہ ویدک دھرم کے مخالفوں کو ہمیشہ تباہ و برباد کرے اور انہیں آگ میں جلا دے۔

سوامی جی نے پرمیشور کا حکم ہندی زبان میں ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

''اے سخت ونڈ دینے والے راج پرش (راجہ) آپ دھرم کے مخالف دشمنوں کو ہمیشہ آگ میں جلایئے۔ جو ہمارے دشمنوں کو حوصلہ دیتا ہے۔ آپ اس کو الٹا لٹکا کر خشک لکڑی کی مانند جلایئے۔''

قدیم ایران میں مذہبی مقتدروں کی توہین کی سزا بلکہ یہاں تک کہ بادشاہی سے

غداری کی سزا بھی موت تھی۔

چین کے فوجداری قوانین کے مطابق بدھ مت کے بانی مہاتما بدھ کے مجسمے کی توہین کرنا جرم ہے جس کا ارتکاب کرنے والے مجرم کو سزائے موت دی جاتی ہے۔

قبل مسیح میں یہودیت میں خدا، رسول، یوم سبت اور مذہبی عقائد کی توہین کے ارتکاب پر موت کی سزائیں دی جاتی تھیں اور سنگسار کیا جاتا تھا۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی توہین کا الزام لگا کر ہی اُن کے قتل کا مطالبہ کیا تھا۔ مسیحیت کے ایک مبلغ ستفنس پر یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین کا الزم لگا کر اسے سنگسار کیا (۱)

(۱) توہین رسالت کی سزا از پروفیسر حبیب اللہ چشتی ص 109 تا 116

شاتم رسول کی توبہ کے احکام

اللہ تعالیٰ توبہ سے اُن گناہوں کو معاف فرماتا ہے جو خالصتاً اُس کی ذات سے متعلق ہوتے ہیں۔ جنہیں اصطلاح میں حقوق اللہ کہا جاتا ہے لیکن وہ گناہ جن کا تعلق بندوں سے ہوتا ہے انہیں معاف کرنے کا حق بھی اس نے بندوں کو ہی دے رکھا ہے۔ گویا حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔ مثلاً اگر کوئی کسی کو گالی دیتا ہے تو جب تک جسے گالی دی گئی ہے وہ اسے معاف نہ کرے۔ گالی دینے والا اگر لاکھ مرتبہ توبہ کرتا رہے اس کی دنیاوی سزا اسے ضرور ملے گی۔

پھر آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ جب ایک عام آدمی کو دی گئی گالی کی سزا توبہ سے معاف نہیں ہوسکتی تو وہ ذاتِ اقدس ﷺ جو باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔ جن کی توہین سے نہ صرف کروڑوں انسانوں کے دل شدت جذبات سے بھڑک اٹھتے ہیں بلکہ ملاء اعلیٰ کے باسی بھی غیض وغضب سے چلا اٹھتے ہوں گے تو کیا اس ذات اقدس ﷺ کو گالی دینے والے کی سزا صرف توبہ کر لینے سے معاف ہو جائے گی؟ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔

مومنین کو اذیت پہنچانا صرف کھلا گناہ ہے جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچانے کی سزا دنیا و آخرت میں لعنت اور ذلت کا عذاب ہے۔ جب بھی کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ نے کسی توہین رسالت کے مرتکب کو قتل کرنے کی خبر دی تو حضور ﷺ نے اس کی تحسین فرمائی اور یہ نہ فرمایا کہ تم نے اسے توبہ کا موقع کیوں نہ دیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کو یہ حق حاصل تھا کہ آپ ﷺ اپنے شاتم کی سزا دیں یا معاف فرمائیں۔ اُن کے وصال کے بعد کسی کو شاتم رسول کو معاف کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ وہ ہر حال میں واجب القتل ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق اگر کوئی بندہ مرتد ہو جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اسے معاف کر دیا جائے گا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن توہین رسالت کے سبب جو ارتداد پیدا ہوتا ہے وہ مطلق ارتداد سے بہت بڑا جرم ہے۔ چونکہ اس نے کائنات کی سب سے معزز ذات ﷺ کو گالی دی ہے اور کروڑوں انسانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے اس لئے وہ ہر حال میں قتل کا مستحق ہے اور توبہ کر لینے سے اس کا قتل معاف نہ ہوگا۔

ظاہر ہے اگر ایک آدمی بالفرض اسلام چھوڑ کر کوئی دوسرا الہامی مذہب اختیار کرتا ہے اور دوسرا آدمی حضور ﷺ کو گالی دیتا ہے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگرچہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا الہامی مذہبی اختیار کرنا بھی جرم ہے کیونکہ اس طرح وہ آدمی تکذیب رسالت کا مرتکب ہوتا ہے لیکن جو شخص نبی ﷺ کو گالی دیتا ہے وہ تکذیب رسالت سے بڑھ کر ''شتم رسالت'' کا مجرم بن جاتا ہے۔ اس لئے اس کی سزا بھی عام ارتداد سے بڑی ہوگی۔

علامہ شامی اپنی کتاب تنقیح حامدیہ جلد نمبر ایک کے صفحہ 4 پر رقمطراز ہیں:

''شاتم رسول ﷺ کا ارتداد دوسرے ارتداد کی طرح نہیں ہے کیونکہ دوسرا ارتداد انفرادی عمل ہوتا ہے۔ اس میں کسی دوسرے کا حق متعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کی توبہ قبول ہوتی ہے مگر جس نے حضور ﷺ یا دیگر انبیائے کرام علیہ السلام میں سے کسی کو گالی دی وہ کفار میں شامل ہو جائے گا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے پھر تو بلا اختلاف اسے کفر کی وجہ سے قتل کریا جائے گا اور اگر توبہ کرے تو مشہور مذہب کے مطابق اسے بطور حد قتل کیا جائے گا۔''

اپنی ایک اور کتاب ردالمختار جلد تین کے صفحہ 290 پر علامہ شامی لکھتے ہیں:۔

''اگر کوئی بھی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کی توبہ قبول کی جائے مگر دو آدمیوں کی توبہ قبول نہ

ہوگئی (اور وہ واجب القتل ہی ٹھہریں گے) جو بار بار مرتد ہو اور جو نبی ﷺ کو گالی دے۔

علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں "رسول کریم ﷺ کو گالی دینا کفر وقتال کی جنس میں سے ہونے کے باوجود تنہا ارتداد سے بھی عظیم جرم ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کا رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا ارتداد بھی ہے اور اس سے بڑھ کر جرم بھی، جب دین میں داخل ہو کر اس سے نکل جانے کی وجہ سے مرتد کا کفر دوبالا ہو گیا ہے تو اس کا قتل کرنا عین واجب ہے بنا بریں رسول ﷺ کی توہین کرنے والا جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور تمام مومن بندوں کو اذیت دی۔ اس کے کفر کا شدید تر ہونا اولیٰ ہے۔ اس لئے وہ یقیناً قتل کا مستحق ہے اس لئے کہ کفر کی انواع میں گالی کا فساد ارتداد سے بھی عظیم تر ہے۔"

اب ہم اس کی تائید میں صحابہ کرام کا ردعمل دیکھتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس نام نہاد مسلمان کو توبہ کا مطالبہ کئے بغیر قتل کر دیا تھا جس نے حضور ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کیا اور بارگاہ نبوت سے "فاروق" کا لقب پایا تھا۔ اس کے علاوہ اس بندے کو بھی قتل کر دیا گھا جو حضور ﷺ کی توہین کی نیت سے سورۃ عبس کی تلاوت کرتا تھا۔ لیکن مطلق ارتداد کے متعلق ان کا نقطہ نظر بتانے کے لئے ایک روایت ملاحظہ ہو۔

"محمد بن عبداللہ بن عبدالقاری سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس ایک آدمی ابو موسیٰ اشعریؓ کی جانب سے آیا۔ حضرت عمرؓ نے وہاں کے حالات دریافت کئے۔ اس نے ایک آدمی کے متعلق بتایا کہ وہ مرتد ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: تم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس نے کہا ہم نے اس کی گردن اڑا دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم نے اسے تین دن کے لئے قید و بند میں نہ رکھا کہ ہر روز اسے روٹی کھلاتے اور توبہ کا مطالبہ کرتے ممکن تھا کہ وہ توبہ کر لیتا۔ پھر فرمایا: اے اللہ! میں اس وقت حاضر نہ تھا اور نہ ہی میں نے اس بات کا حکم دیا اور نہ ہی یہ بات سن کر راضی ہوا۔" اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک وہ

آدمی جو حضور ﷺ کی گستاخی کا مرتکب ہو وہ تو فوراً ہی واجب القتل ہے لیکن مرتد پر اسلام پیش کرنا لازمی ہے۔

امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب سفیان اور اوزاعی کے متفقہ قول کے مطابق شاتمِ رسول کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ امام خیر الدین الحنفی فرماتے ہیں: ''ہم کہتے ہیں جب کسی نے نشہ کی حالت میں حضور ﷺ کو گالی دی تو اسے معاف نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اسے بطور حد قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت ابوبکرؓ، امامِ اعظم، البدری اور اہل کوفہ کا یہی مذہب ہے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب کا بھی مشہور قول کے مطابق یہی مذہب ہے۔ اشباہ میں ہے کہ جب بھی کوئی کافر توبہ کرے گا تو اس کی توبہ دنیا اور آخرت میں مقبول ہوگئی۔ مگر ایک جماعت کی توبہ قبول نہ ہوگی جو کسی نبی کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہوا ہو۔'' (فتاویٰ خیریہ ج ص 103-102) قاضی ثناء اللہ مظہری الحنفی اپنی کتاب خیر مظہری جلد نمبر چار کے صفحہ نمبر 131 پر لکھتے ہیں: ''جو بھی نبی ﷺ کو گالی دے اسے قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ برابر ہے کہ وہ مومن ہو یا کافر۔'' اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''سید عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ ہزار ہا آئمہ دین کے نزدیک اصلاح قبول نہیں اور ہمارے علمائے حنفیہ میں سے امام بزازی و امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام و علامہ مولیٰ خسرو صاحب درر و علامہ ذین وابن نجیم صاحب بحر الرائق و علامہ عمر بن نجیم و علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ و علامہ خیر الدین رملی صاحب و علامہ شیخ زادہ مدقق علی صاحبؒ نے اختیار فرمایا ہے۔ بداں تحقیق المسئلہ فی الفتاویٰ الرضویہ اس لئے کہ عدم قبول توبہ صرف حاکم اسلام کے یہاں ہے کہ وہ اس معاملہ میں بعد توبہ بھی سزائے موت دے ورنہ اگر توبہ صدق دل سے ہے تو عنداللہ مقبول ہے کہیں یہ بدگو اس مسئلہ کو دستاویز نہ بنالیں کہ آخر توبہ قبول نہیں پھر کیوں تائب ہوں؟ نہیں نہیں

توبہ سے کفر مٹ جائے گا۔ مسلمان ہو جاؤ گے اور جہنم ابدی سے نجات پاؤ گے۔(تمہید الایمان ص 42-41 مطبوعہ سکھر)

مکتبہ دیو بند کے مقتدر عالم دین علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''بے شک حضور ﷺ کو اذیت دینا کفر ہے۔ ہمارے آئمہ نے اسے وضاحت سے بیان کیا ہے اور ایسے کافر کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔''

اگر کوئی توبہ کر لیتا ہے تو اس سے اس کا قتل تو ساقط نہ ہوگا البتہ اس پر مسلمان میت کے احکام نافذ ہوں گے جیسا کہ علامہ حقی حنفی اپنی کتاب فیسر روح البیان، جلد 3 کے صفحہ نمبر 394 پر لکھتے ہیں: ''اور مختار قول یہ ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسی بات کہے جو حضور ﷺ کی شان میں گستاخی پر دلالت کرے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے اور اس کی توبہ سے اس کا قتل معاف نہیں ہوگا۔ اگر چہ وہ کلمہ شہادت پڑھے اور اپنے قول سے رجوع کرے یا توبہ کرے لیکن اگر وہ توبہ کے بعد مر گیا یا اسے بطور حد قتل کیا گیا تو اس پر مسلمان میت کے احکام نافذ ہوں گے۔ اس کو غسل دیا جائے گا۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اسے دفن کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ اپنی گستاخی پر ڈٹا رہے اور توبہ سے انکار کر دے تو اس طریقے سے اس کی موت کفر پر سمجھی جائے گی اس کی وراثت مسلمانوں کے لئے ہوگی اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور اسے کفن نہیں پہنایا جائے گا بلکہ اس کی شرمگاہ ڈھانپ دی جائے گی اور اس پر مٹی ڈال کر اسے چھپا دیا جائے گا جیسا کہ کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔''(۱)

(۱) توہین رسالت کی سزا حبیب اللہ چشتی ص 122 تا 128 اور 158,157

عصماء بنت مروان کی گستاخیاں

عصماء ایک یہودن تھی۔ وہ ہر وقت حضور ﷺ کی شان اقدس میں بدکلامی کرتی رہتی تھی اور لوگوں کو اسلام کے خلاف بھڑکاتی رہتی تھی۔ اس کی شرانگیزیاں جب حد سے گزر گئی تو حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ کو جب اس کی باتوں اور اشتعال انگیزیوں کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ! میں تیرے حضور نذر مانتا ہوں کہ اگر تو حضور ﷺ کو بخیر و عافیت مدینہ لوٹا دے تو میں اس عورت کو قتل کر دوں گا۔

رسول ﷺ اس وقت بدر میں تھے جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ آدھی رات کے وقت اس عورت کے گھر میں داخل ہوئے۔ وہ عورت اپنے اہل خانہ کے ساتھ سو رہی تھی اور اس کے اردگرد اس کے بچے سو رہے تھے۔ ایک بچہ اس کے سینے سے چمٹا دودھ پی رہا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ نے بچے کو الگ کیا پھر اپنی تلوار کو اس کے سینے پر رکھ کر اس کی پشت سے پار کر دیا۔ پھر صبح کی نماز رسول ﷺ کے ساتھ ادا کی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو عمیر رضی اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم نے بنت مروان کو قتل کر دیا ہے؟“

انہوں نے عرض کی: جی ہاں! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ ڈرے کہ انہوں نے رسول ﷺ کی مرضی کے خلاف یہ کام نہ کیا ہو اس لئے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! اس ضمن میں مجھ پر کوئی چیز واجب ہے؟“

فرمایا: نہیں دو بکریاں اس میں سینگوں سے نہیں ٹکراتی۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اردگرد دیکھا اور فرمایا کہ جب تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہو جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی غیبی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی

کو دیکھ لو۔

جب حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کے پاس سے لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ اس عورت کے بیٹے لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ اسے دفن کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے عمیر رضی اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر کہا: ''اے عمیر! کیا تو نے اسے قتل کیا ہے؟''

فرمایا: ''ہاں! تم نے جو کرنا ہے کرلو۔ اگر تم سب وہ بات کہو جو وہ کہا کرتی تھی تو میں تمہیں بھی قتل کر دوں گا یا اسی کوشش میں مارا جاؤں گا''

عصماء کا تعلق بنو خطمہ سے تھا۔ اس قبیلہ کے کئی لوگ دل سے ایمان لا چکے تھے لیکن خوف کے باعث اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ کے اس جرأت مندانہ جوب سے اہل ایمان کے حوصلے بلند ہو گئے اور اُنہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

---

(۱) توہین رسالت کی سزا از حبیب اللہ چشتی ص 75-76

(۲) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد سوئم ص 436

ابورافع ملعون

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ابورافع یہودی کے لئے انصار سے چند حضرات کو بھیجا اور حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا کیونکہ ابو رافع حضور ﷺ کو اذیت دیا کرتا تھا۔ سرزمین حجاز میں اس کا قلعہ تھا جب یہ حضرات وہاں پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے جانوروں کو لے جارہے تھے۔

عبداللہؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ اسی جگہ بیٹھ جائیں۔ میں جاتا ہوں اور دربان سے کوئی بہانہ کر کے اندر جانے کی کوشش کروں گا۔ پس یہ دروازے کے نزدیک جا پہنچے اور اپنے کپڑے اس طرح سمیٹ کر بیٹھ گئے جیسے کوئی رفع حاجت کے لئے بیٹھ گیا ہو۔ سارے لوگ اندر داخل ہو گئے تو دربان نے اُنہیں آواز دی کہ اے اللہ کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو آجاؤ ورنہ میں دروازہ بند کرنے لگا ہوں وہ اندر داخل ہو کر ایک جانب چھپ گئے۔

جب لوگوں کی آمد و رفت ختم ہو گئی تو اس نے دروازہ بند کرے کے چابیاں ایک کیل کے ساتھ لٹکا دیں۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں اُٹھا، چابیاں لیں اور دروازہ کھولا۔ ابورافع کے پاس بالا خانے پر قصہ خوانی ہو رہی تھی۔ جب قصہ خوان اس کے پاس سے چلے گئے تو میں اس کی طرف چڑھنے لگا۔ میں جس دروازے کو کھولتا، اس کو اندر سے بند کر دیتا تھا تاکہ کوئی دوسرا داخل نہ ہو سکے اور اگر لوگوں کو میرا پتہ لگ بھی جائے تو میں ان کے پہنچنے تک ابورافع کا کام تمام کر دوں۔ آخر کار میں اس تک پہنچ گیا۔

وہ ایک اندھیرے کمرے میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ محو خواب تھا۔ گھر کے اندر مجھے یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کدھر ہے؟

پس میں نے اسے آواز دی: ''اے ابورافع!''
اس نے کہا: ''کون ہے؟''
میں نے آواز کے مطابق تلوار سے وار کیا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا وار اوچھا پڑا۔ وہ چلانے لگا تو میں کمرے سے باہر نکل آیا۔
تھوڑی دیر کے بعد میں نے پھر اندر جا کر پوچھا: ''اے ابورافع! یہ آواز کیسی تھی؟''
اس نے کہا: ''تیری ماں تجھے روئے۔ ابھی ابھی ایک آدمی نے گھر میں تلوار سے مجھ پر وار کیا تھا۔

وہ فرماتے ہیں کہ آواز سنتے ہی میں نے تلوار کا بھرپور وار کیا لیکن وہ نہ مرا۔ پس میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی تو اس کی کمر سے پار نکل گئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ پس میں ہر ایک دروازے کو کھول کر باہر نکلتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک منزل سے اُترتے ہوئے جب میں نے قدم اُٹھایا تو گر گیا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اسے اپنے عمامہ سے باندھ لیا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ پھر اپنے دل میں کہا کہ آج رات اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ جب تک مجھے اس کے مرنے کا یقین نہ ہو جائے۔
جب مرغ نے اذان دی تو ایک شخص قلعہ کی دیوار پر کھڑا ہو کر کہنے لگا: ''لوگو! اہل حجاز کا تاجر ابورافع مر گیا ہے۔''
پس میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابو رافع کو جہنم واصل کر دیا ہے پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ عرض کیا۔
آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنا پاؤں پھیلاؤ۔''

میں نے اپنا پاؤں پھیلایا دیا تو آپ ﷺ نے اس پر اپنا دستِ کرم پھیر دیا تو وہ ایسے ہو گیا جیسے اس میں سرے سے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

(۱) توہین رسالت کی سزا از حبیب اللہ چشتی ص 70،71

ابن خطل کی بدبختی

ابن خطل فتح مکہ سے پہلے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ اُسکا نام عبدالعزیٰ تھا۔ نبی ﷺ نے اس کو عبداللہ کے مبارک نام سے موسوم فرمایا اور صدقات و خیرات وصول کرنے کے لئے قبائل پر متعین فرمایا۔ ایک انصاری کو اس کے ہمراہ بھیجا تا کہ اس کی خدمت کرے۔ ایک دفعہ وہ اپنے خادم کو لے کر ایک قبیلہ میں گیا۔ اپنے خادم کو کھانا پکانے کا حکم دے کر سو گیا جب بیدار ہوا تو اسے پتہ چلا کہ خادم کھانا تیار کئے بغیر سو گیا ہے۔ اسے بہت غصہ آیا اور غصے سے بے قابو ہو کر اسے سوتے میں ہی قتل کر دیا۔ پھر مرتد ہو کر مکہ لوٹ آیا۔ قادر الکلام شاعر بھی تھا۔ مکہ آ کر حضور ﷺ کی ہجو میں اشعار لکھنے شروع کر دیئے۔ اس کی دو کنیزیں تھی انہیں اپنے ہجو یہ اشعار یاد کروا دیتا اور انہیں حکم دیتا کہ وہ یہ اشعار گایا کریں۔

جب فتح مکہ کا دن آیا تو اس نے زرہ پہنی، اپنے ہاتھوں میں نیزہ پکڑا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس نے قسم کھائی کہ میں محمد (ﷺ) کو زبردستی مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دوں گا۔ لیکن جب اس نے اللہ تعالیٰ کے شہسواروں کو دیکھا تو مرعوب ہو کر سیدھا کعبہ کی طرف گیا گھوڑے سے اُترا، ہتھیار پھینک دیئے اور کعبہ شریف کے غلاف میں چھپ گیا۔

ایک آدمی نے اس کے ہتھیار لے لئے اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور اس کے بارے میں بتایا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے حکم دیا کہ وہ جہاں ملے اسے قتل کر دو۔ جب رحمت العالمین ﷺ کعبہ کا طواف کرنے لگے تو صحابہ نے عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ! یہ ہے عبداللہ بن خطل۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو کعبہ کسی مجرم

بدکار کو پناہ نہیں دیتا۔''

چنانچہ سعید بن حریث رضی اللہ تعالیٰ اور ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کی دو کنیزیں جو ہجو یہ اشعار گاتی تھیں ان کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ ایک قتل ہوئی اور دوسری نے اسلام قبول کر لیا اور حضور ﷺ نے اسے معافی دے دی۔(۱)

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد سوم ص 452، 453

اندلس کی تحریک شماتت رسول

850ء میں پرفیکٹس نامی ایک راہب بازار گیا۔ چند مسلمانوں نے اس سے سوال کیا کہ آیا محمد ﷺ عظیم پیغمبر ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام۔ وہ اس سوال سے گھبرا گیا کہ کیا جواب دے۔ تھوڑی دیر ہچکچانے کے بعد اس نے محمد ﷺ پر جھوٹا مدعی نبوت، جنسی بے راہرو اور دشمن مسیح ہونے کے اعتراضات لگائے اور نبی ﷺ پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ جب اس معاملے کی خبر حکومت کو ہوئی تو پرفیکٹس کو فوراً جیل بھیج دیا گیا۔

قرطبہ میں اس واقعہ کا پیش آنا خلاف معمول تھا کیونکہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے باہمی تعلقات بہت اچھے تھے اور یہودیوں کی طرح عیسائیوں کو بھی اسلامی سلطنت میں مکمل آزادی تھی۔ اکثر ہسپانوی اس عظیم تہذیب کا حصہ ہونے پر فخر محسوس کرتے تھے۔

پرفیکٹس کی تقلید میں ایک چھوٹا سا طبقہ پیدا ہو گیا جس نے محمد ﷺ کو گالیاں دینا اپنا معمول بنا لیا۔ اُن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ جب پرفیکٹس کو قاضی کی عدالت میں پیش کیا گیا تو وہ سخت ڈرا ہوا تھا۔ قاضی نے اس بنا پر پرفیکٹس کو سزائے موت نہ سنائی کہ اس کو غلط انداز میں اشتعال دلایا گیا تھا جس کی وجہ سے اس نے یہ رویہ اختیار کیا۔ لیکن رہائی کے چند دن بعد پرفیکٹس نے پھر اس جرم کا اعادہ کیا۔

اس بار قاضی نے قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے پرفیکٹس کو سزائے موت سنا دی۔ عیسائیوں کے ایک گروپ نے اسے شہید قرار دیا اور بعد پھانسی اس کے جسم کے ٹکڑوں کی بطور تبرک تعظیم شروع کر دی۔ چند دن کے بعد ایک اور راہب اسحاق نے بھی وہی حرکت کی جو پرفیکٹس نے کی تھی۔ اس کے قتل کے بعد جرمیاس اور اس کے چھ راہب ساتھیوں نے نے بھی وہی حرکت کی۔ نتیجے میں سب قتل کر دیئے گئے۔ اس تحریک میں تقریباً پچاس لوگوں

نے اپنی جانیں دیں۔

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ اس تحریک کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور زیادہ تر پادری ہی لقمۂ اجل بنے۔ کیونکہ عیسائی شرفاء اور عوام امیر عبدالرحمٰن کے اس قدر گرویدہ اور جانثار تھے کہ انہوں نے اپنی متحدہ کوشش سے عوام الناس کو پادریوں کے زہریلے اثر سے محفوظ رکھا۔ لین پول لکھتا ہے

''ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مسیحی ''شہداء'' راہ راست سے بھٹکے ہوئے تھے۔ بے شک انہوں نے اپنی جانوں کو مفت ضائع کیا۔ انہوں نے جو بھی کیا فی الجملہ غلط کیا۔''

امیر عبدالرحمٰن نے اس تحریک کو ختم کرنے کے لئے ایک کلیسائی کونسل تشکیل دینے کی فیصلہ کیا جو عیسائیوں کو نبی ﷺ کی بے ادبی سے روکتی۔ چنانچہ تمام بزرگ پادریوں کو ایک مجلس میں جمع کیا گیا اور بادشاہ کی طرف سے ایک بڑا عیسائی سرکاری عہدیدار اس مجلس میں شریک ہوا۔ اس مجلس میں فیصلہ ہوا کہ اس وقت تک جس قدر لوگ 'شہید' ہو چکے ہیں چونکہ تمام کلیساؤں نے ان کی ''ولایت'' کو تسلیم کیا ہے لہٰذا وہ ہر قسم کے جرم سے بری کئے جاتے ہیں لیکن آئندہ جو شخص بھی ان کی پیروی کرے گا وہ مجرم اور خارج از مذہب سمجھا جائے گا۔

ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم ص 147

ناموس رسالت اور قانون توہین رسالت از اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ ص 258، 259

راج پال کا واقعہ

شیفتہ رسول کریم غازی علم الدین شہید 3 دسمبر 1908ء بمطابق 8 ذی قعدہ 1326ھ بروز جمعرات لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام طالع محمد تھا جو بڑھئی تھے۔ لاہور میں راج پال نامی ایک کتب فروش تھا جس کی دکان پر بالعموم آریہ سماج کی مذہبی کتب فروخت ہوتی تھیں۔ اس کی دکان آج کی پان گلی، انارکلی سے ملحق تھی اس نے ایک دل آزاد کتاب ''رنگیلا رسول (نعوذ باللہ)'' شائع کی جس کو ڈی اے وی کالج کے پروفیسر چھپاوتی نے لکھا تھا مگر کتاب پر اس کے مصنف کا نام تحریر نہیں تھا۔

پھر جب عدالت عالیہ نے بھی ظالموں کا ساتھ دیا تو 19 اکتوبر 1927ء کو کوہاٹ کے رہائشی عبدالعزیز نے اپنی دانست میں راج پال پر حملہ کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا مگر وہ راج پال کا دوست جتندر داس نکلا۔ عدالت سے عبدالعزیز کو چودہ سال قید کی سزا سنائی گئی 27 دسمبر 1927ء کو لاہور کے ایک غیور شیر فروش خدا بخش نے راج پال پر قاتلانہ حملہ کیا جو ناکام ہوا۔ عدالت نے اسے سات سال قید کی سزا سنائی۔

آخر کار یہ سعادت سولہ اپریل 1929ء کو علم الدین شہید کے حصہ میں آئی اس نے راجپال ملعون کی دکان میں گھس کر اس کے دو ملازموں، دو ہندو سپاہیوں اور ایک سکھ حوالدار جو اس کی دکان پر حکومت کی جانب سے تعینات تھے، کے سامنے دن دیہاڑے اپنا خنجر اس کے سینے میں پیوست کر کے اس کو جہنم رسید کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے مقدمہ کی پیروی کی مگر سزائے موت بحال رہی۔

غازی علم الدین شہیدؒ کی جان بچانے کے لئے مسلمان پریوی کونسل تک پہنچے۔ اس زمانے میں جب دیسی گھی چھتر پیسے سیر، چینی ایک روپے کی چار سیر، گندم روپیہ کی ایک

من اور دودھ ایک آنے سیر فروخت تھا۔ اس مقدمہ پر اٹھارہ ہزار روپے خرچ آیا جو مسلمانوں نے بطور چندہ جمع کیا تھا۔ اکتیس اکتوبر کی صبح میانوالی جیل میں غازیؒ کو پھانسی دے دی گئی اور نو بجے جیل کے حکام نے شہید کے جسدِ خاکی کو بغیر نماز جنازہ خاموشی کے ساتھ جیل ہی میں دفن کر کے پہرہ لگا دیا۔

حکومت کی اس حرکت پر بالخصوص مسلمانان پنجاب بپھر گئے اور نہ رکنے والا ایجی ٹیشن شروع ہوگیا۔ مجبور ہو کر شہادت کے تیرہ روز بعد میت قبر سے نکالی گئی جو بالکل صحیح سلامت اور تر و تازہ تھی۔ نعش کو جست کے صندوق میں رکھ کر اسپیشل ٹرین کے ذریعے لاہور لایا گیا۔

چودہ نومبر 1929ء بروز جمعرات ساڑھے دس بجے شمع رسالت ﷺ کے اس پروانے کا جنازہ اٹھا جو پانچ میل لمبا تھا۔ چھ لاکھ انسانوں نے شرکت کی، جس میں پورے ہندوستان کے ہر صوبے کے مسلمان شامل تھے۔ جنازے کی کیفیت دیدنی تھی۔ فضاء خوشبوؤں سے عطر بیز تھی۔ جنازہ جدھر سے گزرتا، پھولوں کی بارش ہونے لگتی۔ صندوق پر سیاہ چادر تھی جس کے حاشیوں پر یہ شعر کڑھا تھا

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

ہر شخص وفورِ جذبات کی تصویر بنا ہوا تھا لحہ شہادت کی پکار فضا میں گونج رہی تھی اور ہزاروں لوگ ”بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم“ پڑھتے جا رہے تھے۔ چارپائی، جس پر صندوق تھا کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے۔ اور ان بانسوں سے لوگوں نے اپنی پگڑیاں باندھ دی تھیں جن کو ہزارہا لوگوں نے تھام رکھا تھا۔ ساری فضا کلمۂ شہادت، تکبیر، غازی علم الدین زندہ باد اور اسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ اس زمانے

میں پرانی انارکلی اور چوبرجی کے درمیان کھیت ہوتے تھے۔ بارہ بجے ملتان روڈ پر یونیورسٹی گراؤنڈ کے قریب پرانی چاند ماری میں جہاں اب خوبصورت کوٹھیاں بنی ہیں وہاں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پھر چوبرجی سے میانی صاحب تک آدھے میل کا راستہ ڈیڑھ گھنٹے میں طے ہوا۔ مولانا ظفر علی خان نے اپنی نگرانی میں قبر بنوائی، وہ لحد میں اترے، لیٹے اور لمبائی، چوڑائی کا جائزہ لیا۔ بعدازاں علامہ محمد اقبالؒ اور مولانا دیدار علی شاہؒ نے اپنے دستِ ہائے مبارک سے اس عاشق رسول اور عصمت رسول ﷺ کے پاسبان کو سپرد خاک کیا۔

اکتیس اکتوبر 1929ء صبح قیدی نمبر 105 یعنی غازی علم الدین شہید کو میانوالی جیل میں قید رکھا ہوا تھا اور کوٹھڑی کے اندر اور باہر سخت پہرہ تھا۔ نواب دین وارڈن جیل چاق و چوبند، ہاتھوں میں بندوق لئے عالم اضطراب میں قیدی کی کال کوٹھڑی کے کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف چکر لگا رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار اس قیدی پر مرکوز ہو جاتی تھیں جو نماز عشاء کے بعد سے تلاوت میں مشغول تھا۔

اسی اثناء میں کئی بار اس قیدی کی جبیں سجدہ ریز ہوئی۔ عجیب نظارہ تھا صبح کی اذان میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ نواب دین کو ایک لمحہ کے لئے اونگھ آ گئی۔ اسی لمحے قیدی اپنی کال کوٹھڑی سے غائب ہو چکا تھا۔ نواب دین نے بندوق کو بغل میں دبا کر پریشان نظروں اور لرزتے ہاتھوں سے کال کوٹھڑی کے مضبوط تالے کو اچھی طرح جھنجھوڑ کر دیکھا۔ تالا بند تھا اور دیوار میں کوئی شگاف بھی نہ تھا۔ خوف، اندیشے اور وسوسے اس کے ذہن پر مسلط ہو گئے اور عالم حیرانی و پریشانی میں اس کی آنکھیں اس قیدی کو ادھر ادھر تلاش کر رہی تھی ایک بار پھر اس کی نگاہ کال کوٹھڑی کی طرف اٹھ گئی جہاں اب اندھیرے کی جگہ نور کا سیلاب آیا ہوا تھا اور وہی قیدی فرش پر خشوع وخضوع سے بیٹھا عرش بریں کی طرف نگاہیں اٹھائے خاموشی کی زبان میں کسی سے ہم کلام تھا۔

نواب دین کا بیان ہے کہ کال کوٹھڑی بقعۂ نور بن چکی تھی اور ایک نوارنی صورت بزرگ مصلّے پر بیٹھ ہوئے قیدی نمبر 105 کے سر پر دستِ شفقت پھیر رہے تھے۔نواب دین ان کی زیارت کے لئے کوٹھڑی کی سلاخوں کے قریب آیا ہی تھا کہ وہ مہمان بزرگ غائب ہو گئے۔پس قیدی رہ گیا جو تسبیح وتہلیل میں مصروف تھا اور جس کو علی الصبح تختہ دار پر لٹکایا جانا تھا۔صبح کو جب اسے پھانسی گھاٹ کی طرف لے جانے لگے تو میں نے اللہ کا واسطہ دے کر اسے روکا اور پوچھا کہ للہ بتائیے کہ وہ بزرگ کون تھے؟اس نےتامل کیا لیکن تھوڑی دیر بعد میرا پرزور اصرار ملاحظہ کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ وہ بزرگ ہستی نبی مہربان ﷺ خود تھے۔(۱)

(۱)زیارت نبی بحالت بیداری از محمد عبدالمجید صدیقی

ایک ڈوگرہ فوجی کی غلیظ حرکت

16 مئی 1937ء رات کے چھ بجے تھامس ماؤنٹ چھاؤنی کے قلعے میں بیٹھے ہوئے مختلف عقائد و مذاہب کے فوجی خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ان میں دو ہندو ڈوگرے اور مسلمان سپاہی بڑھ چڑھ کر اس گفتگو میں حصہ لے رہے تھے۔ ایک ہندو ڈوگرے نے بلند آواز میں مترنم لہجے میں نعت پڑھنا شروع کر دی۔ خوش الحانی، لہجے کی مٹھاس اور عقیدت کے رنگ نے نعت کا مزہ دوبالا کر دیا۔ مسلمان فوجی اپنی جگہوں سے کھسک کر اس کے گرد آ کر بیٹھ گئے۔ اس نعت کا آخری مصرعہ تھا "واہ واہ پیارے محمد (ﷺ)"۔ ہندو نعت گو بارگاہِ رسالت میں اپنا نذرانہ عقیدت کچھ اس والہانہ انداز میں پیش کر رہا تھا کہ جوشِ مسرت سے مسلمانوں کی آنکھیں بھر آئیں۔ جونہی محمد عربی ﷺ کا اسم مبارک مذکور کے منہ سے نکلا، دوسرا ڈوگرہ سپاہی جل بھن گیا۔ اس نے غلیظ الفاظ میں اپنے ساتھی کو تنبیہ کی اور کہا:

"______ محمد (ﷺ) کو ______ کرو ______ کسی اور کا نام لو ______ تو ہندو دھرم کا مجرم ہے اور تیرا پاپ ہرگز برداشت نہیں کیا جا سکتا۔"

یہ تمام کاروائی محمد ﷺ کے شیدائیوں کے سامنے ہوئی جس سے ان کے دلوں میں کافی ہلچل مچ گئی۔ ان میں ایک مسلمان فوجی کا نام میاں محمد تھا جس نے بڑے جذباتی انداز میں گستاخ ڈوگرے سے کہا کہ تو نے جو کیا ہے بہت غلط کیا ہے۔ تمہارے ساتھی کو یہ نام نامی اچھا لگتا ہے اگر تمہیں پسند نہیں تو خاموشی سے یہاں سے چلا جا اور اگر آئندہ اس قسم کی بکواس کی تو زبان کھینچ لوں گا۔ بدکلام ڈوگری سپاہی نے جواب دیا: "مجھے اس سے روکنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔" میاں محمد کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور وہ ہونٹ چباتے ہوئے

بولے: ''میں تمہیں جلد ہی بتا دوں گا کہ میرا حق ہے یا نہیں۔''

اس کے بعد انہوں نے جا کر حوالدار کو تمام واقعہ کی تفصیل بتائی اور اپنے جذبات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ معافی کا خواستگار نہ ہوا تو میرے لئے اپنی جان پر کھیلنا فرض ہو جائے گا۔ حوالدار نے صرف اتنا کہا کہ وہ اسے سمجھا دے گا مگر اسے معافی مانگنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ جب شکایت پر کوئی شنوائی نہ ہوئی تو میاں محمد گم سم اپنی بیرک میں پہنچا۔ وردی تبدیل کیا اور نماز عشاء پڑھی۔ پھر مزید کچھ نوافل پڑھنے کے بعد اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے لگا۔ بالآخر عقل مات کھا گئی اور عشق بازی لے گیا۔

نماز اور دُعا سے فراغت کے بعد میاں محمد چپکے سے کوارٹر گارڈ جا پہنچے۔ جہاں وہ بدبخت گارڈ ڈوگرہ سپاہی اپنی ڈیوٹی دے رہا تھا۔ میاں محمد اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گارڈ روم میں داخل ہو گئے اپنی رائفل لوڈ کر کے باہر نکلے اور اسے للکارتے ہوئے بولے:

''ارے کمبخت ـــــ اب بتا کہ میرے نبی ﷺ کی شان میں توہین کا مرتکب ہونے پر میں تم سے باز پرس کا حق رکھتا ہوں یا نہیں؟'' یہ سنتے ہی ڈیوٹی پر متعین شاتم رسول نے بھی پوزیشن سنبھال لی اور رائفل کا رخ میاں محمد کی طرف کر دیا مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور قدم اٹھاتا۔ عاشق رسول کی ایک گولی اس کے سینے کے پار ہو گئی میاں محمد رائفل کی دس گولیاں اس کے سینے میں اتارنے کے بعد اس کے چہرے پر سنگین ضربیں لگاتے رہے اور ساتھ ساتھ کہتے: ''بے غیرت! اس ناپاک اور گندی زبان سے تو نے میرے پیارے رسول ﷺ کی شان میں بکواس کی تھی۔ جی چاہتا ہے کہ تیرا پلید جسم کتوں اور کوؤں سے نچوا دوں۔

ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق مردے کے چہرے کل پانچ ضربیں لگی ہوئی تھیں جب میاں محمد کو اس مردود کے واصل جہنم ہونے کا یقین ہو گیا تو خطرے کی گھنٹی انہوں

نے خود بجائی اور بگلر کو مسلسل بگل بجائے رکھنے کا کہا۔ یونٹ کے لوگ جمع ہو گئے تو انہوں نے ایک مسلمان افسر کو گرفتاری پیش کی۔

وقوعہ کی شب وہ اپنے افسران کی کڑی نگرانی میں رہے۔ سترہ مئی 1937ء کو انہیں مقدمے کی تفتیش کے لئے پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ پھر دس دن بعد واپس یونٹ میں لایا گیا تا کہ فوجی قانون کے تحت ان پر مقدمہ چلایا جائے۔ فوج کی لاکھ کوشش کے باوجود ان کے گھر والوں کو خبر مل گئی۔ انہوں نے یہ مقدمہ معروف قانون دان اصغر علی ایڈوکیٹ کے سپرد کر دیا۔ طبی معائنے کے بعد غازی صاحب کا سولہ اگست سے بیس اگست تک کورٹ مارشل جاری رہا۔

حسبِ ضابطہ کورٹ مارشل کے فیصلے کی توثیق کے لئے کاغذات انڈین آرمی کے کمانڈر انچیف کو دیئے جس نے منظوری دے دی۔ 23 ستمبر کو فوجی رواج کے مطابق انہیں سزائے موت دینے کا فیصلہ سنایا گیا۔ غازی صاحب کے والد صوبیدار (ر) غلام محمد نے پانچ اکتوبر 1937ء کو وائسرائے ہند کے پاس اپیل کی جو مسترد کر دی گئی۔ اس کے بعد پریوی کونسل میں بھی اپیل کی گئی لیکن اس کو بھی مسترد کر دیا گیا۔

بالآخر بارہ اپریل 1938ء کے دن آپ کو پھانسی دینے کا فیصلہ ہوا۔ گیارہ اور بارہ اپریل کی درمیانی شب کال کوٹھڑی میں اپنے والد سے ملاقات کی۔ صبح کو غسل کر کے سفید لباس زیب تن کیا۔ کلاہ باندھ کر اپنی پگڑی اپنے والد صاحب کے حوالے کر دی۔ ان کے والد آخری وقت تک وہاں موجود رہے بلکہ کنٹوپ بھی انہوں نے خود ہی بیٹے کو پہنایا۔ آپ بڑی شان وشوکت سے چل کر تختہ دار پر جا کھڑے ہوئے۔ نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر چہرہ مدینہ منورہ کی طرف کیا اور بڑی عقیدت سے سر جھکا لیا۔ کلمۂ شہادت کا ورد کرتے ہوئے پھانسی کا پھندہ قبول کیا اور آخر وقت تک قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہے۔

یہ واقعہ بروز منگل دس صفر المظفر 1357ھ بمطابق بارہ اپریل 1938ء پیش آیا۔ ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر نے شہادت کی تصدیق کر دی۔ پھر اس کے بعد نعش ورثاء کے حوالے کر دی۔ فسادِ امن کے خطرے کے باعث لاش کو وطن لے جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ آخر کار انہیں مدراس سنٹرل ریلوے سٹیشن سے تین میل دور ایک بڑے قبرستان میں معروف ولی اللہ حضرت پیر دستگیر ساویؒ کے مزار اور مسجد کے درمیان سپرد خاک کر دیا گیا۔ وصال کے وقت چہرہ پر نور تھا اور ماحول معطر تھا۔ بارہا ان کی قبر سے تلاوت قرآن پاک کی آواز سنی گئی۔

قبر کے ساتھ نصب پتھر پر قرآن پاک کی ایک آیت کے ساتھ یہ درج تھا۔

قطعہٴ شہادت میاں محمد صاحب سابق سپاہی 3/10
بلوچ رجمنٹ فرزند غلام محمد صوبیدار بمقام تلہ گنگ
ضلع کیملپور (پنجاب)

تاریخ وفات: دس صفر المظفر 1357ء بمطابق بارہ اپریل 1938ء

(۱) ہفت روزہ ہلال ص 155-151

رام گوپال کا واقعہ

ہندوستان کے ایک قصبہ ''پلول'' ضلع گوڑ گانواں کے ایک ہندو ڈاکٹر رام گوپال نے جو شفا خانہ حیوانات میں کام کرتا تھا اپنے ہسپتال کے ایک گدھے کا نام محسنِ انسانیت ﷺ کے اسم گرامی پر رکھا (نعوذ باللہ)۔ یہ خبر ایک دن زمیندار اخبار نے شائع کی تو اس بدذات کی اس شرمناک جسارت کی خبر پورے ملک میں آگ کی طرح پھیل گئی اور مسلمانوں نے آگ بگولہ ہو کر صدائے احتجاج بلند کی۔ جب نقض امن کا خطرہ بڑھا تو مصلحتاً اس ڈاکٹر کا تبادلہ وہاں سے ضلع حصار کے قصبہ نارنوند میں کر دیا گیا۔

مرید حسین ایک صوم وصلوٰۃ کا پابند عاشق رسول مسلمان تھا۔ ایک رات خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے ایک بندے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس گستاخ کو سزا دو۔ وہ رام گوپال ہی تھا۔ غازی مرید حسین پہلے ہی متعصب ہندوؤں کی حرکتوں سے رنجیدہ خاطر رہتے ہیں کہ ڈاکٹر رام گوپال کی اس قبیح حرکت نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ چنانچہ آپ نے اصرار کر کے ماں سے رخصت کی اجازت لی کہ وہ ایک اہم کام پر جا رہے ہیں۔

بھیرہ پہنچ کر بھائی کو بھی اطلاع دے دی۔ وہاں سے چاچڑ شریف اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض مدعا پیش کیا اور دعا کی درخواست کی۔ پیر صاحب نے گلے لگا کر رخصت کیا۔ راستے میں ایک دوست کے ہاں ٹھہرے۔ دوست نے ایک ہندو دھوبی سے کپڑے دھلوا دیئے لیکن انہوں نے یہ کہہ کر لگانے سے انکار کر دیا کہ یہ ہندو دھوبی کے دھوئے ہوئے ہیں۔

وہاں سے سیدھے چکوال گئے اور ڈاک خانہ سے اپنی جمع پونجی سات سو روپے

نکلوائی (اس زمانے میں سات سو روپے آج کے ستر ہزار سے بھی زیادہ تھے) اور کسی کو بتائے بغیر اپنے مشن پر روانہ ہو گئے۔ حصار پہنچ کر معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ایک ماہ کی چھٹی پر پشاور چلا گیا ہے۔ چنانچہ وہ ڈاکٹر کا تعاقب کرتے ہوئے جب پشاور پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ واپس جا چکا ہے۔

چھ اگست 1936ء کو دوبارہ حصار پہنچ گئے پوچھتے پوچھتے اس ہسپتال جا پہنچے جہاں گستاخ زمانہ ڈاکٹر متعین تھا۔ خواب میں بتائے گئے حلئے کی مدد سے اسے تلاش کر لیا۔ ڈاکٹر کی رہائش گاہ جو ہسپتال سے متصل تھی دیکھی اور حالات کا جائزہ لیا پھر کسی مسلمان کے گھر میں جا کر نماز ادا کی۔

اگست کا مہینہ تھا۔ ڈاکٹر اپنے گھر کے صحن میں گھنے درختوں کے سائے میں سو رہا تھا۔ غازی مرید حسین نے جب اس کے صحن میں قدم رکھا تو ڈاکٹر پر نظر پڑی۔ قریب ہی ڈاکٹر کی بیوی کشیدہ کاری میں مصروف تھی۔ ملازم اندر باہر پھر رہے تھے۔ مرید حسین نے اسے دیکھتے ہی بلا خوف و خطر "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا اور کہا "او گستاخ کافر اُٹھ! آج محمد ﷺ کا پروانہ آ ہی گیا ہے۔"

بیوی شوہر سے بولی: "رام گوپال! اٹھو کوئی مُسلہ آ گیا ہے۔"

رام گوپال بیوی کی آواز سن کر جاگا۔ اس کی بیوی اور نوکر چاکر مرید حسین کو پکڑنے کے لئے لپکے لیکن انہوں نے آن کی آن میں خنجر موذی کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ جب انہوں نے اسے گرتے دیکھا تو فوراً خنجر نکال کر قریبی تالاب میں پھینکا اور خود بھی اس کے اندر چھلانگ لگا دی اور تیرنے لگے۔

پولیس نے فوراً تالاب کو گھیرے میں لے لیا۔ غازی مرید حسین نے پوچھا: تم میں سے کوئی مسلمان ہے؟ اتفاق سے مقامی تھانیدار مسلمان تھا۔ انہوں نے فوراً اس کے

ہاتھ گرفتاری دے دی۔ اخبارات سے اطلاع پاتے ہی غازی صاحب کی والدہ اور بھائی حصار پہنچے اور مقدمے کی پیروی شروع کر دی۔ حصار کی ضلع کچہری میں مقدمے کی سماعت کے دوران نماز کی اجازت طلب کر کے نماز ادا کی۔ تین دن سماعت ہوتی رہی آخر کار چوتھے دن سزائے موت کا فیصلہ سنایا گیا۔ ایک درخواست کے نتیجے میں مقدمے کی دوبارہ سماعت کی مگر سزائے موت بحال رہی۔ اس پر ہائی کورٹ میں اپیل کی سماعت ہوئی لیکن انہوں نے اپیل خارج کر کے سزائے موت بحال رکھی۔

جیل کی جس کال کوٹھری میں غازی صاحب قید تھے ان کے ساتھ والی کوٹھری میں قتل کا ایک ہندو مجرم قید تھا۔ وہ غازی صاحب کی عبادت گزاری اور بے باکی سے بہت متاثر تھا۔ ایک دن اس نے غازی صاحب کے کمرے کو نور سے منور دیکھا تو حیران و ششدر ہو کر بولا: میری کچھ راہنمائی فرمائیں کہ میں آپ کا پڑوسی ہوں اور روشنی کا طالب ہوں۔ انہوں نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جو اس نے قبول کر لی۔ آپؒ نے اس کا نام غلام رسول رکھا۔

چوبیس ستمبر 1937ء جمعۃ المبارک کی صبح انہیں پھانسی دی گئی۔ آپ اس وقت درود پاک پڑھ رہے تھے۔ ڈپٹی مجسٹریٹ نے کہا: ''زبان کو حرکت نہ دو۔''

انہوں نے کہا: ''میں اپنا کلام کر رہا ہوں، آپ اپنا کام کریں۔''

کہتے ہیں کہ ایک خفیف سے جھٹکے اور یادگار مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔(۱)

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

---

(۱) ہفت روزہ ہلال ص147-150

شہیدانِ وفا

توہین واہانت رسول ﷺ کی ایک طویل داستان ہے جو بیسویں صدی کی دوسری اور تیسری دہائی میں عروج پر تھی۔ اس عرصے میں اہانت رسول ﷺ کی ایک منظم اور مربوط تحریک اٹھی جس کا مقصد بقول حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبالؒ یہ تھا

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتے نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ ان کے بدن سے نکال دو

مسلمانوں کے بدن سے روحِ محمد ﷺ نکالنے کی اس ناپاک سازش کا منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ غازیوں کی ایک پاکیزہ ومطہر جماعت شہیدان وفا کے روپ میں ڈھل گئی۔ اس سلسلہ میں آسمان شہادت کے جن دمکتے ستاروں سے ہم اپنی اس کوشش (کتاب ہذا) کو مزین کرتے ہیں ان میں

۱۔ غازی عبدالرشید شہیدؒ

۲۔ غازی عبدالقیومؒ شہید

۳۔ غازی محمد صدیق شہیدؒ

۴۔ غازی عبداللہ شہیدؒ

۵۔ غازی منظور حسین شہیدؒ

۶۔ غازی امیر احمد شہیدؒ اور غازی عبداللہ شہیدؒ

اور دیگر ازیں علاوہ غازی علم الدین شہیدؒ، غازی مرید حسین شہیدؒ اور غازی ملک میاں محمد شہیدؒ جن کا ذکر مفصل پہلے ہو چکا ہے۔ دراصل مشتے از خروارے ہیں۔ عاشقان رسول ﷺ کی طویل ترین تاریخ سے بطور نمونہ یہ چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

غازی عبدالقیوم شہید

1933ء کے اوائل میں جب سندھ صوبہ بمبئی میں شامل تھا ان دنوں آریہ سماج حیدرآباد (سندھ) کے سیکریٹری نتھو رام نے ''ہسٹری آف اسلام'' کے نام کی ایک کتاب شائع کی جس میں نبی ﷺ کی شانِ اقدس میں سخت دریدہ ذہنی کا مظاہرہ کیا۔

مسلمانوں میں اس کتاب کی اشاعت کے سبب بڑا اضطراب پیدا ہوا۔ جس سے متاثر ہوکر انگریزی حکومت نے کتاب کو ضبط کیا اور نتھو رام پر عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ جہاں اس پر معمولی سا جرمانہ ہوا اور ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔ عدل وانصاف کی اس نرمی نے نتھو رام کا حوصلہ بڑھا دیا۔ اس نے فیصلے کے خلاف اعلیٰ عدالت میں اپیل دائر کر دی۔

ستمبر 1934ء میں ملزم ''نتھو رام'' کی اپیل کراچی میں سنی جا رہی تھی عدالت کا کمرہ وکیلوں اور شہریوں سے بھرا پڑا تھا۔ عدالت دو انگریز ججوں پر مشتمل تھی۔ ''عبدالقیوم'' نامی ہزارے کا ایک نوجوان بھی وہاں موجود تھا۔ وہ دوسرے شہریوں کے ساتھ وکلاء کی قطار کے پیچھے نتھو رام کی برابر والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ عین مقدمے کی سماعت کے دوران وہ اپنا تیز دھار چاقو لے کر نتھو رام پر ٹوٹ پڑا اور اس کی گردن پر وار کر کے اسے قتل کر دیا۔

اس لرزہ خیز واقعہ سے کمرۂ عدالت میں بھگدڑ مچ گئی۔ دونوں انگریز جج خوفزدہ ہوکر اپنے چیمبرز میں بھاگ گئے۔ ڈیوٹی پر موجود پولیس کے بھی اوسان خطا ہو چکے تھے۔ وکلاء اور شہریوں نے بھگدڑ مچا رکھی تھی۔

غازی عبدالقیوم اگر فرار ہونا چاہتا تو بڑی آسانی سے ہجوم میں شامل ہوکر باہر نکل سکتا تھا۔ لیکن وہ انتہائی نفرت وحقارت کے ساتھ مقتول نتھو رام کو دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد لوگ

دوبارہ کمرۂ عدالت میں داخل ہوئے۔ جج اپنی نشستوں پر آ گئے اور پولیس عبدالقیوم کی طرف بڑھی اس نے گرفتاری پیش کر دی۔ جج نے نتھو رام کو قتل کرنے کی وجہ پوچھی تو عبدالقیوم نے کہا کہ اگر کوئی تمہارے بادشاہ کی توہین کرے تو کیا تم اسے زندہ چھوڑ دگے؟ اس ہندو نے میرے آقا ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے جسے میری غیرت گوارہ نہیں کرسکتی۔

غازی عبدالقیوم پر مقدمہ چلا۔ آخر کار سیشن جج نے اسے سزائے موت کا حکم دیا۔ سزائے موت ملنے پر وہ بے حد خوش تھے لیکن باقی مسلمانوں کے دل بے چین تھے اور وہ انہیں سزا سے بچانا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے سیشن کورٹ کے فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی مگر ہائی کورٹ نے اپیل خارج کر دی۔ اس کے بعد جیل حکام نے ایک رات چپکے سے غازی عبدالقیوم کو پھانسی دے کر شہید کر دیا اور راتوں رات ''میوہ شاہ'' قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

علی الصبح شہادت کی خبر پورے شہر میں پھیل گئی۔ مسلمانوں کو اس بات کا بہت زیادہ صدمہ ہوا کہ حکومت نے انہیں شہید کے آخری دیدار اور نماز جنازہ پڑھنے سے محروم کر دیا تھا۔ چنانچہ ہر طرف سے مسلمان ''میوہ شاہ'' قبرستان میں پہنچنا شروع ہو گئے۔ قبر کھول کر نعش مبارک نکالی میدان میں صفیں باندھ کر نماز جنازہ ادا کی۔ پھر یہ طے پایا کہ نعش جلوس کی صورت میں شہر کی بڑی عیدگاہ لے جا کر دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی جائے۔

جب جلوس ''چاکیواڑہ'' سے گزر رہا تھا تو پولیس نے فائرنگ شروع کر دی جس سے ایک سو ساٹھ آدمی شہید ہوئے اور صدہا زخمی ہو گئے۔ اس کے باوجود مسلمانوں کا اصرار تھا کہ جلوس عیدگاہ ضرور جائے گا۔ لیکن کراچی کے چند مقتدر مسلمانوں نے حکومت کو خوش رکھنے کے لئے اس کی مخالفت کی اور واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے

غازی عبدالقیوم شہیدؒ کی نعش مبارک کو ''میوہ شاہ'' قبرستان میں لے جا کر دفن کر دیا۔(۱)

(۱)شہید ناموس رسالت عامر عبدالرحمٰن چیمہ ترتیب وتدوین:محمد متین خالد ص41-43

غازی عبدالرشید شہیدؒ

قاضی عبدالرشید پیشہ کے لحاظ سے خوش نویس تھے اور دہلی سے شائع ہونے والے اخبار ''ریاست'' میں کتابت کے فرائض سر انجام دیتے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان میں شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع تھیں۔ ان تحاریک کے پس منظر میں ایک شخص ''سوامی شردھانند'' پوری سرگرمی سے لگا رہا۔

اس نے مسلمانوں اور قرآن پاک کے خلاف ہتک آمیز تحریریں لکھنی شروع کر دی۔ شردھانند کے ایک چیلے نے ''جڑ پٹ'' نامی کتاب لکھی جس میں نبی ﷺ سمیت دیگر انبیاء کرام خاص کر حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت ایوبؑ اور حضرت اسحاقؑ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ مسلمان ہندو راہنماؤں کی ناپاک حرکتوں سے سخت پریشان اور نالاں تھے۔

قاضی عبدالرشید اپنے دفتر میں، آریہ سماجیوں کے جو اخبارات و رسائل اور دیگر پمفلٹ وغیرہ تبادلہ کی غرض سے آتے تھے، انہیں بڑے غور و سنجیدگی سے پڑھتے۔ آریہ سماجیوں کی نجس و ناپاک حرکتوں سے ان کے جذبات بے انتہا مجروح ہوئے اور اس کے سبب وہ گم سم رہنے لگے۔ کام میں دل نہ لگتا۔ 23 دسمبر 1928ء کو اخبار کی آخری کاپی پریس بھیجنے کیلئے جوڑی جا رہی تھی۔ قاضی صاحب نہ آئے چند اشتہار کے چربے اور مسودے انہی کے پاس تھے۔

آخر کافی دیر کے بعد وہ اخبار کے دفتر پہنچے تو ہیڈ کاتب نے اعتراض کیا تو انہوں نے برہم ہوتے ہوئے کہا کہ مجھے نوکری کی کوئی پرواہ نہیں۔ اپنے سردار کو کہہ دو میں کام نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلے گئے۔ سہ پہر کو انہوں نے شردھانند کو اس کے دفتر میں گولی

مار کر ہلاک کر دیا۔ پولیس آئی اور اس نے انہیں حراست میں لے لیا۔ انہوں نے عدالت میں اقبال "جرم" کیا۔

15 مارچ 1926ء کو سیشن کورٹ سے پھانسی کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ لاہور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی گئی لیکن مسترد ہو گئی۔ اگست 1927ء کے اوائل میں قاضی عبدالرشید نے دہلی سنٹرل جیل میں پھانسی کے تختے پر جام شہادت نوش کیا اور ان کی تدفین معروف روحانی شخصیت حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار سے ملحقہ قبرستان میں ہوئی۔ (۱)

(۱) شہید ناموس رسالت عامر عبدالرحمن چیمہ ترتیب وتدوین: محمد متین خالد ص 48-46

غازی عبداللہ انصاری شہید

1938ء میں ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں چک نمبر ''24 چھوٹی'' کے ساکن ایک شخص مسمی نور محمد جٹ کے ایک شادی شدہ عورت سے ناجائز تعلقات استوار ہو گئے ۔دونوں ایک دوسرے کو چاہنے لگے اور کوشاں رہنے لگے کہ کسی طرح ان کی آپس میں شادی ہو جائے۔

عورت چونکہ پہلے ہی شادی شدہ تھی اس لئے انہوں نے مشورہ کیا کہ اگر اسلام سے منہ موڑلیں اور عیسائیت اختیار کر لیں تو شاید ہمارا مسئلہ حل ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے ''سانگلہ ہل'' جا کر ایک عیسائی پادری کے ہاتھوں عیسائیت اختیار کر لی پھر بھی جب ان کی خواہش کے مطابق مسئلہ حل نہ ہوا تو وہ بھاگ کر امرتسر چلے گئے اور سکھ مذہب میں داخل ہو گئے اور چنچل سنگھ نام رکھا اور عورت نے دلجیت کور رکھا۔

بعدازاں چک نمبر'' 24 چھوٹی'' میں آکر آباد ہو گئے جہاں بیشتر آبادی سکھوں کی تھی۔سکھ ان کو ہمیشہ مشکوک نظروں سے دیکھتے تھے اور انہیں سکھ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ سکھوں نے انہیں چند شرائط پیش کیں جن میں سے ایک یہ کہ بھرے مجمع میں نبی ﷺ کی بے حرمتی کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔اس حرکت سے مسلمانوں کی سخت دل آزاری ہوئی۔سارے علاقے میں ہیجان پھیل گیا جس پر سکھوں نے مسلمانوں کے مجمع عام سے اس بے ہودہ وناپسندیدہ حرکت کی معافی مانگی،مگر مسلمانوں کی تسلی وتشفی نہ ہوئی۔

اس موقع پر غازی عبداللہ انصاری کی رگِ حمیت پھڑکی۔اس نے مسلمانوں سے کہا کہ ان لوگوں کے گناہ کی معافی تو صرف اللہ تعالیٰ یا نبی ﷺ ہی دے سکتے ہیں اور کوئی دوسرا شخص معافی دینے کا مجاز نہیں۔ان کو ان کی گستاخی کی سزا ملنی چاہیے میں بحیثیت ایک

ادنیٰ غلامِ نبی ہونے کے ان کو واصل جہنم کر دوں گا۔ بالآخر ایک تیز چھری لے کر وہ چک نمبر ''24 چھوٹی'' کی طرف چل دیا۔

اتفاقاً راستے میں اسے چنچل سنگھ کا حقیقی بھائی مل گیا۔ عبداللہ کے دریافت کرنے پر اس نے اشارے سے بتایا کہ چنچل سنگھ اپنے کھیت میں کام کر رہا ہے۔ وہ فوراً اس کے پاس پہنچے اور اسے دور سے ہی للکارا۔ قوی ہیکل چنچل سنگھ کرپان سونت کر عبداللہ کی طرف حملے کے لئے بڑھا اور کرپان کا وار بھی کیا مگر وار خالی گیا۔

ادھر غازی عبداللہ نے چھری کے ساتھ حملہ کر دیا اور پہلے ہی زوردار وار میں گستاخِ رسول چنچل سنگھ کا پیٹ چاک کر دیا۔ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ قریب ہی کھیتوں میں اس کی بیوی دلجیت کور کام کر رہی تھی۔ عبدللہ نے اسے للکارا تو وہ بھاگ نکلی مگر عبداللہ نے اسے بھی کچھ فاصلے پر جالیا اور سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے چنچل سنگھ کے قریب لا کر ذبح کر دیا۔ غازی عبداللہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ چالان مکمل ہونے پر مقدمہ سیشن کورٹ کے سپرد ہوا تو وہاں بھی مردِ مجاہد نے بصد خوشی ''اقبال جرم'' کیا۔ عدالت نے غازی عبداللہ انصاری کو سزائے موت سنائی۔ انہیں لاہور جیل میں پھانسی دے دی گئی اور ان کی میت کو گمنامی کی حالت میں موضع پٹی حال تحصیل امرتسر (بھارت) میں سپرد خاک کر دیا گیا۔(۱)

(۱) شہید ناموس رسالت غازی عامر عبدالرحمن چیمہ ترتیب وتدوین: محمد متین خالد ص 50-48

غازی محمد صدیق شہید

روزنامہ "انقلاب " لاہور کی 7 ستمبر 1934ء کی اشاعت کے مطابق مسمی "پالامل" سنار نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخیوں اور بے ادبیوں کا کھلم کھلا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ سولہ مارچ 1938ء کو جب وہ کچھ نماز پڑھنے والوں کے پاس سے گزرا تو اس نے نہ صرف نماز کا مضحکہ اڑایا بلکہ نبی ﷺ کی ذاتِ اقدس کے متعلق نازیبا کلمات بکے۔ شانِ رسالت ﷺ میں صریحاً گستاخی کی اس قبیح حرکت پر پورے شہر میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ معززین کے مشورے پر پیر محمد کلیم صاحب نے عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا۔ فریقین کے دلائل سننے کے بعد مجسٹریٹ درجہ اول لاہور نے پالامل کو چھ ماہ قید اور دو سو روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔

دس ستمبر 1934ء کی رات غازی محمد صدیق کو خواب میں نبی ﷺ نے اس گستاخ کی طرف اشارہ کر کے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دوسرے دن غازی محمد صدیق قصور میں اپنے ماموں کے پاس چلے گئے۔

سترہ ستمبر 1933ء کی شام کو غازی محمد صدیق بابا بُلھے شاہ کے مزار کے نزدیک نیم کے درخت سے ٹیک لگائے کھڑے تھے ۔ عقبی نگاہیں آنے جانے والوں کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔ اتنے میں ایک نقاب پوش دکھائی دیا۔ آپ نے جھٹ اس کی راہ روکی اور پوچھا: "تو کون ہے؟" اسے اپنے نام بتانے میں تامل تھا۔ نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔ آپ کو تنہا دیکھ کر اسے بھی حوصلہ ہوا اور اس نے اپنا تعارف کروا دیا۔

الغرض غازی موصوف نے اسے پہچان لیا۔ غازی نے اسے کہا کہ مجھے تمہیں ٹھکانے لگانے پر مامور کیا گیا ہے۔ میں کئی دنوں سے تیری تلاش میں تھا یہ کہہ کر آپ نے

تہہ بند سے رمبی (چمڑا کاٹنے کا اوزار) نکالی ااور للکارتے ہوئے اس پر حملہ کر دیا اور مسلسل وار کر کے اسے واصل جہنم کر دیا۔

مقتول مردود کے واویلے اور غازیؒ کے نعرۂ تکبیر سے کثیر تعداد میں لوگ اس جانب متوجہ ہو چکے تھے۔ قتل کے الزام میں پولیس نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ سیشن کورٹ میں سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔

زندہ دلانِ قصور نے اس فیصلہ کے خلاف ہائی کورٹ لاہور میں اپیل دائر کی لیکن 31 جنوری 1935ء کو ہائی کورٹ نے سیشن کورٹ کا حکم بحال کر دیا۔ قربان گاہ میں خون دل کی حدت سے مشعلِ وفا کو فروزاں رکھنے والے اس مجاہد کی عمر اس وقت صرف اکیس سال تھی۔(۱)

---

(۱) شہید ناموس رسالت عامر عبدالرحمٰن چیمہ ترتیب وتدوین: محمد متین خالد ص 53-50

غازی امیر احمد شہیدؒ، غازی عبداللہ شہیدؒ

پشاور سے تعلق رکھنے والے امیر احمد کی عمر صرف اکیس برس تھی جب اس نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کیا۔ اس کے سامنے وہ کتاب آ گئی تھی جس کے ٹائٹل پر نبی ﷺ کی فرضی تصویر بنانے کی جسارت کی گئی تھی اور اس کتاب کے اندر تحریر میں بھی گستاخانہ مواد موجود تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ یہ کتاب کلکتہ سے شائع ہوئی ہے۔ چنانچہ اس نے پشاور سے کلکتہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ اپنے بچپن کے دوست عبداللہ کے ساتھ سٹیشن کی جانب چل پڑا۔ راستے میں اس نے عبداللہ کو اپنے سفر کے مقصد سے آگاہ کرتے ہوئے اپنی ضعیف والدہ کا خیال کرنے کی وصیت کی لیکن عبداللہ نے ساتھ چلنے کی ضد شروع کر دی۔ بالآخر مسلسل اصرار پر امیر احمد کو اپنے دوست کے سامنے ہار ماننا پڑی اور یوں دونوں کلکتہ جا پہنچے۔

وہاں وہ فوراً ہی توہین آمیز کتاب شائع کرنے والے ناشر کی تلاش میں نکل گئے۔ اس کتاب کا ناشر ہی اس کا مصنف تھا۔ انہوں نے اس سے ملاقات کی اور کتاب کے متنازعہ حصوں کو کتاب سے نکالنے پر زور دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے مسلمانوں سے معافی طلب کرنے کا بھی کہا لیکن کتاب کا ناشر اس بات پر اڑا رہا کہ میں نے جو کیا ہے وہ درست ہے اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی بھی تو میں اپنی غلطی کا ڈھنڈورہ نہیں پیٹ سکتا لہٰذا تم جا سکتے ہو۔ تم میری دوکان سے نکل جاؤ۔

ناشر کتاب کا یہ رویہ دیکھ کر ان دونوں کو غصہ آ گیا۔ اور وہ دونوں اس نامراد پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے ٹریفک پولیس کو جا کر اپنی گرفتاری پیش کی۔ پولیس والے مارے دہشت کے وہاں سے بھاگ گئے پھر انہوں نے تھانے جا کر اپنی

گرفتاری پیش کی۔

عدالت میں مقدمہ چلا، ماہر قانون دان وکیلوں نے اپنی خدمات مفت پیش کر دیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور عدالت میں قتل کرنے کا اعتراف کرتے رہے۔ قانون نے انہیں پھانسی کی سزا تجویز کی۔ جس روز پھانسی کی سزا پر عمل ہوا اس دن دونوں کی مائیں بھی ان سے آخری ملاقات کے لئے آئیں۔ اُن شہیدانِ محبت کی آخری آرام گاہیں کلکتہ کے گورا قبرستان میں ساتھ ساتھ ہیں۔(۱)

(۱) شہید ناموس رسالت عامر چیمہ ترتیب و تدوین: محمد متین خالد ص54-56

غازیان ناموس رسالت

۱۔ غازی زاہد حسین

۲۔ غازی فاروق احمد

غازی زاہد حسین

1961ء میں ایک عیسائی مبلغ پادری سیموئیل نے مغل پورہ ورکشاپ میں دورانِ تبلیغ حضور ﷺ کی شان میں کچھ گستاخانہ اور توہین آمیز الفاظ استعمال کئے۔ زاہد حسین اور ان کے ساتھیوں کے منع کرنے پر بھی وہ باز نہ آیا۔ زاہد حسین نے مشتعل ہو کر اس گستاخ کا سر پھاڑ دیا جس کے نتیجہ میں وہ بدبخت ہلاک ہو گیا۔ زاہد حسین نے عدالت کے روبرو اعترافِ قتل کیا جس پر اس کو اشتعال انگیزی کی بنا پر صرف جرمانہ کی سزا ہوئی۔

سال 1964ء میں زاہد حسین کو جب یہ معلوم ہوا کہ ''پاکستان بائبل سوسائٹی'' انارکلی میں ایک رسوائے زمانہ کتاب ''اثمارِ شیریں'' فروخت ہو رہی ہے۔ جس میں نبی ﷺ کے بارے میں توہین آمیز مواد شامل ہے اس پر یہ مردِ غازی ایک بار پھر تڑپ اٹھا اور اپنے ایک ساتھی کو لے کر بائبل سوسائٹی کی دکان میں آگ لگا دی اور اس کے منیجر ''ہیکٹر گوہر مسیح'' پر قاتلانہ حملہ کر دیا لیکن وہ بال بال بچ گیا۔

عدالت کے سامنے جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو ان دونوں نے بلا پس و پیش اقبالِ جرم کیا جس پر علاقہ مجسٹریٹ نے دونوں کو تین تین سال قید کی سزائے قید سنائی۔ اپیل کرنے پر سیشن جج لاہور نے بھی اس سزا کو بحال رکھا۔ اس فیصلے کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر ہوئی۔ جسٹس شوکت علی نے مقدمے کا فیصلہ سناتے ہوئے زاہد حسین اور ان کے ساتھی کی رہائی کا حکم دیا اور حکومت کو ہدایت کی کہ وہ اس کتاب کو فوری طور پر ضبط کر لے۔(۱)

---

(۱) شہید ناموس رسالت عامر چیمہ، از: محمد متین خالد ص 64-65

غازی فاروق احمد

1994ء میں فیصل آباد کے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کے دفتر میں عارضی طور تعینات ایک سینئر عیسائی ٹیچر (معروف ترقی پسند شاعر) نعمت احمر کے بارے میں شکایت پائی جاتی تھی کہ وہ گستاخِ رسول ہے اور طلباء کے سامنے شعائر اسلام اور اکابرین اسلام کے بارے میں نازیبا کلمات کہتا رہتا ہے۔

متعدد اساتذہ نے محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام کو اس کے خلاف درخواستیں دیں۔ اس کے خلاف تھانہ ڈجکوٹ میں بھی اس کے نامناسب ریمارکس کے خلاف پرچہ درج تھا لیکن نہ محکمہ تعلیم اور نہ ہی محکمہ پولیس نے کوئی توجہ دی۔

محکمہ تعلیم نے حفظِ ماتقدم کے طور پر اسے عارضی طور پر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر (مردانہ) میں تعینات کر دیا۔ اس طرح علاقے میں لوگوں میں غم وغصہ کی لہر مزید تیز ہوگئی کہ شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کرنے والے اور اسلام کے خلاف بکواسات کرنے والے انسان کے خلاف کاروائی کرنے کے بجائے اسے مزید تحفظ دیا گیا۔ علاقہ میں بھی اس کے خلاف سخت اشتعال پایا جاتا تھا۔

چنانچہ ''فاروق'' نامی قصاب نے اسے دفتر سے باہر کھلی جگہ پر بلا کر چھری کے پے درپے چھ وار کیے جس سے وہ زخمی ہوکر تڑپنے لگا اور چند ساعتوں کے بعد واصل جہنم ہو گیا۔ غازی فاروق نے خوفزدہ ہوکر بھاگنے والے لوگوں سے کہا کہ مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے گستاخِ رسول ﷺ کو قتل کیا ہے۔ پھر اس نے لوگوں سے کہا کہ پولیس کو اطلاع دو۔

اطلاع ملنے پر پیپلز کالونی پولیس نے انہیں گرفتار کرلیا۔ محکمہ تعلیم اور پولیس کی

روایتی تساہل پسندی اور غفلت سے یہ واقعہ رونما ہو۔ اگر محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام نے بروقت کاروائی کی ہوتی تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔

4 جون 1994ء کو ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے غازی فاروق کو چودہ سال قید بامشقت کی سزا کا حکم سنایا۔(۱)

(۱) شہید ناموس رسالت عامر عبدالرحمٰن چیمہ از متین خالد ص 62-61

باب ششم

مستشرقین کی گستاخیاں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

(القرآن 6:31)

ترجمہ: اور انسانوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دلفریب خرید کر لاتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لئے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

تحریک استشراق

ڈاکٹر احمد عبدالحمید غراب اپنی کتاب ''رویۃ اسلامیۃ للاستشراق'' میں لکھتے ہیں:

''استشراق اس مغربی اسلوب کا نام ہے جس کا مقصد مشرق پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اس کی فکری اور سیاسی تشکیل نو کرنا ہے۔(۱)

یہ تعریف اگرچہ مستشرقین کے استعماری اور استحصالی ارادوں کا پتہ دیتی ہے لیکن ان کے سینوں میں چھپی اس حقیقی خواہش کی طرف اشارہ نہیں کرتی جس کا پردہ ہمارے علیم و خبیر رب نے صدیوں پہلے چاک کر دیا تھا۔

ودت طائفة من اهل الكتب لو يضلو نكم وما يضلو نكم وما يضلون الا انفسهم وما يشعرون

ترجمہ: اہل کتاب سے ایک گروہ دل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کر دیں۔اور وہ نہیں گمراہ کرتے مگر اپنے آپ کو اور وہ (اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے (۲)

ڈاکٹر محمد ابراہیم الفیومی رودی بارات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مستشرقین کے عرف میں لفظ مشرق کا جغرافیائی مفہوم مراد نہیں بلکہ ان کے ہاں مشرق سے مراد زمین کے وہ خطے ہیں جن پر اسلام کو فروغ حاصل ہوا (۳)

اہل مغرب جو مشرقی اقوام خصوصاً ملت اسلامیہ کے تہذیب وتمدن کا مطالعہ اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور تہذیب مسلط کرسکیں اوران کے وسائل حیات کا استحصال کرسکیں۔ان کو مستشرقین کہا جاتا ہے۔

(۱)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 121

(۲)سورۃ ال عمران آیت نمبر 69

(۳)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 122،123

تحریک استشراق کا آغاز

تحریک استشراق کے آغاز کے متعلق کئی نقطہ نظر ہیں۔بعض کے نزدیک اس تحریک کا آغاز 1312ء میں اس وقت ہوا جب فینا کی کلیساء کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں میں عربی زبان کی تدریس کے لئے باقاعدہ شعبہ جات (Classes) قائم کئے جائیں۔(۱)

بعض کے مطابق اس تحریک کا آغاز قشتالہ کے بادشاہ ''الفونس دہم'' نے 1269ء میں مریسلیا میں اعلیٰ تعلیمات کا ادارہ قائم کر کے کیا۔

اسی صدی میں سلسلی کے بادشاہ فریڈرک ثانی نے مائیکل سکاٹ کی سرکردگی میں دارالترجمہ قائم کیا۔اس کی مترجم کتابیں یورپ کے بعض ممالک میں سترھویں صدی تک پڑھائی جاتی رہی ہیں۔

بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اس تحریک کا آغاز اس وقت ہوا جب 1143ء میں پطرس محترم کی ایماء پر پہلی مرتبہ قرآن حکیم کا لاطینی ترجمہ ہوا۔اس کی قائم کردہ جماعت نے اس کے علاوہ بھی کئی عربی کتابوں کے ترجمے بھی کئے۔ان تراجم سے پطرس کا مقصد اسلام کی مخالفت کے لئے عیسائیوں کو مواد فراہم کرنا تھا جس کا اعتراف خود پطرس محترم نے کیا تھا۔(۲)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس تحریک کا آغاز دسویں صدی عیسوی میں اس وقت ہوا جب فرانس کا ایک راہب جربردی اورالیاک حصول علم کی خاطر اندلس گیا۔اشبیلیہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں سے علم حاصل کر کے یورپ میں عربی زبان وادب اور ثقافت کا عالم

(۱)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 123

(۲)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 124

تعارف ہوا۔ بعد میں سلفسٹر ثانی کے لقب سے پاپائے روم کے منصب پر فائز رہا۔(۱)

اس سب سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ:

(۱)۔ استشراق کی تحریک کا آغاز عملاً آٹھویں صدی عیسوی سے شروع ہو چکا تھا اگرچہ اس تحریک کو یہ نام کئی صدیوں بعد دیا گیا۔

(۲)۔ اس تحریک کو شروع کرنے والوں کی اکثریت راہبوں اور پادریوں پر مشتمل تھی جن میں مشرق سے تعلق رکھنے والے بھی تھے اور مغرب سے بھی تعلق رکھنے والے۔

(۳)۔ قافلہ استشراق شروع سے ہی دو مختلف راستوں پر گامزن ہے۔

i) ایک طرف وہ لوگ ہیں جو اسلامی علوم سے متاثر ہوئے اور معرفت وحکمت کی جو روشنی ان علوم کی وجہ سے اسلامی مشرق کو بقعۂ نور بنا رہی تھی انہوں نے مغرب کی فضاؤں میں بھی اسی شمع کو روشن کرنے کا تہیہ کیا۔ انہوں نے اسلامی علوم سے کما حقہ استفادہ کیا۔

ii) دوسری طرف وہ لوگ ہیں جن کی کوششوں کا محرک سوائے اسلام دشمنی کے اور کچھ بھی نہیں۔ ان کا مقصد مسلمانوں کی کمزوریاں تلاش کر کے انہیں نقصان پہچانے کا تھا۔ مستشرقین کی اکثریت اسی طبقے پر مشتمل ہے۔ ان کے مقاصد میں وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں آتی رہی ہیں لیکن اسلام دشمنی کا بنیادی مقصد کبھی ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتا۔(۲)

---

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 125

(۲) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 128

تحریک استشراق کی تاریخ

تحریک استشراق کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی میں ہوا۔ بارہ سو سال سے یہ تحریک پورے زور و شور سے اپنے کام میں مصروف ہے۔ اس تحریک کا سب سے بڑا مقصد اسلام کے خطرے کا مقابلہ کرنا ہے۔ حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تحریک استشراق اپنے اہداف اور طریقہ کار میں ضروری تبدیلیاں بھی کرتی رہی ہے۔

تحریک استشراق کی تاریخ کو سمجھنے کے لئے اسے مختلف ادوار میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے 1982ء میں اپنے ایک مقالے میں مستشرقین کی تاریخ کو پانچ ادوار میں جبکہ صاحب ضیاء النبی ﷺ نے ایک اور دور کا اضافہ کرتے ہوئے چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے(۱)

پہلا دور

پہلے دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب مسلمانوں نے اندلس کو علم و حکمت اور تہذیب و تمدن کا مرکز بنایا تھا۔ اہل مغرب اس شمع علم سے اکتسابِ نور کرنے یا اس شمع کو بجھانے کے لئے جوق در جوق اُندلس کا رخ کر رہے تھے اس زمانے میں یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ جریردی اور لیاک، فرانسیسی راہب تھے جنہوں نے قرطبہ اور اشبیلیہ کی یونیورسٹیوں سے عربی زبان و ادب، علم ریاضی اور علم الفلک میں مہارت حاصل کی۔ طلیطلہ کے رئیس ڈان ریمنڈ نے 1130ء میں دارالترجمہ قائم کیا جس میں مختلف موضوعات کی اہم کتابوں کے ترجمے لاطینی زبان میں کئے(۲)

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 130

(۲) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 132

پطرس محترم اُندلس سے تعلیم حاصل کر کے اپنی دیر کالونی میں ایک مترجمین کی انجمن بنائی جس کے ارکان ایک جماعت کی شکل میں ترجمے کا کام کرنے میں مصروف ہو گئے پطرس محترم سمجھتا تھا کہ قدرت نے اسے تین محاذوں پر لڑنے کے لئے بھیجا ہے۔

ا۔ یہودیت اور اسلام کا قلع قمع کرنا۔

۲۔ یورپ میں بیداری کی لہر نے کلیسا کو جس فکری اضطراب اور انتشار میں مبتلا کر دیا ہے اس کا مقابلہ کرنا۔

۳۔ ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لے کلیساء کو تیار کرنا(۱)

جیرار دی کریمون (1114-1187) ایک وینسی راہب تھا۔ طلیطلہ سے علم حاصل کر کے رازی کی کتابوں کے علاوہ ستر سے زائد کتابوں کے لاطینی تراجم کئے(۲)

رابرٹ آف تشتر وینسی راہبوں میں سے تھا۔ اندلس سے تعلیم حاصل کی۔ اپنے دوست ھرمان الدلماطی سے مل کر عربی کتب کے ترجمے کئے۔ اس کی ملاقات جب پطرس محترم سے ہوئی تو اس کی ترغیب پر اس نے علم نجوم وغیرہ چھوڑ کر قرآن پاک کا لاطینی ترجمہ کیا(۳)

ایڈلرڈ آف باتھ (1128ء) نے ابتدائی عمر میں شام اور ہسپانیہ جا کر علوم حاصل کئے۔ کئی کتب کے ترجمے کئے عربی علوم میں مہارت کی وجہ سے ہنری دوم، شاہِ برطانیہ کا اتالیق بنا۔(۴)

مائیکل سکاٹ (1175-1235) سکاٹ لینڈ کا رہنے والا تھا۔ پیرس، بلرمہ اور

---

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 134-133
(۲) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 135
(۳) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 136
(۴) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 137-136

طلیطلہ سے علم حاصل کیا۔ سسلی کے بادشاہ فریڈرک ثانی کے قائم کردہ دارالترجمہ میں بھی کام کیا۔(۱)

راجر بیکن نے پیرس کے مدارس میں علم نجوم اور علم کیمیا پر عبور حاصل کیا۔ ابن الہیثم کی کتابوں کے مطالعہ اور تحقیق کے نتیجے میں ''مائیکروسکوپ'' ایجاد کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

ریمنڈلل (1316-1235) سپین کے جزیرہ میورقہ میں پیدا ہوا۔ اپنے عربی غلام سے عربی سیکھی۔ یورپ میں مختلف مقامات پر عربی کی تدریس کے لئے شعبہ جات قائم کرنے میں اس کا اور راجر بیکن کا بڑا عمل دخل تھا۔(۲)

فریڈرک ثانی (1236-1220) سسلی کا بادشاہ تھا۔ عربی علم و ادب اور تہذیب وتمدن کا دلدادہ تھا۔ اس نے کئی علماء کو عربی ادب لاطینی زبان میں منتقل کرنے پر مامور کیا ہوا تھا۔

الفانسو دھم (1284-1254) قشتالہ کا بادشاہ تھا۔ اس نے بھی کئی علماء کو عربوں کے علمی ورثے کو یورپی زبان میں منتقل کرنے پر مامور کیا اور خود بھی ان کے ساتھ اس کام میں حصہ لیا۔

1250ء میں طلیطلہ کی کلیسائی کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ آٹھ ڈومینکی راہبوں کو یونانی عبرانی اور عربی زبانیں سیکھنے کے لئے پیرس بھیجا جائے۔

1259ء کی بلنسیہ کانفرنس نے اُن کو تطلونیا میں عربی اور عبرانی زبانیں سکھانے کے لیے ایک مدرسہ قائم کرنے پر مامور کیا۔(۳)

اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ راہبوں کے عربی مدارس پھیلنے لگے۔ 1250ء میں اشبیلیہ، 1276ء میں میورقہ، 1281ء میں بلنسیہ اور 1291ء میں جنیوا میں جو مدارس

قائم ہوئے اُن میں سے کچھ ترقی کر کے یونیورسٹیوں کی صورت اختیار کر گئے۔

پوپ حضرات اور بادشاہوں نے دل کھول کر مدارس کی امداد کی جس کی وجہ سے ان مدارس نے اسلامی علوم کو یورپ منتقل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔(۴)

(۱)ضیاءالنبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 137
(۲)ضیاءالنبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 138
(۳) ضیاءالنبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 139
(۴)ضیاءالنبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 140

دوسرا دور

دوسرے دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب صلیبی جنگوں میں پے در پے شکستوں نے دنیائے نصرانیت کو اسلام دشمنی میں پاگل پن کی حد تک پہنچا دیا تھا۔ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نت نئے انداز میں زہر اُگل رہے تھے۔

اس دور کی خصوصیت یہ ہے کہ اس زمانے کے مستشرقین نے اسلام اور حضور ﷺ کو اپنی عملی تحقیق کا نہیں بلکہ اپنی الزام تراشیوں کا ہدف بنایا اور تاریخی حقائق کے بجائے اپنے تخیل کی بلند پروازی کے ذریعے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔

اسلام کے خلاف کاروائیوں میں ان کا بنیادی شکار حضور ﷺ کی ذات برکات رہی انہوں نے فرضی کہانیوں، افسانوں، ناولوں کے ذریعے نبی کریم ﷺ کے کردار، آپ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کی کردار کُشی کی۔

ایک بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ اسلام دشمنی میں غیر علمی اور متعصابہ رویہ صرف اسی دور کے لئے خاص نہیں بلکہ مشترقین کے اس رویئے کی جھلک ہر دور کے مشترقین کے کام میں نظر آتی ہے۔

پہلے اور دوسرے دور میں فرق یہ ہے کہ پہلے دور کے مستشرقین اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے اسلام کی تاریخ اور تعلیمات میں ہی اس اعتراض کی بنیاد تلاش کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جبکہ دوسرے دور کے مستشرقین کا تکیہ صرف اپنے تخیل کی پرواز پر تھا۔ اُنہیں اسلام کے خلاف لکھنے کے لئے نہ عربی زبان اور دین اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ ضروری تھا اور نہ ان سے آگاہی۔

ان کا عقیدہ تھا کہ وہ جو مرضی چاہیں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف لکھیں

اس میں کوئی حرج نہیں۔ مستشرقین کا اسلام کے متعلق یہ رویہ لاعلمی کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ بدنیتی کی بنیاد پر تھا(1)

انہیں یقین تھا کہ اگر اسلام کی تعلیمات اپنی اصل شکل میں اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت طیبہ اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ یہود و نصاریٰ تک پہنچ گئی تو انہیں اسلام قبول کرنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ اس لئے انہوں نے آپ ﷺ کی کردار کشی کی۔

کرن آرمسٹرانگ(keren Armstrong)نے اپنی کتاب Muhammad "A west Attemp to understand Islam"میں ایک باب جس کا نام"Muhammad : The Enemy"ہے میں اہل مغرب کی اسلام دشمنی کی کہانی لکھی ہے(۲) ڈانٹے نے اپنی کتاب "The devine Comedy"میں محمد ﷺ کو نعوذ باللہ تفرقہ بازوں کے ساتھ جہنم کے آٹھویں درجے میں دکھایا۔(۳)

مغرب میں آج بھی بعض لوگ یہ سن کر حیران ہوتے ہیں کہ مسلمان اسی خدا کی عبادت کرتے ہیں جس کی عبادت یہودی اور عیسائی کرتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں سلمان رُشدی کی کتاب کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اہل مغرب آج بھی اسلام کے بارے میں اسی لٹریچر کو پڑھنا چاہتے ہیں جس میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر دل کھول کر کیچڑ اچھالا گیا ہو۔

گو ہم نے مستشرقین کے اس رویہ کو صلیبی جنگوں کا ردعمل قرار دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طرز عمل کی جڑیں صلیبی جنگوں سے پہلے بھی موجود تھی۔

---

(۱)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 142،143

(۲)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 146

(۳)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 151

تیسرا دور

تیسرے دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب مغرب مضبوط اور عالم اسلام کمزور ہو چکا تھا اور مغربی طاقتیں استعماری اور استبدادی عزائم کے ساتھ مشرق کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

دنیائے اسلام پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے انہوں نے بڑی محنت سے منصوبہ بندی کی۔ انہوں نے بروقت اس حقیقت کو محسوس کر لیا تھا کہ مسلمانوں کے علاقوں پر تسلط کو دوام بخشنے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، دینی، اخلاقی اور معاشی حالات کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے۔ ان کی خامیوں سے فائدہ اٹھا کر انہیں کمزور کیا جائے (۱)۔

اس مقصد کے لئے انہوں نے متعدد اقدامات کئے جو بذیل ہیں

۱۔ مسلمانوں کے علمی شہ پاروں کی نشر واشاعت کا بندوبست

۲۔ عالم اسلام سے مخطوطات اور کتابوں کو جمع کر کے انہیں یورپ منتقل کرنا۔

۳۔ عربی علوم اور مشرقی تہذیب وتمدن کو سمجھنے کے لئے مراکز کا قیام۔

۴۔ عالم اسلام میں علمی مہمیں بھیجنے کا بندوبست۔

۵۔ یونیورسٹیوں میں عربی اور سامی زبانوں کی تدریس کے لئے شعبہ جات کا قیام۔

۶۔ السنہ شرقیہ کی تدریس کے لئے مختلف تعلیمی اداروں کا قیام

۷۔ متعدد کانفرنسوں کے ذریعے تحریک کے کام کو منظم کرنے کی کوششیں (۲)

ذیل میں ہم مستشرقین کے اقدامات کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں

---

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 153

(۲) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 153، 154

کتابوں کی نشر واشاعت

مشترقین نے مسلمانوں کی کتب کے مغربی زبانوں میں ترجمے کئے۔ان میں علم الافلاک،جغرافیہ،تاریخ،طب،حکایات،ریاضی،فلسفہ اوردوسرے ہر قسم کے علوم کی کتابیں شامل تھیں۔

مستشرقین کی طرف سے اسلامی کتابوں کے ترجمے تحقیق اورنشر واشاعت کا کام جو مسلمانوں کے سپین میں قدم رکھنے کے ساتھ شروع ہووہ آج تک جاری ہے اوراس میں مسلسل تیزی آرہی ہے۔امریکہ کی مشرقی سوسائٹی ہر سال اسلام کے متعلق کئی بحثیں شائع کرتی ہے۔واشنگٹن میں امریکی کانگرس کی لائبریری میں عربی،فارسی اورترکی وغیرہ جیسی اسلامی زبانوں میں لکھی ہوئی پانچ لاکھ کے قریب کتابیں موجود ہیں یہی حال بڑی لائبریریوں کا ہے۔(۱)

کتبے اور مخطوطات جمع کرنا

1671 میں فرانس کے بادشاہ لوئی چہاردہم نے تمام اسلامی ممالک سے مخطوطات خریدنے کے لئے کارندے بھیجے اورتمام سفارت خانوں کے نام یہ شاہی فرمان لکھ دیا کہ اپنے مالی اور افرادی وسائل کو اس مقصد کے لئے استعمال کریں۔انہوں نے مساجداوردوسرے مقامات سے قیمتی مخطوطے ردی کے بھاؤ خریدے۔

ڈاکٹر منجن نے 1924 سے 1929 تک مشرق قریب سے بے شمار مخطوطے جمع کئے۔اس طرح مارگولیتھ نے بھی مخطوطات کی فہرست تیار کی۔

برلن،پیرس،میلانو،روم،کیمرج،لیڈن،آکسفورڈ،میونخ،ڈبلن،ایڈنبرا،لینن

---

(۱)ضیاءالنبی ازپیرمحمد کرم شاہ الازہری جلدششم صفحہ 154،155،156

گراڈ اور برٹش ایشیا ٹک سوسائٹی کی لائبریریاں مخطوطات کی شکل میں مسلمانوں کے علمی ورثے سے بھری پڑی ہیں۔ مذکورہ بالا لائبریریوں میں اڑھائی لاکھ کے قریب مخطوطے ہیں۔(۱)

اسی قسم کے قیمتی اور نایاب علمی شہ پاروں کو یورپ کی لائبریریوں میں دیکھ کر علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ خون کے آنسو روئے

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

عربی اور سامی زبانوں کی تدریس کے شعبے

مستشرقین نے عربی زبان کی اہمیت کو بہت پہلے سمجھ لیا۔ 1312ء میں فینا کی کلیسائی کانفرنس نے عربی تدریس کی منظوری دے دی۔ 1539ء میں فرانسو اول نے پیرس میں کالج آف فرانس کی بنیاد رکھی جس میں عربی اور یونانی زبان کی تدریس کے شعبے قائم کیے۔

اٹھارویں صدی کے اختتام سے قبل آکسفورڈ یونیورسٹی نے ایک مطبع قائم کیا جس کا مقصد عربی کے مخطوطات کو شائع کرنا تھا۔ اُنیسویں صدی کے آغاز میں لندن یونیوسٹی میں عربی کا شعبہ قائم ہوا۔ اِسی طرح روس کی مختلف یونیورسٹیوں میں عربی کی تدریس کے لیے شعبے قائم ہوئے۔

گلیوم پوسٹل مسلمانوں کے عربی ورثے کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے: ''جو بات جالینوس پانچ ضخیم جلدوں میں کہتا ہے وہی بات ابنِ سینا ایک یا دو صفحوں میں کہتا ہے''۔

---

(۱)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 156، 157

ہالینڈ کے ایک مستشرق تھامس ارپینیس (Thomes Erpenius) نے بھی علومِ عربیہ کی اشاعت کے لیئے زبردست کام کیا۔ 1732ء میں ایک پادری ''ماتیو ریپا'' نے اٹلی کے شہر ''ناپول'' میں مشرقی زبانوں کی تدریس کے لیے ایک ادارہ قائم کیا۔ 1967

ء میں امریکہ کی ساٹھ یونیورسٹیاں، چالیس لائبریریاں اور اٹھارہ مراکز مشرق وسطی کے امور کی تدریس میں مشغول تھے(۱)

علمی مہمیں

علم کی خاطر سفر، مسلمانوں کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ اس سفر کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ان کا دین انہیں یہ بتاتا تھا کہ حکمت مومن کی گم گشتہ میراث ہے۔ یورپ میں یہ اسلوب تعلیم پہلی مرتبہ پندرھویں صدی عیسوی میں نظر آتا ہے جب ایک اطالوی باشندے نے دمشق میں عربی سیکھی پھر علم کی تکمیل کے لیے لبنان، مصر، فارس اور ایشیائے کوچک کا سفر کیا۔ پھر بادوی کے مدرسہ میں آیا، وہاں اس نے ابنِ سینا کے فلسفہ کی تشریح کی۔ اس طرح کئی لوگ علمی مہموں پر روانہ ہوئے۔

''روجرسبیہ'' حصولِ علم کے لیے لبنان گیا''۔ ''شارتو بریان'' القدس اور ''رینان'' لبنان گیا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی لوگوں نے بھی اس غرض سے مشرق کا سفر کیا۔ نیبتھر 1761ء سے 1767ء تک اسی مقصد کے لیے کئی ممالک میں پھرتا رہا۔ یہ لوگ مشرقی ممالک کے قدرتی وسائل سے اپنی حکومتوں کو آگاہ کرتے رہتے تھے(۲)۔

---

(۱)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 157 تا 159

(۲)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 159، 160

کانفرنسیں

مستشرقین نے اس حقیقت کو سمجھ لیا کہ زندگی کے کسی بھی شعبے میں انفرادی کوششوں سے زیادہ اجتماعی کوششیں مفید ہوتی ہیں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے کئی کانفرنسیں کیں۔ مستشرقین کی پہلی کانفرنس 1873ء میں پیرس میں ہوئی۔ 1964ء تک ان کانفرنسوں کی تعداد بیس تک پہنچ گئی۔ آکسفورڈ میں منعقدہ کانفرنس میں مندوبین کی تعداد 900 تھی۔ ان بین الاقوامی کانفرنسوں کے علاوہ مختلف ممالک کے مستشرقین کی قومی کانفرنسیں بھی ہوتی رہیں(۳)

چوتھا دور

چوتھے دور کا تعلق اس دور سے ہے جب نوآبادیات کے باشندے غیر ملکی تسلط کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے استعماری طاقتوں کو اپنے ممالک سے نکالنے کی جدوجہد شروع کی تھی۔

اہلِ مغرب نے مسلمانوں سے تلوار کے ذریعے معاملات طے کرنے کی کوششیں کیں لیکن ناکام ہوئے۔ نوآبادیات قائم کرنے کے لیے بھی انہوں نے تلوار کا استعمال ہر اس مرحلے پر کیا جب ان کی دوسری چالوں کے ذریعے مسلمان سر اٹھانے کے قابل نہ رہے تھے۔ اب طویل غلامی کے بعد مسلمانوں کے آزاد ضمیر نے انگڑائی لینی شروع کی تو استعماری طاقتیں ایک نئی صورتحال سے دوچار ہوئیں۔ اب ان کے پاس دو راستے رہ گئے تھے ایک تو یہ تھا کہ آزادی کی اٹھتی ہوئی تحریکوں کو بزورِ شمشیر کچل دیں اور دوسرا طریقہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے علاقوں کو خالی کر کے اپنے ممالک واپس چلی جائیں۔

(۳) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 161، 162

پہلے راستے کو اختیار کرنے کی اُن میں جرأت نہ تھی۔ صلیبی جنگوں کی طویل تاریخ کے ہولناک مناظر اُنہیں اس راستے کو اختیار کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اس لیے انہوں نے دوسرے طریقے پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن جن علاقوں پر انہوں نے اتنا لمبا عرصہ حکومت کی تھی اُنہیں یوں ہی چھوڑ کر چلے جانا آسان نہ تھا۔ وہ اب تک مسلمانوں کے حکمران تھے اور مسلمانوں کو دوسرے درجے کی مخلوق سمجھتے ہوئے اُن کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے لیکن اب انہوں نے مسلمانوں کی دوستی اور خیر خواہی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ اُنہوں نے پوری کوشش کی کہ مسلمان جسمانی طور پر ان کے نکلنے کے بعد بھی ذہنی طور پر ان کے غلام رہیں۔(۱)

اس مقصد کے لیے ضروری تھا کہ ایسی چیزیں جو مسلمانوں کے دلوں میں اہلِ مغرب کے خلاف نفرت پیدا کرتی تھیں، اُن کے اثرات کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اُن کے پیشرووں نے کئی سو سال تک اسلام اور رسول ﷺ کے خلاف زہر اگلا تھا۔ عیسائیوں سے مسلمانوں کو متنفر کرنے کے لیے مستشرقین کی یہ کتابیں بہت خطرناک ثابت ہو سکتی تھیں۔

اس لیے تحریکِ استشراق کے گرگٹوں نے ایک اور رنگ بدلا۔ اب ایسے مصنفین منظرِ عام پر آنے لگے جنہوں نے اپنے پیشرووں کی تحریروں پر تنقید کی۔ انھوں نے اسلام کے بارے میں ایسی کتابیں شروع کیں جن میں اسلام کی تعریف کی گئی۔

اس قسم کے مصنفین کی تحریروں میں گو انصاف کی جھلک نظر آتی ہے۔ لیکن نسلی اور دینی تعصب نے ان کو بھی انصاف کے آئینے میں حقائق کو دیکھنے کی مہلت نہ دی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان مصنفین کا مقصد حق کی جستجو تھا ہی نہیں۔ ان کا مقصد تو صرف مسلمانوں کی

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 164، 165

حمایت حاصل کرنا تھا اور اپنے رویئے میں معمولی سی تبدیلی سے انہوں نے یہ مقصد حاصل کر لیا۔ منٹگمری واٹ اور تھامس کارلائل جیسے لوگوں نے اسلام کے متعلق چند کلماتِ خیر لکھ دیئے تو مسلمانوں کے بڑے بڑے ادباء اور مصنفین نے ان کی تعریف میں بڑھ چڑھ کر اپنا زورِ قلم صرف کیا۔ انہیں منصف مزاج، بے لاگ مبصر اور غیر جانبدار محقق کے خطابات دیئے حالانکہ ان لوگوں نے بھی اسلام اور حضور ﷺ پر حملے کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ یہ لوگ نبی ﷺ پر الزام لگاتے تھے کہ آپ ﷺ نے قرآن خود گھڑا ہے۔ تھامس کارلائل قرآن کو دنیا کی سب سے بڑی بور کتاب کہتا تھا اور منٹگمری واٹ نے حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر بڑھ چڑھ کر حملے کیے۔

تحریکِ استشراق کی اس تاریخ کے اس دور میں مستشرقین اپنی حکومتوں کے دست راست بن گئے۔ وہ اپنے اپنے ممالک کی وزارتِ خارجہ کے مشیر بنے اور اپنے وسیع تجربے اور مطالعے سے فائدہ اٹھا کر ایسی پالیسیاں وضع کیں کہ استعماری طاقتوں کے چلے جانے کے بعد بھی مسلمان ان کی ضرورت محسوس کریں۔

جنگِ عظیم دوم کے بعد برطانیہ میں سکار برو رپورٹ تیار کی گئی۔ اس رپورٹ میں مشرق میں برطانوی مفادات کے تحفظ کے لیے نیا لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ مشہور مستشرق ایچ۔اے۔آر گب نے اپنی کتاب (Modern Trends In Islam) میں نئے تقاضوں کے پیشِ نظر مسلمانوں کے حالات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔(۱)

استعماری طاقتوں نے دمِ واپسیں مستشرقین کے مشوروں کے مطابق مسلمانوں پر جو وار کئے اُن کے اثرات ہم آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔ نصاب تعلیم قوموں کی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم اپنے مدارس میں وہ نصاب پڑھا رہے ہیں

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 165، 166

جومستشرقین ہمیں دے کر گئے تھے۔ اس نظام تعلیم میں دین کو دنیا سے اور علوم جدیدہ کو مسلمانوں کے روایتی علوم سے علیحدہ کردیا ہے۔ مستشرقین نے جو زہر پھیلایا تھا اس کا اثر یہ ہے کہ آج مسلمان عربی اور اسلامیات سیکھنے کے لئے یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں داخلہ لیتے ہیں اور دین کو سمجھنے کے لئے ان علمی مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں جو مستشرقین نے اپنے خصوصی مقاصد کے تحت تیار کئے ہیں۔ مستشرقین کے ان مقاصد میں اسلام کی تصویر کو مسخ کر کے پیش کرنا سرِ فہرست ہے۔

دیکھا جائے تو انسان اس حقیقت کا فوراً ادراک کر لیتا ہے۔ کہ اس دور کے مستشرقین کا پھیلایا ہوا زہر ہر دور کے مستشرقین کے پھیلائے ہوئے زہر سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے(1)

پانچواں دور

پانچویں دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب قدرت نے عالم اسلام کو زرِ سیال کی دولت سے مالا مال کر دیا اور اہلِ مغرب کی حریص نگاہیں اس دولتِ خداداد پر مرکوز ہو گئیں۔ استعماری طاقتوں نے نو آبادیاتی نظام کے خاتمے کے بعد مسلمانوں پر اپنے اثر و نفوذ کو قائم رکھنے کے لئے اقتصادیات ہی کا سہارا لیا تھا۔

مسلم ممالک نے گو آزادی حاصل کر لی تھی لیکن وہ اقتصادی شعبے میں مغرب کی طرف دیکھنے پر مجبور تھے۔ مستشرقین نے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی جو طویل المعیاد منصوبہ بندی کی تھی اس کا نتیجہ تھا کہ مسلمان اس بات پر مجبور تھے کہ وہ اپنا خام مال کوڑیوں کے بھاؤ اہل مغرب کے ہاتھوں فروخت کریں اور پھر اسی خام مال سے تیار کردہ اشیاء مہنگے داموں

(1) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 167

خرید کر اپنی نالائقی کا ماتم کریں۔ناقص نظام تعلیم کی وجہ سے مسلمانوں کی یونیورسٹیوں سے انجینئر، سائنس دان اور ٹیکنالوجی کے ماہرین کی جگہ کلرک، سیاست دان اور اسی قسم کے لوگ پیدا ہو رہے ہیں(۱)

جب مسلمان ممالک کا اقتصادی طور پر مضبوط ہونا یقینی تھا تو اہلِ مغرب سوچ رہے تھے کہ اگر مسلمان جاگ اُٹھے تو مغرب کی ذہنی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے۔ وہ اپنے مذہب، تہذیب، زبان اور طرز حیات پر فخر کرنے لگیں گے اور مشرق کا شکنجوں میں پابند خطہ ان کے پنجوں سے آزاد ہو جائے گا۔

اس سنگین صورتحال کو خاموش تماشائی بن کر دیکھنا اہل مغرب کے لئے ممکن نہ تھا۔ انہوں نے کچھ کرنے کا فیصلہ کیا اور ہمیشہ کی طرح اس بار بھی مستشرقین ہی ان کے کام آئے۔ مستشرقین نے اب اسلام کے روائتی مطالعہ پر توجہ کر دی اور دور حاضر کے مسلمان معاشروں میں پائے جانے والے رجحانات کا تفصیلی مطالعہ شروع کر دیا۔ اب ان کے مطالعہ کا مرکز توجہ پورا مشرق نہ تھا بلکہ صرف وہ ممالک تھے جہاں قدرت نے تیل کے وافر ذخائر پیدا فرما دئے تھے۔

اب مستشرقین نے ایشیائی سوسائٹیوں کی بجائے مشرق وسطٰی کے نام سے سوسائٹیاں قائم کرنا شروع کر دیں۔ 1966 میں امریکہ نے جنوبی امریکہ کی مطالعاتی ایسوسی ایشن برائے مشرق وسطٰے (The Middle East Studies of North America) قائم کی۔ 1976 میں برطانیہ کی مطالعاتی سوسائٹی برائے مشرق وسطٰی (British Society of Middle East Studies) قائم ہوئی(۲)

---

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 167، 168

(۲) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 168

مستشرقین اس دور میں جو کام کررہے تھے کو وہ خفیہ ہے لیکن اس کے اثرات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ وہ اسلامی ممالک جن میں زرسیال کی دولت موجود ہے اُن پر وہ لوگ حکمران ہیں جن کا مرکز قوت امریکہ ہے۔

اہل مغرب جمہوریت کے پرچار اور شہنشائیت اور آمریت کے دشمن ہیں لیکن تیل پیدا کرنے والے مسلمان ممالک کے لئے وہ جمہوریت کو نقصان دہ سمجھتے ہیں کیونکہ اگر وہاں جمہوریت ہوگی تو ان ممالک کی پالیسیوں پر مغرب کا کنٹرول کمزور پڑ جائے گا۔ ایران اور عراق کے درمیان جنگ کے جو شعلے بڑھکائے گئے اور عراق کے اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے امریکہ نے اقوام متحدہ کی نگرانی مین جو کردار ادا کیا وہ تیل کے اسی خطرے سے نمٹنے کی ایک صورت تھی (۱)

مسلمانوں کو اس بات میں کسی قسم کی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اہل مغرب مسلمانوں کو آسانی سے کبھی یہ اجازت نہیں دیں گے کہ وہ تیل کی اس خداداد دولت کو اپنی مرضی سے اپنی قوم کی فلاح و بہبود اور انکے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے استعمال کریں۔ اہل مغرب کی یہ غنڈہ گردی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک مسلمان اپنے دوست اور دشمن میں فرق نہیں کریں گے۔

یہ پانچوں ادوار، پروفیسر خلیق احمد نظامی نے 1982ء میں اعظم گڑھ میں اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر منعقدہ سیمینار میں ایک مقالے میں تجویز کئے ہیں۔ لیکن صاحب ضیاء النبی پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ان ادوار ایک اور دور کا اضافہ کیا ہے۔ یہ واحد دور ہے جس میں نہ صرف مستشرقین اور مسلم دشمن قوتیں اسلام کے خلاف سینہ سپر ہیں بلکہ کچھ نام نہاد مسلمان بھی ان کے پروپیگنڈے کا ساتھ دے رہے ہیں۔

---

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 169

چھٹا دور

اس دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب عالم اسلام میں اسلامی تحریکوں نے زور پکڑا اور انہوں نے عالم اسلام کو مغرب کی ذہنی غلامی سے نجات دلانے اور فرزندان توحید کو اپنے سارے مسائل کے حل کے لئے واشنگٹن اور ماسکو کے بجائے مکہ اور مدینہ کی طرف مبذول کرنے کی تلقین کی۔

مسلمانوں کو تلوار اور قلم کے ساتھ گھائل کرنے کی کوششیں صدیوں تک جاری رہیں اور ایک وقت وہ آیا جب اسلام دشمن قوتوں کو یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کا اپنے مرکز قوت سے رابطہ ٹوٹ چکا ہے جس کے بحال ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔

مستشرقین نے اسلامی تعلیمات کو ایسے بھونڈے انداز میں پیش کیا تھا کہ ہر سلیم الفطرت انسان ان سے نفرت کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ انہوں نے مسلمانوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ ان کی تہذیب کے مقابلے میں مغربی تہذیب کہیں بہتر ہے اور دنیا میں ترقی کے لئے اسلام سے قطع تعلق ضروری ہے۔(۱)

اس دور میں اسلامی تحریکوں نے زور پکڑا۔ برصغیر میں ایک ایسی تحریک اُٹھی جس نے اسلام کے نام پر ایک نئی ریاست کے قیام کی کوشش کی جو کامیاب ہوئی۔ وہ تحریک تحریکِ پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی جس کا نعرہ یہ تھا پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ اس کے علاوہ مصر اور افریقہ کے مسلم ممالک میں ایسی تحریکوں نے زور پکڑا۔ افغانستان اور ایران کے مسلمان اپنے دوسرے ملی بھائیوں سے بھی چند قدم آگے تھے۔ اس صورتحال نے اہل مغرب کا سکون برباد کر دیا۔ اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے انہوں نے "اسرائیل"

---

(۱)ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 170

کی بنیاد رکھی۔ اکثر مسلم ممالک میں اسلام پسند عناصر کو فتح حاصل کرنے کے باوجود اقتدار سے محروم رکھا گیا اور اس کی کوششیں کی گئیں۔

مستشرقین نے مسلمانوں کے لئے "دہشت گرد" اور ''بنیاد پرست'' کی اصطلاحیں ایجاد کی۔ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے ان اصطلاحوں کی اتنی تشہیر کی کہ مسلمان علماء کی زبانوں سے بھی بنیاد پرستی کی مذمت ہونے لگی۔ مسلمانوں کا طبقہ دہشت گردی کے الزام سے بچنے کے لئے اپنے مسلمان ہونے پر شرمندگی محسوس کرنے لگا۔

اسلام کا نام لینے کے جرم میں ایران کو سارے مغرب کا سب سے بڑا دشمن سمجھا گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے ایٹم بم بنانے کی کوششوں کو اسلامی بم، سنی بم اور شیعہ بم کا نام دیا گیا اور عراق کے ایٹمی پلانٹ پر حملہ کیا گیا۔ آج یہ حالت ہے کہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کے جرائم میں ملوث افراد بھی مسلمان ہیں اور ان کا نشانہ بنے والے بدنصیب بھی اسلام سے ہی تعلق رکھتے ہیں (۱)۔

امریکہ نے خلیج کی جنگ میں لاکھوں انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی لیکن وہ اتنی بڑی دہشت گری کے باوجود "امن پسند" اور "مہذب" ہے اور عراق اور لیبیا بلکہ سارے مسلمان دہشت گرد ہیں۔ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین نے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کا خون کیا لیکن وہ امن پسند ہیں لیکن اس قلمی دہشت گردی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے والے دہشت گرد۔ نیٹو کا وزیر دفاع کہہ چکا ہے کہ اشتراکیت کے خاتمے کے بعد آج یورپ اور امریکہ کا سب سے بڑا دشمن اسلام ہے۔ (۲)

اس دور میں گاہے بگاہے مستشرقین کا پھیلایا ہوا زہر مختلف صورتوں میں ظاہر

---

(۱) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 171

(۲) ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 171، 172

ہوتا رہا۔ 1977 میں امریکی یہودیوں نے ایک فلم بنائی جس کا نام "محمد پیغمبر خدا" تھا۔ مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا لیکن جب فلم بند نہ کی گئی تو ایک غیور مسلمان "خلیفہ حماس" نے چند یہودیوں کو اغوا کر کے مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کر یا لیکن بعد میں خلیفہ کو اس کے گھر والوں سمیت شہید کر دیا گیا۔

مغرب نے 80ء اور 90ء کی دہائیوں میں ملعون رُشدی اور تسلیمہ نسرین کے بکواسات کی آزادیٔ رائے کے نام پر پذیرائی کی لیکن جب سلمان رشدی کے جواب میں برطانیہ کے پاکستانی ڈاکٹر بشیر احمد نے کتاب لکھی تو پہلے تو کسی بھی برطانوی پبلشر نے اسے شائع کرنے کی حامی نہ بھری اور پھر بعد میں اسے برطانیہ سے نکال دیا گیا۔

جولائی 1997 میں ایک یہودی عورت نے نبی کریم ﷺ کی گستاخی دیواروں پر توہین آمیز پوسٹر آویزاں کر کے کی جسے نیویارک کے معروف یہودی ہفت روزہ "جیوش ویک" نے "مجاہدہ" قرار دیتے ہوئے اس پر طویل اداریہ تحریر کیا۔ ستمبر 2000ء میں انٹرنیٹ پر ایک نیم برہنہ دوشیزہ کے سامنے مسلمانوں کو سجدہ ریز کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ انٹرنیٹ پر قرآن کی طرف منسوب دو جعلی سورتیں پیش کی گئی۔ اکتوبر 2001 میں نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب چھ تصاویر شائع کیں اور دعویٰ کیا کہ آپ ﷺ نعوذ باللہ دہشت گردی کی وجہ ہیں۔

نومبر 2004 میں ہالینڈ میں ایک ایسی فلم ریلیز کی گئی جس میں اسلامی احکامات کا مذاق اڑایا گیا اور برہنہ فاحشہ عورتوں کی پشت پر قرآنی آیات تحریر کی گئیں۔ جنوری 2005 میں فرقان الحق نامی کتاب کو قرآن باور کرانے کی کوشش کی گئی جس میں 72 سورتیں ہیں اور جہاد کے متعلق آیات اس میں موجود نہیں۔ اسرائیل کے شہر "اشدود" میں قائم یہودی ڈسکو ڈانس کلب کا نام مکہ رکھا گیا (نعوذ باللہ)۔ دنیا میں کتنی مساجد کو جلا دیا

گیا اور کچھ عجائب گھروں میں تبدیل کر دی گئیں اور کچھ عریاں فلموں کے لئے کھول دی گئیں۔ گوانتانا موبے میں انسانیت کی بھلائی پر مبنی کتاب (قرآن مجید) کو ٹشو پر استعمال کیا گیا۔ تیرہ فروری 2008ء کو ہالینڈ میں ایک فلم بنائی گئی جس سے نبی کریم ﷺ کو دنیا میں قتل وغارت اور دہشت گردی کا سبب قرار دیا گیا (نعوذ باللہ)۔ ہالینڈ میں اس اسلام مخالف فلم "فتنہ" کے ڈائریکٹر نے کہا کہ میرے فلم بنانے کا سبب ہالینڈ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت ہے۔ موجودہ دور میں شائع ہونے والے گستاخانہ خاکے اس دور کی ایک مثال ہیں اور یہ سب اس تحریک کا تسلسل کی ایک کڑی ہیں۔

ماخوذ از ماہنامہ رشد لاہور

شر شیطان رُشدی ملعون

سلمان رشدی ہندوستان کے شہر بمبئی میں ایک مرتد ہندی نژاد انیس رشدی کے ہاں 1947ء میں پیدا ہوا۔اس نے ابتدائی تعلیم عیسائی مشنریوں کے سکولوں میں سے ایک سکول میں حاصل کی اس وجہ سے اوائل عمر میں ہی اسلام سے نفرت، نبی کریم ﷺ سے بغض اور قرآن حکیم کے بارے میں شک وشبہ اس کے رگ وپے میں سرایت کر گیا۔ یہ فطری بات تھی کہ گمراہی والا چھپا ہوا کینسر اس کے دل پر غالب آجائے اور بچپن ہی میں اسے زنگ آلود بنا دے۔ جو کچھ اسلام کے بارے میں اپنے باپ سے سنا کرتا تھا وہ اسے اسلام سے دور کرنے والا تھا۔ چنانچہ اس طریقہ سے گھر اور مدرسہ دونوں اس کی شخصیت کی تعمیر میں معاون ثابت ہوئے۔عیسائی مشنری اس کو اور اس کے ساتھیوں کو خوراک وپوشاک کی تمام ضروریات اس امید پر پیش کر رہے تھے کہ وہ اسلام کے خلاف اس کی معاندانہ اور نفرت بھری سرگرمیوں میں کوشاں ہو گے۔ چنانچہ یہ نمک خواری بھی اسلام کے خلاف اس کی نفرت کی زیادتی کا باعث بنی۔ گویا وہ کفر والحاد کی گود میں پلا بڑھا اور اسلام کے ساتھ مخالفت اپنے باپ سے ورثہ میں پائی۔

جب پاک وہند جنگ ہوئی اور ہندوستان کو ذلت آمیز غُربت اور فقر کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔اقتصادی تنگی نے اس میں پنجے گھاڑ دیئے تو بہت سارے ہندوستانی تلاش رزق اور آسودہ زندگی کی طلب میں ملک سے باہر نکل کھڑے ہوئے۔سلمان رشدی کے خاندان نے بھی اس امید پر لندن کا رُخ کیا اس وقت سلمان رشدی کی عمر تیرہ برس تھی۔اس کے باپ نے اسے لندن کے ایک سیکنڈری سکول "راجبی" نامی میں داخل کروا دیا۔ وہاں سے اس نے ثانوی تعلیم کی سند حاصل کی پھر کیمرج یونیورسٹی کے کنگز کالج کے شعبہ تاریخ

میں تخصیص حاصل کرنے کے لئے داخل ہوا جونہی اس کالج سے فارغ التحصیل ہوا۔ اپنی تعلیمی قابلیت کے مطابق مناسب نوکری کی تلاش شروع کر دی لیکن ناکام رہا۔ پھر اسے نوکری کی تلاش کے لئے پاکستان کی سوجھی۔ وہ پاکستان آیا اور یہاں ٹیلی ویژن کے محکمے میں کام کرنے کا موقع ملا۔ یہاں ایک دن اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسلام کے موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ خبث باطن ظاہر ہو گیا۔ پاکستان چونکہ ایک اسلامی ملک ہے یہاں اسلام پر نکتہ چینی اور توہین ہرگز برداشت نہیں کی جاتی۔ یہ بات محکمہ کے ذمہ داران تک پہنچ گئی جنہوں نے اسے فوراً ہی معزول کر دیا۔

اب وہ ناکام و نامراد اور تباہ حال لندن چلا گیا۔ اسلام کے خلاف اسکا غصہ مزید بھڑک اُٹھا کیونکہ اسلام کے ساتھ کینہ رکھنے اور اس سے نفرت کرنے کی وجہ سے اسے نوکری سے ہٹایا گیا تھا۔ اب وہ کوئی کام تلاش کرنے لگا یہاں تک کی نشریات کی ایجنسیوں میں ایک ایجنسی میں اس نے نوکری حاصل کر لی۔ اس ایجنسی میں مستقل آمدنی طے ہو جانے کے بعد اس نے اپنی پہلی کتاب "جریموس" شائع کی لیکن ناکام رہا۔ پھر اس نے "کلاریسالارڈ" نامی ایک انگریز لڑکی سے شادی کی جس کی بہت سارے ناشرین سے جان پہچان تھی۔ پھر اس نے "Midnight Childern" لکھی۔ جس پر اسے برطانیہ نے بوکرBokar" نامی انعام دیا۔ 1983 میں فرانس میں "العار" پر اسے انعام دیا گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی کا کام مکمل ہو گیا ہے تو اس نے اسے طلاق دے دی۔

اس کے بعد ایک امریکی کاتبہ "ماریان ویگنز" سے شادی کر لی۔ 1988 میں اس نے "شیطانی آیات" نامی کتاب لکھی اور "فانکج برس" نامی ادارہ طباعت نے اس کو شائع کیا مگر دیگر فلاپ کتابوں کی طرح کافی عرصہ تک یہ کتاب جمود کا شکار رہی جس کی وجہ سے ادارہ مایوس ہو گیا اور آخر کار اس نے اسے ادارہ پنگوئن کے ہاں فروخت کر دیا۔ ادارہ

پنگوئن نے اس کتاب کے لئے عالمی منڈی حاصل کر لی اور تمام حکومتوں میں لائبریریوں کے مالکان جو اسلام دشمنی کے لحاظ سے مشہور تھے ان کو فروخت کر دی۔

دنیائے اسلام کا ردعمل

جونہی مسلمانانِ برطانیہ کو اس کتاب "شیطانی آیات" کی اشاعت کا پتہ چلا انہوں نے اس کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔ برطانیہ کے شہروں بریڈفورڈ، بوسٹن، برمنگھم، لنکا شائر، ہائی ویکمب وغیرہ میں مظاہرے ہوئے اور اس کتاب کو نذرِ آتش کیا۔ لندن کے ہائیڈ پارک سے بیس ہزار سے زائد افراد نے جلوس نکالا۔ موسلا دھار بارش اور سخت سردی کے باوجود ساڑھے چار میل کا فاصلہ طے کر کے کتاب کے پبلشر کو احتجاجی یاداشت پیش کی۔ 27 مئی کو لندن کے پارلیمنٹ سکوئر میں مختلف علاقوں سے آئے ہوئے ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ سترہ جون کو بریڈفورڈ کے مسلمانوں نے پھر ایک شاندار مظاہرہ کیا۔ انیس جون کو مسلمانانِ برطانیہ نے رشدی کے خلاف مقدمہ چلانے کا ایک قانونی معرکہ جیتا۔

ہندوستانی مسلمانوں کے پرزور احتجاج کی بناء پر حکومت ہند نے اس کتاب پر فوراً پابندی عائد کر دی لیکن ہندوستانی مسلمانوں نے اپنے جذبات کے اظہار اور عالم اسلام کے ساتھ ہم آہنگی کے لئے مظاہروں کا سلسلہ جاری رکھا۔ 24 فروری کو بمبئی سے ایک جلوس نکالا۔ مقبوضہ کشمیر کی اسمبلی میں شیطانی کتاب کے مسئلے میں ہنگامہ ہوا۔ سری نگر کے مسلمانوں نے زبردست مظاہرہ کیا۔ بارہ فروری کو امریکن سنٹر اسلام آباد کے باہر احتجاج ہو۔ تیرہ فروری کو انجمن مدارس عربیہ نے مسلم مسجد لاہور سے جلوس نکالا۔ تیرہ فروری 1989 کو روزنامہ جنگ راولپنڈی نے یہ خبر شائع کی "پوپ جان پال نے ہدایت

کی ہے کہ شیطانی آیات نامی کتاب ویٹی کن سٹی کی سرکاری لائبریری میں نہ رکھی جائے۔ پاپائے روم نے خود بھی یہ کتاب پڑھی ہے اور اس پر منفی ردعمل کا اظہار کیا۔ بعد میں انہوں نے حکم دیا کہ یہ کتاب کسی صورت ویٹی کن کے کتب خانے میں نہ پہنچنے پائے"

23 فروری کو سیالکوٹ اور گوجرانوالہ میں ہڑتال ہوئی۔ آزاد کشمیر کی کابینہ نے اس کتاب پر پابندی لگادی ان کے علاوہ تین مارچ کو ہالینڈ کے دارالحکومت ڈین ہیگ میں مظاہرہ ہوا اور چار مارچ کو اوٹرڈم، ہالینڈ میں مظاہرہ ہوا۔ ڈنمارک کے صدر مقام کوپن ہیگن میں دو ہزار مسلمانوں نے اور فرانس میں ایک ہزار مسلمانوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔

ایران نے سلمان رشدی کو قتل کرنے والے ایرانی کو تیس لاکھ ڈالر اور غیر ملکی کو دس لاکھ ڈالر دیئے جائیں گے۔ ایران کے صدر خامنہ ای نے پوری اسلامی دنیا کے بہادر اور مسلمان نوجوانوں سے اپیل کی کہ آیت اللہ خمینی نے رشدی کو قتل کرنے کا جو فتویٰ دیا ہے اس پر عمل کیا جائے۔ دو ہزار کے قریب ایرانیوں نے تہران میں برطانوی سفارت خانے کا گھیراؤ کیا۔ اس فتوے سے ناراض ہو کر یورپ کے کئی ممالک نے ایران سے اپنے سفیر واپس بلا لئے مگر ایرانی حکومت اپنے فیصلے پر قائم رہی۔

حکومت ایران نے کہا کہ جس انداز میں برطانیہ اور مغربی ممالک اس ملعون کی پشت پناہی کر رہے ہیں اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ برطانیہ ہمیں تو بار بار کہتا ہے کہ ہم اپنا فتویٰ واپس لیں لیکن کسی برطانوی مدبر یا لیڈر نے ایک بار بھی رشدی کو یہ نہیں کہا کہ اس نے اس قسم کی سوقیانہ اور رکیک حملوں سے بھری ہوئی کتاب کیوں لکھی اور نہ اس پر مقدمہ چلانے کے لئے اسے گرفتار کیا۔ بھارت ، پاکستان، مصر، ایران، سعودی عرب، کویت، ملائشیا، سری لنکا اور جنوبی افریقہ سمیت کئی ممالک نے اس کتاب پر پابندی لگادی۔ تمام فضائی کمپنیوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ

رشدی کسی طیارے میں سفر نہیں کرسکتا۔حکومت برطانیہ نے اسے سرکاری نگرانی میں روپوش کردیا۔

16 جون 2007ء کو برطانیہ کے شاہی محل سے سلمان رشدی کو نائٹ ہڈ(Knight Hood) کا خطاب دیئے جانے کا اعلان کیا گیا جو سر کے خطاب سے زیادہ معتبر ہے۔اس کے علاہ رشدی کو برطانیہ نے نہ صرف سکیورٹی فراہم کی بلکہ زیرزمین اس کی پرتعیش رہائش کا انتظام بھی کیا۔مسلمانوں کے خلاف یورپ اورامریکہ کے ہمارے حکمرانوں اورسیاست دانوں کو پاگل کررکھا ہے۔ان کے نزدیک ہر وہ کام انتہائی قدردانی کے لائق ہے جس سے مسلمانوں کودلی تکلیف ہوتی ہواوران کے ضمیرکوگہری ٹھیس لگتی ہو۔

---

(۱) شیطان رشدی اوراس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ از شمس الدین فاسی صفحہ 11 تا 18 اور 44 تا 49

(۲) روزنامہ خبریں راولپنڈی 16 اپریل 2008ء

گستاخانہ خاکے (ایک منظّم سازش)

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سارا عمل ایک منظّم منصوبہ بندی او گہری سازش کا نتیجہ ہے۔ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ باقاعدہ مذموم مقاصد واہداف کے پیش نظر کارٹونوں کے مقابلے کروا کر ڈنمارک کے اخبارات کو ان کی اشاعت کے لئے منتخب کیا گیا کیونکہ وہاں جدید تہذیب کے کھوکھلے نعرے زیادہ شدت کے ساتھ زیرِ عمل ہیں۔

اس کے علاوہ ڈنمارک سکنڈے نیوین ممالک میں سب سے زیادہ یہودیت نواز ملک ہے۔ یہ بھی اس سازش کے وہاں پنپنے کی ایک وجہ ہے۔ سارے حالات اور حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محض ڈنمارک کے ایک اخبار کی شرارت نہیں بلکہ ایک عالمی مہم ہے جس میں ڈنمارک کو ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اس کا ہدف اسلام، مسلمانوں اور پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی اور اسلامی شعائر کا مذاق اڑانا ہے۔

ڈنمارک کے اخبارات کے بعد ان خاکوں کی اشاعت کا سلسلہ بڑے پیمانے پر جاری ہے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے پیچھے یہودی ذہن کی منصوبہ بندی ہے جو حسب سابق مسلمانوں کے خلاف عیسائی قوتوں کو آلہ کار بناتے رہتے ہیں۔ سب سے پہلے خاکے شائع کرنے والے اخبار "یولاندز پوسٹن" کی پیشانی پر "سٹار آف ڈیوڈ" اس کے متعصب یہودی ہونے کا برملا اظہار ہے۔ اس گھناؤنی سازش میں ڈنمارک کے ساتھ ساتھ فرانس، جرمنی، ناروے، ہالینڈ، اٹلی سمیت تمام امریکی اور یورپی ریاستوں کے ذرائع ابلاغ بھی برابر کے شریک ہیں۔

ان خاکوں کی بڑے پیمانے پر اشاعت اور مذکورہ ممالک کے باشندوں کا طرز

عمل (اپنے میڈیا کی حمایت میں خاموشی) اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ سب کچھ منظم طریقے سے شروع کیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ دنیا کی دو بڑی ویب سائٹس "فری فار آل" اور "یو ٹیوب" شروع دن سے ہی ان خاکوں کی تشہیر کر رہی ہیں۔ ان دونوں ویب سائٹس کے مرکزی کمپیوٹر سسٹم (Server) امریکی ریاست فلوریڈا میں ہیں۔ ان خاکوں کی اشاعت کے دو بنیادی کردار ہیں۔

پہلا ڈینیل پائپس جو پچھلے چالیس سال سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف قلمی جنگ کر رہا ہے۔ بیسیوں کتابوں اور سینکڑوں مضامین کا مصنف ہے۔ صہیونی تحریک میں اونچا مقام رکھتا ہے اور مسلمانوں کا کٹر مخالف ہے۔ صدر بش نے اس ایک ایسے تھنک ٹینک کا مشیر بنایا ہوا تھا جس کے مصارف سرکاری خزانے سے برداشت کئے جاتے ہیں۔ امریکی اخبارات اسے اسلام فوبیا کا مریض اور مغربی دانشور اسلام دشمن قرار دیتے ہیں۔ موجودہ دور میں اسلام کے خلاف دنیا بھر میں جہاں بھی کوئی سرگرمی ہو یہ اس میں اپنا کردار ضرور ادا کرتا ہے۔

دوسرا کردار فلیمنگ روز ہے جو یولانڈر پوسٹن کا کلچرل ایڈیٹر ہے۔ کافی عرصہ سے یہ بھی توہین رسالت کے موقع کی تلاش میں تھا کہ کیرے بیوٹچن نامی ایک ڈینش مصنف نے نبی ﷺ کے بارے میں بچوں کے لئے ایک کتاب لکھی جس میں تصویری خاکوں کے ذریعے نبی ﷺ کی وضاحت کرنے کے لئے اس نے فلیمنگ سے آپ ﷺ کو کوئی خاکہ طلب کیا۔ اس کے تقاضے پر فلیمنگ امریکا گیا اور وہاں سے ڈینیل پائپس سے خصوصی صلاح و مشورہ کیا۔ اس مشاورت کے نتیجے میں فلیمنگ نے چالیس کارٹونسٹوں کو گستاخانہ کارٹون بنانے کی دعوت دی جن میں سے صرف بارہ لوگ ایسے تھے جو بدبخت اس مذموم حرکت کے لئے آمادہ ہوئے۔

اس گھناؤنی سازش کی قیادت مغرب کا وہ طبقہ کر رہا ہے جو مذہب سے خدا واسطے کا بیر رکھتا ہے اور انسانیت کو مذہب بیزار کرنا اس کا مقصد ہے۔ اس طبقے نے چند سال قبل ایک متنازعہ فلم "ڈاونسی کوڈ" کی بڑے پیانے پر نمائش کی جس میں عیسیٰ علیہ السلام کو ولدِ زناء (نعوذ باللہ) ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ فلم برطانیہ میں سرعام دکھائی گئی اس میں (نعوذ باللہ) عیسیٰ علیہ السلام کو ولد الزناء ثابت کرتے ہوئے ان کی والدہ مریم علیھا السلام کے کردار پر بھی کیچڑ اُچھالا گیا۔

اس فلم کی اشاعت سے عیسائیوں میں بھی شدید ردعمل پیدا ہوا لیکن آزادی اظہار کے نام پر آج تک اس بدنام زمانہ فلم کی نمائش جاری ہے۔ برطانیہ میں مسیحیت کے خلاف کفریہ کلمات ایک قابل سزا جرم ہے اس کے باوجود برطانیہ میں ایک فلم (The last Templation of Christ) بنائی گئی جس میں مسیح علیہ السلام کی جنسی زندگی کے مناظر دکھائے گئے (نعوذ باللہ) اور یہ فلم برطانیہ میں سرعام دکھائی گئی مغرب میں اہانت انبیاء کے حوالے سے جس قدر بے حسی پائی جاتی ہے وہ کسی ذی شعور پر مخفی نہیں۔

بیسویں صدی کے آغاز میں لندن میں ایک ڈرامے میں محمد ﷺ سمیت بعض دیگر انبیائے کرام کے کردار کو بھی پیش کیے جانے کی خبر ملی تو اس موقع خلیفہ سلطان عبدالحمید نے پہلے سفارت کاری اور بعد ازاں دھمکی دے کر اس مذموم عمل کو وقوع پذیر ہونے سے روک دیا کہ وہ بحیثیت خلیفہ پوری امت مسلمہ کو برطانیہ کے خلاف جنگ کا حکم جاری کر دیں گے۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے وقت سابق صدر پرویز مشرف ناروے میں موجود تھا جو سیکنڈرے نیویا کا ایک ملک ہے لیکن اسے اپنی زبان سے اس عظیم سانحہ کے خلاف ایک حرف نکالنے کی توفیق نہ ہوئی۔

گستاخانہ خاکوں کے مقاصد

مغرب کے تمام تر اقدامات اسلام کی تیزی سے بڑھتی ہوئی دعوت اور ان کی اپنی مٹتی ہوئی تہذیب کی وجہ سے ہیں۔ مغرب کے مادر پدر آزاد کلچر نے اسے اخلاقی طور پر دیوالیہ کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تہذیب کے ستائے ہوئے لوگ اب اسلام کی جستجو میں کشاں کشاں چلے آرہے ہیں جس کا مغرب کو بہت دکھ ہے اور وہ اپنی ڈوبتی ہوئی تہذیب کو بچانے کی کوششیں کر رہا ہے۔ یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ مغرب اس قسم کی حرکتوں سے جلد باز آنے والا نہیں۔ اس کے اسلام سے متعلق منفی کاموں کے شعبوں کی جڑیں کئی صدیوں کی کاوشوں میں پنہاں ہیں۔ اخلاقی گراوٹ کی آخری حدوں کو چھوتے ہوئے اہلِ مغرب نے مسلمانوں کی محبوب ترین ہستی ﷺ کو اپنی تضحیک وتحقیر کا نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ اب ہم خاکے بنانے کے مقاصد کا مفصل جائزہ لیتے ہیں۔

عداوت ودشمنی

خاکوں کی اشاعت کی بنیادی وجہ اہل مغرب کی نبی ﷺ سے انتہاء درجے کی عداوت ہے جس کا اظہار وہ مختلف قسم کی نازیبا حرکات کر کے کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ روز اول سے مسلمانوں کا نبی ﷺ سے تعلق کمزور کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی یہ ناپاک کوشش ہے کہ محبوب خدا ﷺ کو متنازعہ ثابت کیا جائے تاکہ آپ ﷺ کے پیروکاروں کے دلوں سے عظمت مصطفےٰ ﷺ اور توقیر وتعظیم کم کی جا سکے۔ اس کے لئے وہ وقتاً فوقتاً نبی ﷺ کی شان میں ہذیان بکتے رہتے ہیں۔ جب ان بکواسات کے باوجود تعصب اور حسد کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی تو پھر ان بدبختوں نے توہین آمیز خاکے بنا کر اپنے

دردوں کا مداوا کرنے کی کوشش کی۔

جہاد کو دہشت گردی ثابت کرنا

دنیائے اسلام میں جہاد کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے وہ کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد کو دین اسلام کے کوہان کی چوٹی قرار دیا گیا۔ اسلام دشمن امر سے بخوبی واقف ہیں کہ وہ میدان کارزار میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے وہ مسلمانوں کو جہاد سے برگشتہ کرنے کے لئے مختلف بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ان کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کو جہاد سے دور کر دیا جائے پھر انہیں تر نوالہ سمجھتے ہوئے نگل لینا آسان ہو جائے گا۔ وہ یہ باور کرانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اسلام دین امن نہیں بلکہ یہ ظلم و تشدد کا علمبردار ہے۔ ان خاکوں کی ایک وجہ جہاد کو دہشت گردی ثابت کرنا بھی ہے۔

یورپ و امریکہ میں تیزی سے پھیلتے ہوئے اسلام کو روکنا

اسلام اپنی انسانیت نواز خوبیوں کے باعث روز اول سے مسلسل پھیلتا جا رہا ہے۔ آج دنیا بھر میں ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ مسلمان ہیں۔ موجودہ زمانے میں دیار مغرب میں اسلام کے فروغ کی رفتار تیز ہو گئی ہے۔ اسلام یورپی ممالک اور امریکہ میں دوسرا وسعت پذیر دین ہے۔ امریکہ و یورپ میں اس قدر تیزی سے بڑھتے ہوئے اسلام کے اس سیل رواں کے آگے بند باندھنے کے لئے غیر مسلم متحرک ہو چکے ہیں۔ وہ مختلف حیلے بہانے اور سازشوں کی مدد سے نور اسلام کو بجھانے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔

حالیہ توہین آمیز خاکے اس بُغض و فساد اور تعصب کی کڑی ہیں جس کا مقصد نبی ﷺ اور اسلام کی حقانیت کو مجروح کر کے دنیا کو تیزی سے بڑھتے ہوئے اسلام سے متنفر

کرنا ہے۔

توہین رسالت کے بارے میں مسلمانوں میں بے حسی پیدا کرنا

مغرب میں اہانت انبیا کے حوالے سے جو بے حسی پائی جاتی ہے اس سے پورا زمانہ واقف ہے۔ وہ کسی بھی نبی کی توہین کو آزادی رائے اور سیکولرازم کے نام پر برداشت کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اہل یورپ توہین آمیز خاکوں اور اسلام مخالف فلموں کے ذریعے مسلمانوں میں یہی بے حسی پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ توہین رسول ﷺ کو قطعی اہمیت نہ دیں۔ ہالینڈ کے ایک اخبار نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا کہ ہم یہ کارٹون ہر ہفتے شائع کیا کریں گے تا کہ مسلمان ان کے عادی ہو جائیں۔

دنیا کو پیغام رسالت سے برگشتہ کرنا

اسلام امن و رواداری، حسنِ اخلاق اور مہر و وفا کا دین ہے۔ اس کے عقائد سچے ،اس کی عبادات سادہ اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت مطہرہ بنی نوع انسان کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اپنی انہی بے مثال روایات وتعلیمات کی وجہ سے اسلام روز بروز پھیلتا جا رہا ہے۔

یہودیت و نصرانیت کی انسانیت سوز تعلیمات و احکام کے بالمقابل جب لوگ اسلام کی انسانیت نواز تعلیمات اور نبی ﷺ کے حسن و اخلاق اور اعلی کردار کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ یہ بات اہل مغرب کو گوارا نہیں ہے۔ وہ یہ تہیہ کر چکے ہیں کہ لوگوں کے سامنے اسلامی احکام وتعلیمات کو مسخ کر کے پیش کیا جائے تا کہ لوگ اسلام کی طرف التفات نہ کریں۔

اس مقصد کے لئے وہ کبھی قرآن اور نبی ﷺ کے خلاف فلمیں ریلیز کرتے ہیں تو

کبھی گستاخانہ خاکے شائع کرتے ہیں۔کبھی اسلام کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں تو کبھی مسلمانوں پر الزام تراشی کرتے ہیں۔ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتے نہیں ذرا
روح محمد ﷺ ان کے بدن سے نکال دو

خاکوں کی اشاعت

اسلام سے مغرب کی عداوت کی جنگ پہلے تو اس کی نظریاتی بنیادیں کمزور کرنے تک محدود رہی لیکن جب بات اس طرح نہ بن پائی تو انہوں نے غیر اخلاقی حرکات کا سہارا لیا اور گستاخانہ خاکے اور فلمیں اس مقصد کے لیے نشر کرنی شروع کردی۔ ذیل میں ہم ان گستاخانہ خاکوں کی لحہ بہ لحہ اشاعت کی تفصیل بتاتے ہیں۔

30 ستمبر 2005ء

ڈنمارک کے قدامت پسند اخبار''یولاندر پوسٹن'' نے بارہ کارٹون شائع کیے۔

17 اکتوبر 2005ء

مصری اخبار''الفجر'' نے چھ خاکے شائع کیے اور ان کے ساتھ ایک آرٹیکل بھی شائع کیا جس میں کارٹون بنانے والوں کی بھرپور حمایت کی گئی۔

3 نومبر 2005ء

جرمن اُخبار''ڈی ویلٹ'' نے ایک کارٹون شائع کیا۔

ایک بوسنوی اخبار''سلوڈیناںبوسنا'' نے بھی کارٹون شائع کیے۔

7 جنوری 2006ء

سویڈن کے ایک اخبار''سویڈیش ایکسپریشن'' نے بھی خاکے شائع کیے۔

''کویل پوسٹن'' کے خواتین ایڈیشن نے بھی خاکے شائع کیے۔

G_T اخبار نے دو خاکے شائع کیے۔

10 جنوری 2006ء

ناروے کے اخبار ''میگزنٹ'' نے بارہ خاکے شائع کئے۔

31 جنوری 2006ء

آئس لینڈ کے اخبار ''D V'' نے دو خاکے شائع کئے۔

یکم فروری 2006ء

فرانسیسی اخبار ''فرانس سٹوئر'' نے خاکے شائع کئے۔

جرمن اخبار ''ڈی ویلٹ'' نے دوبارہ خاکے شائع کئے۔

اٹالین اخبار ''لاسٹمپا'' نے خاکوں کی اشاعت کی۔

ہسپانوی اخبار ''E P'' نے بھی خاکے شائع کئے۔

ڈچ اخبار ''ولکس کریسنٹ NRC'' اور ''ہیڈلز یلڈ'' کے علاوہ ''ایلویہ'' نے بھی اسی شرمناک حرکت کا اعادہ کیا۔

2 فروری 2006ء

جرمن اخبار ''ڈائی رینٹ'' نے کارٹونز شائع کئے۔

جارڈن کے اخبار ''الشیھان'' نے بھی خاکے شائع کئے۔

امریکن اخبار ''نیو یارک سن'' نے بھی خاکے شائع کئے۔

بیلجئین اخبار ''سٹوئر'' نے بھی خاکوں کی اشاعت کی۔

فرانسیسی اخبار ''لی مونڈ'' نے بھی خاکے شائع کئے۔

''برٹش نیشنل پارٹی'' نے اپنے ویب پیج کو کارٹونز سے آراستہ کیا۔

3 فروری 2006ء

انڈین اخبار ''دی ٹائم آف انڈیا'' نے بارہ خاکے شائع کر کے اس سلسلے کو تقویت دی۔

آسٹریلوین ٹی وی ''SBS'' اور ''ABC'' نے اپنی رات کی خبروں میں کارٹونز شائع کیے۔

بیلجئین اخبار ''لا رلبر'' نے ایک گیم متعارف کروائی جس میں نقطوں کی مدد سے خاکہ بنایا جا سکتا تھا۔

4 فروری 2006ء

نیوزی لینڈ کے اخبار ''دی ڈومینین'' نے خاکے شائع کیے اور ان کے ساتھ ایک وضاحتی آرٹیکل بھی شائع کیا۔

پولینڈ کے اخبار ''ریزیز پوسپولیٹا'' نے بھی خاکے شائع کیے۔

6 فروری 2006ء

یوکرائن کے اخبار ''سیووڈینا'' نے بھی کارٹون شائع کیے۔

سلووینی اخبار ''فلکیڈ نا'' نے بھی کارٹونز کی اشاعت کی۔

اسرائیل کے اخبار ''دی یروشلم'' نے بھی خاکے شائع کیے۔ اگرچہ وہ اتنے چھوٹے تھے کہ انہیں دیکھنا بھی محال تھا۔

7 فروری 2006ء

''کارڈف یونیورسٹی'' کے سٹوڈنٹس یونین کا اخبار ''گیر ریڈ'' وہ پہلا اخبار تھا جس کے خاکے شائع کرنے پر عالمی مظاہروں کا آغاز ہوا۔

''ری پبلک'' نامی اخبار نے چار خاکے شائع کیے۔

8 فروری 2006ء

فرانس کے ہفتہ وار میگزین ''چارلی حیبدو'' نے تیرہ کاٹونز کی اشاعت کی جن میں ایک نیا کارٹون تھا جو فرانسیسی کارٹونسٹ ''کابو'' نے بنایا تھا۔

برازیل کے سب سے زیادہ فروخت ہونے والے میگزین ''وجاء''
نے تین کارٹونز شائع کئے اور ان کو اپنی ویب سائٹ پر بھی نشر کیا۔
کنگ ایڈورڈ یونیورسٹی آف کینیڈا اینڈ آئر لینڈ کے طلباء اخبار ''کیڈر''
نے خاکے شائع کئے۔

9 فروری 2006ء

روس کے اخبار ''ولگوگریڈ'' نے خاکے شائع کئے۔
جاپانی اخبار ''جورڈ سکائی وزٹ'' نے حکومت کے منع کرنے کے باوجود
کارٹون شائع کیا۔
اللینس یونیورسٹی کے اخبار ''اللینس ڈیلی'' نے چھ خاکے شائع کئے۔

10 فروری 2006ء

قسیڈونا میں دو اخبارات ''وم'' اور ''ویسٹ'' نے بارہ خاکے شائع کئے۔

14 فروری 2006ء

ساؤتھ افریقہ کے دو اخبارات نے خاکے شائع کئے۔

17 فروری 2006ء

موزیک میں ''ساوانا'' نامی اخبار نے آٹھ خاکوں کی اشاعت کی۔

21 فروری 2006ء

بیلا روس کے اخبار ''ودا'' نے بارہ خاکے شائع کئے۔

22 فروری 2006ء

''برٹش نیشنل پارٹی'' نے اپنے ویب پیج کو کارٹونز سے دوبارہ آراستہ کیا۔

28 فروری 2006ء

یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، کیلیفورنیا کالج اور ری پبلکن کلب نے کارٹونز کی نمائش کی۔

3مارچ2006ء

فرانسیسی اخبار ''چارلی حیبدو'' نے ''یولاندر پوسٹن'' والے کارٹونز شائع کیے۔

15اپریل2006ء

امریکی پیس طنز ومزاح کے مرکزی نیٹ ورک نے کارٹونز کی جنگ پارٹ ون نشر کیا۔ان کا کہنا تھا کہ اس سے لوگ محظوظ ہوں گے۔

7فروری2007ء

کلیر کالج آف کیمرج کے سٹوڈنٹ اخبار نے ایک کارٹون شائع کیا۔

8فروری2007ء

فرانس کے اخبار ''لبریشن'' نے کارٹونز شائع کیے۔

3فروری2008ء

ڈنمارک کے بہت سے اخبارات بشمول ''یولاندر پوسٹن'' نے قابل اعتراض خاکے دوبارہ شائع کیے۔

خلاصہ یہ کہ

کسی بھی قوم کے مہذب ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اول تو وہ کوئی غیر اخلاقی کام ہی نہ کرے۔بفرض محال اگر اس سے ایسی کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو پھر اس غلطی کو تسلیم کرے نہ کہ اسے درست ثابت کرنے کے لئے دلائل دے۔مغرب پر نہایت افسوس

ہے جو اتنی بھی اخلاقی جرأت نہیں رکھتے کہ کسی غلط کو غلط کہہ سکیں۔ جن لوگوں نے اس واقعہ کی مذمت کی ان کا طرز عمل بھی یہ رہا کہ ڈنمارک بھی ناراض نہ ہو اور مسلمان بھی خوش ہو جائیں۔ مغرب کے اس شرمناک عمل میں شریک، ڈینش اخبارات کی پشت پناہی اور مسلسل مغربی اخبارات کا یکے بعد دیگرے خاکے شائع کرنا ان کے غیر مہذب، متعصب اور اسلام دشمن ہونے کی دلیل ہے۔

مسلمانوں کا ردعمل

14 اکتوبر 2005ء

ڈنمارک کے تقریباً پانچ ہزار مسلمانوں کے کوپن ہیگن میں "یولانڈر پوسٹن" کے آفس کے باہر ایک پُرامن احتجاج کیا۔

19 اکتوبر 2005ء

دس اسلامی ممالک کے سفیروں نے کارٹونز کے معاملے میں ڈنمارک کے وزیراعظم "انڈرفوگ ریسموزم" سے ملاقات کی درخواست کی جسے وزیراعظم نے یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ وہ آزادی صحافت پر کوئی قدغن نہیں لگا سکتے۔

28 اکتوبر 2005ء

کئی ایک مسلم تنظیموں نے ڈینش پولیس کو درخواست دی کے اخبار "یولانڈر پوسٹن" نے دفعہ 140 اور b-266 کے تحت جرم کا ارتکاب کیا ہے لہذا اخبار پر مقدمہ چلایا جائے۔

7 نومبر 2005ء

بنگلہ دیشی گورنمنٹ نے کارٹونز کے خلاف ایک پرزور سفارتی احتجاج کیا کہ اُن کی اشاعت کیوں کی گئی۔

5 دسمبر 2005ء

ڈنمارک کے پانچ ائمہ کا وفد ابوالبشر کی قیادت میں مصر گیا اور وہاں اس سلسلے میں عرب لیگ کے سیکریٹری عمر موسوی، مصر کے مفتی اعظم شیخ علی جمعہ اور شیخ الازہر شیخ محمد سعید طنطاوی اور شیخ محمد شعبان سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کا اہتمام

ڈنمارک میں تعینات مصری سفیر نے کیا۔

7دسمبر 2005ء

پاکستان میں مزدور یونین نے کارٹونز کے خلاف احتجاج کیا۔

17دسمبر 2005ء

ڈینش آئمہ کا دوسرا وفد رعید ہلیاہل کی قیادت میں لبنان گیا جہاں انہوں نے لبنان کے مفتیٔ اعظم شیخ محمد رشید کسانی، محمد حسین فضل اللہ اور میری ونٹ چرچ لیڈر نصر اللہ سفیر سے ملاقات کی۔ اسی دوران امام احمد اکری شام گئے اور وہاں انہوں نے شام کے مفتیٔ اعظم شام بدرالدین حسان کے سامنے اپنے معاملے کی نوعیت واضح کی۔

ایک وفد ترکی، سوڈان، مراکو، الجیریا اور قطر گیا اور اس معاملہ کی بریفنگ دی۔

29دسمبر 2005ء

عرب لیگ نے ڈینش گورنمنٹ کو اس معاملہ میں کوئی باقاعدہ ایکشن نہ لینے پر سخت تنقید کا نشانہ بنایا

24 جنوری 2005ء

سعودی حکومت نے کارٹونسٹ کو سخت سزا دینے کا اپنا پہلا عوامی پیغام جاری کیا۔

26 جنوری 2006ء

سعودی حکومت نے اپنے سفیر کو ڈنمارک سے واپس بلا لیا اور ڈنمارک کا مکمل تجارتی بائیکاٹ کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کویت اور دوسرے مشرق وسطیٰ کے ممالک نے بھی مکمل معاشی بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ 27 جنوری کو یولاندر پوسٹن کی ویب سائٹ پر پہلا اٹیک ہوا اور وہ بند کر دی گئی۔

29 جنوری 2006ء

لیبیا نے ڈنمارک میں اپنا سفارتخانہ بند کر دیا۔افغانی صدر حامد کرزئی نے اس کو ایک غلطی قرار دیتے ہوئے کہا کہ امید ہے مستقبل میں میڈیا ایسی غلطیاں نہیں کرے گا۔ڈینش پرچم کو نابلس اور ہیرن میں چلایا گیا۔

یمن اسمبلی نے کارٹونز کی اشاعت کو غلط قرار دیا۔

بحرین اور شام کی حکومت نے بھی کارٹونز کی اشاعت کی مذمت کی۔

فلسطین اسلامک جہاد موومنٹ نے ڈینش اور نارویجین کو کہا کہ اڑتالیس گھنٹوں کے اندر غزہ خالی کر دیں۔الاقصیٰ بریگیڈ نے بہتر (72) گھنٹوں کے اندر غزہ خالی کرنے کا حکم دیا۔قطر نے ڈینش اشیاء کا مکمل بائیکاٹ کر دیا۔

30 جنوری 2006ء

فلسطینی تنظیم الفتح نے یورپی یونین کے ایک آفس پر کارٹونز کی اشاعت کے خلاف پرزور احتجاج کرتے ہوئے قبضہ کر لیا۔الاقصیٰ بریگیڈ نے یورپی یونین کے آفس میں ہلچل مچادی اور اس کے ساتھ یہ دھمکی بھی دی کہ اگر یورپی یونین نے سرکاری طور پر معافی نہ مانگی تو ورکرز کو اغواء کر لیا جائے گا یہاں تک کہ وہ معافی مانگیں۔

عراقی مجاہدین نے ناروے اور ڈنمارک کے خلاف شدید ہڑتال کرنے کا اعلان کیا۔

31 جنوری 2006ء

ڈینش مسلم ایسوسی ایشن نے یولاندر پوسٹن اور ڈینش وزیراعظم کی طرف سے مانگی گئی معافی قبول کر لی۔

سترہ اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ نے دوبارہ مطالبہ کیا کہ کارٹونز کے

Author کو قرار واقعی سزا دی جائے اور اس بات کی یقین دہانی کرائی جائے کہ آئندہ ایسے واقعات نہیں ہوں گے۔

بحرین کی نیشنل اسمبلی نے ڈیمانڈ کی کہ ملکہ ڈنمارک اور ڈنمارک گورنمنٹ مسلمانوں سے سرکاری طور پر معافی مانگے ورنہ ہم ڈنمارک کی تمام اشیاء کا بائیکاٹ کریں گے اور GCC ممالک کے ساتھ مل کر تیل کی برآمد بھی بند کر دیں گے (مذکورہ ممالک یومیہ 1,59,000 بیرل تیل برآمد کر رہے ہیں)

فلسطینی تنظیم حماس نے مطالبہ کیا کہ کارٹونسٹ کو سخت سزا دی جائے۔

یکم فروری 2006ء

شام میں ڈینش سفارتخانے کو بم کی افواہ پر خالی کر دیا گیا۔ شام نے اپنا سفیر ڈنمارک سے واپس بلا لیا۔

چیچن لیڈر "شامل بسیوف" نے کارٹونز کی سخت مذمت کی۔

کوپن ہیگن میں یولاندر پوسٹن کے ہیڈ آفس کو بم سے اڑا دینے کی دھمکی پر خالی کر دیا گیا۔ ملائشیا کی ایک مسلم آرگنائزیشن نے ڈنمارک کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے کے لئے حکومت پر زور دیا۔

انڈونیشیا کی وزارت داخلہ کے ترجمان نے کارٹونز کی اشاعت کی مذمت کی۔

عمانی تاجروں نے ڈنمارک کی اشیاء کا بائیکاٹ کر دیا۔

2 فروری 2006ء

جارڈن کے اخبار 'الشیھان' کے کارٹونز شائع کرنے پر اس کے مینجر کو گولی ماردی گئی۔

برٹش اسلامک گروپ العرابہ نے ایک مضمون شائع کیا جس میں یہ کہا کہ گستاخ

رسول کو قتل کردو اور اس پر قرآن و حدیث سے دلائل پیش کئے۔

3 فروری 2006ء

ڈنمارک کے وزیر اعظم سے متعدد سفیروں نے ملاقات کی جس میں مصری سفیر نے ڈنمارک پر زور دیا کہ وہ مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے لے سخت اقدمات کرے۔ انڈونیشیاء کے دارالحکومت جکارتہ میں مشتعل مظاہرین نے ڈینش سفارتخانہ بند کرنے کا مطالبہ کیا اور سارا فرنیچر باہر نکال دیا۔ بعدازاں سفیر نے مظاہرین کے لیڈر سے مذاکرات کئے جس کے بعد صورتحال کنٹرول میں آئی۔
بیلجیئن مسلمانوں نے کارٹونز کی اشاعت کے خلاف احتجاج کیا۔
لندن میں مسلم کمیونٹی نے لانگ مارچ کیا۔
پاکستانی سینٹ میں کارٹونز کی اشاعت کے خلاف قرارد مذمت پاس ہوئی۔
ساؤتھ افریقہ کے جج "محمد جھاے" نے ساؤتھ افریقہ میں کارتونز کی اشاعت پر پابندی عائد کردی۔

4 فروری 2006ء

لندن میں ڈینش سفارتخانے کے باہر مسلم مظاہرین نے منظم انداز سے مظاہرہ کیا۔
سیریا میں موجود ڈنمارک کے سفارتخانے پر مسلم مظاہرین نے بم پھینکے جن سے آگ بھڑک اٹھی اور عمارت کو جزوی نقصان پہنچا۔
ایرانی صدر احمدی نژاد نے مسلم ممالک کو خاکے شائع کرنے والے ممالک سے بائیکاٹ کا مشورہ دیا اور اپنے ممالک کے ان تمام سفراء کو جو ان ممالک میں تھے واپس بلا لیا اور ان ممالک کے صحافیوں کی ایران آمد پر پابندی لگادی۔

غزہ میں موجود جرمنی کا ثقافتی ٹاور مظاہرین نے تباہ کر دیا۔

بیروت میں موجود ڈینش سفارتخانے کے باہر مظاہرہ کرتے ہوئے لوگوں نے سفارتخانے پر ہلہ بول دیا۔ جس پر پولیس نے کافی مظاہرین کو قید کر لیا۔

6 فروری 2006ء

دس ہزار پُر امن مسلمان مظاہرین نے فرانس کے شہر پیرس میں تین گھنٹے تک پیدل مارچ کیا۔

افغانستان میں خاکوں کی اشاعت کے خلاف مظاہرہ کرنے والے تین افراد کو قتل کر دیا گیا۔

انڈونیشیا میں مظاہرین نے ڈنمارک کے کونسل خانے اور امریکی سفارت خانے میں توڑ پھوڑ کی۔

لبنانی گورنمنٹ نے ڈنمارک حکومت پر واضح کیا کہ وہ ڈینش سفارتخانے کو تحفظ فراہم کرنے سے قاصر ہے۔

ایران کے شہر تہران میں آسٹریلیا کے سفارتخانے پر دستی بموں سے حملہ کیا گیا تاہم سکیورٹی فورسز کی مداخلت سے آگ زیادہ نہ پھیل سکی۔

سیریا کے مفتی اعظم نے ڈنمارک سے قطع تعلق کا اعلان کر دیا۔

ایک ایرانی اخبار "ھمشاری" نے "ہولوکاسٹ" پر کارٹونز بنانے کا مقابلہ منعقد کرنے کا اعلان کیا۔

ایک ہزار فرانسیسیوں نے پیرس میں دوبارہ خاکے شائع کرنے پر احتجاج کیا۔

ایک ڈینش باشندے نے یولاندر پوسٹن کے خلاف بدامنی پھیلانے کا مقدمہ دائر کیا۔

7فروری2006ء

افغانستان میں ہزاروں مظاہرین کی پولیس اور نیٹو افواج سے جھڑپیں ہوئیں۔

طالبان نے مسلمانوں پر زور دیا کہ خاکے شائع کرنے والوں کے خلاف اعلان جہاد کیا جائے۔

یمنی حکومت نے دو پرائیویٹ اخباروں "یمن ویزور" اور "البحر وبیہ" کے لائسنس اس وجہ سے منسوخ کئے کہ انہوں نے خاکے شائع کئے۔

10فروری2006ء

احمد ابوالبان نے ڈنمارک کے خلاف تشدد بند کرنے کی اپیل کی۔

"میگزنٹ" کے ایڈیٹر کی طرف سے کی گئی معذرت ناروے مسلم تنظیم نے قبول کر لی۔

کینیا میں احتجاج کے دوران ایک آدمی مارا گیا۔

ایشیائی مسلمانوں نے بڑی بڑی ریلیاں نکالیں۔

10فروری2006ء

پیرس میں اینٹی کارٹونز مظاہرین نے پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جس میں خاکوں کی اشاعت کی مخالفت کے بیانات درج تھے۔

13فروری2006ء

ایران کے اخباری ھمشاری نے ہولوکاسٹ پر کارٹون مقابلے کا اعلان کر دیا۔

اخبار کا کہنا تھا کہ اس سے ہمارا مقصد مغرب کے دعویٰ آزادی اظہار رائے کا پتہ لگانا ہے۔

14فروری2006ء

پنجاب میں ہزار سے زائد مظاہرین نے کئی مغربی مصنوعات کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے صوبائی اسمبلی کی عمارت کو نقصان پہنچایا۔ اس دوران دو آدمی مارے گئے۔

15 فروری 2006ء

منیلا میں ڈنمارک کے سفارتخانے کے باہر مظاہرین نے احتجاج کیا۔

16 فروری 2006ء

کراچی مین لگ بھگ چار ہزار مظاہرین نے مارچ کیا اور ڈنمارک کے وزیراعظم کا پتلا نذرِ آتش کیا۔

17 فروری 2006ء

پاکستان کے معروف عالم دین یوسف قریشی کے خاکہ نویس کو قتل کرنے والے کے لئے ایک ملین ڈالر اور ایک کار کے انعام کا اعلان کیا۔

اُتر پردیش (انڈیا) کے ایک وزیر نے گیارہ ملین ڈالر کا انعام کا اعلان کیا۔

بن غازی میں ہزاروں مظاہرین نے احتجاج کے دوران سفارتخانے پر حملہ کر دیا۔

ہانگ کانگ اور تنزانیہ میں ہزاروں مسلمانوں نے خاکوں کے خلاف احتجاجی مظاہرے کیئے۔

18 فروری 2006ء

کوپن ہیگن میں تین ہزار مظاہرین نے پر امن احتجاج کیا۔

19 فروری 2006ء

تقریباً 4,000 مظاہرین نے انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتہ میں امریکی

سفارتخانہ توڑنے کی کوشش کی، امریکہ کے جھنڈے نذر آتش کئے اور امریکہ مخالف نعرے لگائے۔ ترکی کے دارالحکومت استنبول میں فیلیسٹی پارٹی نے احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں لاکھوں افراد شریک ہوئے۔

26فروری2006ء

پچیس ہزار لوگوں نے پاکستان کے شہر کراچی میں احتجاج کیا اور مریکہ مردہ باد اور یورپی ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات ختم کرو جیسے نعرے لگائے۔
پولیس نے لاہور میں احتجاج کرتے ہوئے مظاہرین کو روکنے کے لئے چند لوگوں کو گرفتار کرلیا۔

17مارچ2006ء

خاکوں کے معاملہ پر ڈینش مسلمان تنظیموں نے ڈنمارک کے خلاف اقوام متحدہ کے ادارہ برائے انسانی حقوق میں شکایت درج کی۔

20مارچ2006ء

ایک پاکستانی طالب علم "عامر عبدالرحمٰن چیمہ" نے جرمن اخبار ڈی ویلٹ کے چیف ایڈیٹر پر آفس میں حملہ کر کے اسے شدید زخمی کر دیا۔ بعدازاں سکیورٹی گارڈ نے اسے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا۔ برلن پولیس نے 44 دن اس پر جسمانی و ذہنی تشدد کیا جس سے 3 مئی 2006ء کو وہ شہید ہوگئے۔ مسلمانوں کے ردعمل کے خوف سے پولیس نے ان کی شہادت کو خودکشی قرار دیا۔

22مارچ2006ء

بحرین میں ایک اسلامی کانفرنس بلائی گئی جس میں یولاندر پوسٹن کے بار بار خاکے شائع کرنے کے متعلق بحث وتمحیص کی گئی۔ حاضرین میں چوٹی کے

مسلمان سائنسدان اور علماء نے شرکت کی۔

29 مارچ 2006ء

دارفور میں سویڈن کے قائمقام وزیر خارجہ کا استقبال اس لئے نہیں کیا گیا کہ وہ خاکوں کی اشاعت میں حکومت کے ساتھ ملوث تھے۔

تہران میں ایرانی انقلابی گارڈ نے خاکوں کے خلاف احتجاج کے دوران زنجیر زنی کی۔

30 مارچ 2006ء

ڈینش مسلم تنظیموں نے خاکوں کی اشاعت کے خلاف "یولانڈر پوسٹن" کے خلاف مقدمہ دائر کیا جس میں دعویٰ کیا گیا کہ خاکوں کی اشاعت غیر قانونی اور قابل مذمت ہے۔

16 اپریل 2006ء

لیبیا کے رہنما معمر قذافی نے ایک جریدے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ جو لوگ محمد ﷺ پر تہمت لگا رہے ہیں حقیقتاً وہ اپنے ہی پیغمبر پر تہمت لگا رہے ہیں۔ انہیں اب یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دوستی چاہتے ہیں یا جنگ۔

24 اپریل 2006ء

اسامہ بن لادن نے ڈنمارک کی اشیاء کا بائیکاٹ کرنے پر زور دیا اور خاکہ نویسوں کو قتل کرنے کا ٹاسک دیا۔

12 مئی 2006ء

القاعدہ نے ایک ویڈیو پیغام میں یہ بات کہی کہ ڈنمارک، ناروے اور فرانس کو تباہ کر دیا جائے اور یہاں خون کی ندیاں بہادی جائیں۔

آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی مظفرآباد میں گستاخانہ خاکوں کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ڈنمارک کی کئی مصنوعات ضائع کی گئی۔طلباء نے اپنے خون سے WE HATE DENMARK لکھا۔

30 مئی 2006ء

اردن کی عدالت نے دو صحافیوں "جہاد ممانی" اور ''ہشام الخلید ی'' کو نبی ﷺ کے خاکے شائع کرنے کی پاداش میں جیل بھیج دیا۔

15 فروری 2008ء

ڈنمارک میں خاکوں کی دوبارہ اشاعت سے مسلم دنیا میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔

کویت کے ممبران پارلیمنٹ نے ڈنمارک کے مکمل بائیکاٹ کا مطالبہ کیا۔

غزہ میں حماس نے بھی خاکوں کی دوبارہ اشاعت کرنے والوں کے خلاف سخت کاروائی کا مطالبہ کیا۔

پاکستان کے تمام مذہبی حلقوں نے خاکوں کی دوبارہ اشاعت پر شدید ردعمل کا اظہار کیا۔مذہبی جماعتوں کی اپیل پر پورے پاکستان میں یوم احتجاج منایا گیا۔

شہید ناموس رسالت عامر چیمہ شہید کے والد نذیر احمد چیمہ نے تحفظ ناموس رسالت کے لئے ایک منظم پلیٹ فارم بنانے پر زور دیا۔

16 فروری 2008ء

خاکوں کی دوبارہ اشاعت پر پاکستان سمیت دنیا بھر میں احتجاج کیا گیا۔

اسلامی جمعیت طلبہ کے تحت جامعہ پنجاب میں تحفظ ناموس رسالت کانفرنس منعقد کی گئی۔

20 فروری 2008ء

پاکستان نے ڈنمارک کے ناظم الامور کو دفتر خارجہ طلب کر کے خاکوں کی دوبارہ اشاعت پر شدید احتجاج کیا۔

22 فروری 2008ء

جماعت اہل سنت کی اپیل پر پاکستان بھر میں یوم احتجاج منایا گیا۔

لاہور بار ایسوسی ایشن نے خاکوں کی اشاعت کے خلاف مذمتی قرارداد متفقہ طور پر منظور کی جس میں ڈنمارک کا مکمل بائیکاٹ کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ قرارداد میاں عدنان یعقوب ایڈووکیٹ نے پیش کی۔

23 فروری 2008ء

خاکوں کی دوبارہ اشاعت پر پاکستان سمیت دنیا بھر میں احتجاج کا سلسلہ جاری رہا۔

غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید

عامر عبدالرحمٰن چیمہ 4 دسمبر 1972ء کو گوجرانوالہ ڈویژن کے ضلع حافظ آباد کے محلّہ گڑھی اعوان میں پیدا ہوئے۔ عامر کے والد پروفیسر نذیر احمد چیمہ نے ان کا نام "عبدالرحمٰن" جبکہ والدہ ثریا بیگم نے ان کا نام عامر رکھا اور یوں ان کا نام عامر عبدالرحمٰن چیمہ بن گیا۔ عامر چیمہ کے والد محترم پروفیسر نذیر احمد چیمہ اپنی تیس سالہ ملازمت پوری کرنے کے بعد 2006ء میں ریٹائر ہوئے۔ عامر چیمہ تین بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے۔

عامر چیمہ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول راولپنڈی شروع کی۔ 1993ء میں گورنمنٹ کمپری ہینسو ہائی سکول راولپنڈی سے میٹرک کیا۔ اس کے بعد سر سید کالج راولپنڈی سے FSC امتحان پاس کیا۔ 1996ء میں وہ راولپنڈی چھوڑ کر فیصل آباد چلے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے نیشنل کالج آف ٹیکسٹائل انجینئرنگ میں داخلہ لیا۔ 2000ء میں انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔ پھر انہوں نے رائے ونڈ ٹیکسٹائل مل میں ملازمت اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت چھوڑ کر لاہور چلے گئے جہاں انہوں نے یونیورسٹی آف مینجمنٹ ٹیکنالوجی میں پڑھانا شروع کر دیا۔

اسی دوران انہیں جرمنی کی ایک یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا اور وہ 26 نومبر 2004ء کو اپنے خرچ پر ماسٹر آف ٹیکسٹائل مینجمنٹ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے جرمنی کے شہر مونشن گلاڈباغ (Monchengladbach) میں نیدر ہائن یونیورسٹی آف اپلائیڈ سائنسز میں داخلہ لے لیا۔ انہوں نے اپنی پڑھائی کے تین سمسٹر مکمل کر لئے تھے اور آخری سمسٹر باقی تھا کہ اسی دوران ڈنمارک، جرمنی سمیت یورپ کے اخبارات نے نبی ﷺ کے نازیبا خاکے شائع کیے۔

جب عامر کو معلوم ہوا تو وہ مارچ 2006ء کے آغاز میں برلن میں اپنے عزیزوں کے پاس آ گئے۔ وہاں وہ ''ڈی ویلٹ'' کے آفس کی نگرانی کر کے منصوبہ بندی کرتے رہے۔ اسی دوران انہوں نے برلن کی ایک دوکان سے خنجر خریدا جس سے انہوں نے ''ڈی ویلٹ'' کے چیف ایڈیٹر ''ہنرک بروڈز'' پر 20 مارچ 2006ء کو قاتلانہ حملہ کیا جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا اور کئی دن تک ڈاکٹروں کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہ کر نہایت عبرتناک حالت میں جہنم واصل ہوا۔ تاہم موقع پر موجود سکیورٹی گارڈز نے انہیں پکڑ لیا اور جرمن پولیس کے حوالے کر دیا۔

اگلے روز 21 مارچ 2006ء کو متعلقہ جج کے روبرو عامر چیمہ کو برلن کی ضلعی عدالت میں پیش کیا گیا جہاں ایک پاکستانی مترجم انوار الحق نے عامر چیمہ پر لگائے گئے الزامات پڑھ کر سنائے۔ غازی عامر چیمہ نے بھری عدالت میں قاتلانہ حملے کا جرم قبول کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ رہائی کے بعد بھی نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر حملے کرے گا۔ جرمن حکام نے "عالمی انصاف" کا مظاہرہ کرتے ہوئے غازی عامر کو کسی وکیل کی خدمات حاصل کرنے کی اجازت نہیں دی۔

23 مارچ 2006 کو برلن کی ڈسٹرکٹ کورٹ میں عامر چیمہ کے خلاف جرمن پینل کوڈ کی دفعہ 113 اور 240 کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔ ایف آئی آر کے مطابق:۔

1۔ عامر چیمہ نے ڈی ویلٹ کے دفتر میں داخل ہو کر چیف ایڈیٹر کو قتل کرنے کی کوشش کی۔

2۔ سکیورٹی گارڈز کو شکاری چاقو اور بم کے ذریعے دھمکیاں دیں۔

3۔ گرفتاری کے وقت پولیس کے فرائض میں مداخلت اور مزاحمت کی۔

جرمن پولیس اور مختلف حکومتی ایجنسیاں برلن جیل میں 44 دنوں تک غازی عامر

پر دوران حراست ذہنی وجسمانی تشدد کرتی رہیں۔ جرمنی اور پاکستان میں مقیم ان کے عزیز و اقارب سے بھی تفتیش کی گئی۔ مسلسل تشدد کی وجہ سے 3 مئی 2006ء کو برلن کی جیل میں وہ شہید ہو گئے۔

27 اپریل 2006ء کو برلن کی ڈسٹرکٹ کورٹ میں عامر شہید کا کیس سماعت کے لئے منظور ہو چکا تھا جہاں انہیں قانون کا سامنا کرنا تھا لیکن ہٹلر کے ظالم اور درندہ صفت بیٹوں نے انہیں ماورائے عدالت قتل کر دیا۔ جیل انتظامیہ نے ردعمل سے بچنے کے لئے یہ دعویٰ کیا کہ عامر نے خودکشی کی ہے۔ عامر کے والدین کو جب اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو وہ ان کی شہادت پر بے حد خوش ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ عامر کبھی خودکشی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ اتنا بزدل نہ تھا۔

طویل سفارتکاری کے بعد 20 مئی 2006ء کو عامر چیمہ کی نعش پاکستان کے حوالے کر دی گئی۔ عامر شہید کی نماز جنازہ کے متعلق حکومت نے عوام کو کنفیوژن میں رکھا۔ اخبارات اور TV چینلوں نے سہ پہر چار بجے کا وقت بتایا لیکن حکومتی مداخلت سے جنازہ پہلے ہی پڑھا دیا گیا۔ نماز جنازہ اور تدفین کے موقع پر وفاقی اور صوبائی حکومت کی کسی قابل ذکر شخصیت نے شرکت نہیں کی۔ پروفیسر نذیر چیمہ کا کہنا تھا کہ انتظامیہ نے زبردستی ان کے بیٹے کو ساروکی قبرستان میں دفن کروایا۔ حکومت نے ان کے ساتھ دھوکا دیا۔ حکومت نے عامر چیمہ کی نماز جنازہ راولپنڈی میں ادا کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور دھمکی دی کہ اگر ہماری بات نہ مانی تو تم اپنے بیٹے کا آخری دیدار بھی نہ کر سکو گے اور اسے ہم خود دفن کر دیں گے۔ اس کے علاوہ حکومت نے شہید کے جنازہ میں شرکت کے لئے جانے والے قافلوں کو روکنے کی کوشش بھی کی۔

جب شہید کا جنازہ اٹھایا گیا تو فضا کلمہ طیبہ کے ورد سے گونج اٹھی۔ نماز جنازہ پیر

کرنل ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں ایک اندازے کے مطابق پانچ لاکھ سے زائد افراد شریک تھے۔

شہید کے جسد خاکی کو جب لحد میں اتارا گیا تو فضا نعرہ تکبیر سے گونج اُٹھی۔ ہر طرف رقت آمیز مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اور الوداع! الوداع! عامر شہید الوداع! عامر شہید الوداع! کے نعرے لگا رہے تھے۔ ان کی تدفین کے بعد پہنچنے والے لوگوں نے "امیر حمزہ" کی امامت میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔

(۱) شہید ناموسِ رسالت عامر چیمہ ترتیب و تحقیق محمد متین خالد صفحہ 69تا 71، 78تا 80

او۔آئی۔سی کا کردار

اوآئی سی کا قیام 1969 میں سانحہ مسجد اقصیٰ کے موقع پر عمل میں آیا۔ مسلمانوں نے شعائر اسلام کے دفاع کے لئے ایک پلیٹ فارم بنایا اور اس وقت OIC کے اقدامات سے اسرائیل کو باور کردیا گیا کہ مسلمانوں کا خرمن راکھ کا ڈھیر نہیں بن سکا اور عشق کی آگ ابھی فروزاں ہے۔ مسلمان ممالک کی ترجمان اور نمائندگی کرنے والی یہ تحریک اب اغیار کے بوئے گئے کانٹوں اور مصلحتوں کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کی حیثیت اب بے جان گھوڑے کے سوا کچھ نہیں سانحہ مسجد اقصیٰ پر ایکشن میں نظر آنے والی یہ تحریک نبی ﷺ کی توہین پر اپنا موٴثر کردار ادا نہ کر سکی۔

او۔آئی۔سی نے 28 جنوری 2006ء کو مطالبہ کیا کہ ڈنمارک حکومت فوری طور پر خاکوں کی اشاعت کو غلط قرار دے۔ ڈنمارک نے خاکوں کی اشاعت کا دفاع کیا اور کئی دوسرے ممالک اسی ڈگر پر چل پڑے تو مسلم علماء نے کارٹونسٹ کے قتل کرنے کے فتوے دیئے جن پر 21 فروری 2006ء کو او۔آئی۔سی نے ایک بیان میں خاکوں کی وجہ سے ہونے والے جھگڑے اور ڈنمارک کے کارٹونسٹ کی موت کے فتووں کی مذمت کی۔ 29 فروری کو OIC نے اقوام متحدہ پر زور دیا کہ اس مسئلہ کو کوئی ایسا مستقل حل تلاش کیا جائے جس سے کسی بھی مذہب کے خلاف زبان درازی ممنوع قرار پائے۔

مجموعی طور پر اوآئی سی کا ردعمل کسی طور بھی قابل تحسین نہیں رہا۔

غیر مسلموں کا دوغلا کردار

گستاخانہ کلمات اور بے ادبی کی سزا کئی ممالک میں مقرر کی گئی ہے۔ آسٹریا کے آرٹیکل نمبر 188، 189 کریمنل کوڈ دفعہ 9،فن لینڈ کے قوانین میں سیکشن10، چپٹر 17 کے پینل کوڈ کے تحت، جرمنی کے آرٹیکل نمبر 166 کریمنل کوڈ کے تحت، نیدر لینڈ کے آرٹیکل 147 کریمنل کوڈ کے مطابق، سپین آرٹیکل 528 کریمنل کوڈ کے تحت اور نیوزی لینڈ کے قانون کی سیکشن نمبر 123 کرائم ایکٹ 1961 کے تحت کسی بھی انسان کے لئے ہتک آمیز الفاظ کا استعمال اور کسی آدمی کی توہین کو قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا۔ کنیڈا کے سیکشن296 کینڈین کریمنل کوڈ کے تحت عیسائی مذہب کی تنقیص و تضحیک بھی جرم قرار دی گئی ہے

اس کے علاوہ ڈنمارک کے قانون کی دفعہ نمبر140 اور دفعہ نمبر B-266 کے تحت بھی کسی کی توہین ایک جرم ہے۔ اس کے باوجود بھی ان ممالک میں کھلم کھلا توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف کاروائی کرنے کی بجائے انہیں قوت فراہم کی جا رہی ہے۔ ڈینش مسلمانوں نے جو مقدمہ دائر کیا تھا وہ بھی خارج کر دیا گیا۔ کچھ غیر مسلموں نے درست رویہ بھی اپنایا لیکن ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ باقی کچھ لوگوں نے صرف اظہار مذمت کی اور کچھ نے اس کی بھی ضرورت محسوس نہ کی۔

آیئے ہم غیر مسلموں کا طرز عمل ملاحظہ کرتے ہیں جو انہوں نے اس دوران کئے ہیں چاہے وہ منفی ہو یا مثبت۔

19 اکتوبر 2005ء

دس اسلامی ممالک کے سفیروں نے کارٹونز کے معاملہ میں ڈنمارک کے وزیراعظم سے ملاقات کی درخواست کی لیکن وزیراعظم نے یہ کہہ کر ملنے سے انکار کر دیا اور کہا وہ آزادی صحافت پر کوئی قدغن نہیں لگا سکتے۔

24 نومبر 2008ء

اقوام متحدہ کے سپیشل رپورٹر آف ریلجن اینڈ بیلیف نے ڈنمارک مشن کو یہ درخواست کی کہ اس کیس کا بغور جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ یہ اجانب بیزاری یا نسلی تعصب کی بنیاد پہ تو منظر عام پر نہیں آیا۔

7 دسمبر 2005ء

اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کی کمشنر لوئس اربور نے کہا کہ اقوام متحدہ کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اقوام متحدہ ڈینش گورنمنٹ کے اس متعصب رویہ کی تحقیقات کرے گی۔

23 جنوری 2006ء

ڈنمارک حکومت نے سفارتی سطح پر اقوام متحدہ کی 24 نومبر والی درخواست کا جواب ارسال کیا۔

28 جنوری 2006ء

سعودی عرب میں ڈینش سفیر نے AP ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیتے ہوئے یولاندر پوسٹن پر سخت تنقید کی اور ان کی اس حرکت کو اسلام سے ناواقفیت قرار دیا۔

29 جنوری 2006ء

ڈنمارک کی حکومت نے ڈینش سفیر کے انٹرویو کو سفیر کا ذاتی نظریہ قرار دیا اور کہا

کہ اس کو ڈینش حکومت کا بیان نہ سمجھا جائے۔

ڈنمارک کے خبر رساں ادارے نے سروے کیا جس میں اکیس فیصد لوگوں نے کہا کہ ڈینش وزیر اعظم کو مسلمانوں سے معذرت کرنی چاہیے۔ 52% لوگوں نے کہا کہ آزادی صحافت ڈینش پریس کا حق ہے۔ 44% لوگوں نے کہا کہ وزیر اعظم کو اس مسئلہ کے حل کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ 38% لوگوں نے یولانڈر پوسٹن کو معافی مانگنے کی رائے دی اور 58% لوگوں نے یہ رائے دی کہ یہ یولانڈر پوسٹن کا حق ہے۔

30 جنوری 2006ء

یولانڈر پوسٹن نے اپنی طرف سے ایک معافی نامہ جاری کیا جس میں کارٹونز شائع کرنے کے بجائے مسلمانوں کو پہنچے والی تکلیف پر معافی مانگی گئی۔

ڈینش وزیر اعظم نے کہا کہ میں ذاتی طور پر خاکوں کی اشاعت کے معاملہ سے لاتعلق ہوں، لیکن یہ نہیں بتا سکتا کہ اس بارے میں حکومت کا کیا رویہ ہونا چاہیے۔

یورپی یونین نے یہ کہہ کر ڈنمارک کی پشت پناہی کی کہ یورپی ممالک کی اشیاء کا بائیکاٹ کرنا بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہے۔

31 جنوری 2006ء

ڈنمارک کے وزیر اعظم نے ایک پریس کانفرنس میں زور دے کر کہا کہ ڈینش عوام کسی ایسے اقدام سے قطعی گریز کریں جس سے حالات خراب ہونے کا خدشہ ہو۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ پریس کی آزادی ڈینش سوسائٹی کا حصہ ہے ہم اس پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتے۔

روسی صدر ویلادی میر پوٹن نے کہا کہ ڈینش حکومت مسلمانوں کی توہین کو آزادی صحافت کا نام دے رہی ہے۔

یکم فروری 2006ء

فن لینڈ کے وزیر خارجہ نے ڈنمارک کے انتہائی سست رویہ پر شدید تنقید کی۔
روس کے آرتھوڈ یک چرچ اور مفتیان نے یورپینز کے کارٹونز دوبارہ شائع کرنے پر سخت تنقید کی۔

2 فروری 2006ء

نحاروف میوزیم کے ڈائریکٹر "یوری سموڈ روف" نے ایک ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ہم ان کارٹونز کی نمائش منعقد کرائیں گے اور مزید یہ کہ سلمان رشدی کے بدنام زمانہ ناول Satanic Verses کے نئے ایڈیشن میں ڈینش کارٹون بھی شامل کر کے شائع کریں گے۔ پانچ نارڈک بشپوں نے کارٹونز کی اشاعت پر سخت تنقید کی۔ ڈینش کمپنی ارلافوڈز نے رپورٹ دی کہ بائیکاٹ کی وجہ سے کروڑوں ڈالر کے گھاٹے پڑ رہے ہیں۔

3 فروری 2006ء

برطانیہ کے سیکرٹری خارجہ نے یورپی میڈیا پر پابندی لگائی کہ وہ کسی قسم کے خاکے شائع نہ کریں۔
US ڈیپارٹمنٹ آف سٹیٹ کے ترجمان نے کہا کہ ہم پریس کی آزادی کے حامی ہیں لیکن اس آزادی کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ مذاہب کی توہین کی جائے ایسی حرکات کسی طرح بھی قبول نہیں کی جائیں گی۔
ساؤتھ افریقہ میں کارٹونز کی اشاعت پر پابندی کے خلاف بعض پولیٹیکل اور

سول تنظیموں نے احتجاج کیا۔

4فروری2006ء

زیک اور ایم۔ایف۔ڈی۔این۔ای۔ایس نے خاکوں کی اشاعت پر پسندیدگی کا اظہار کیا۔

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے مسلمانوں سے اپیل کہ کہ وہ یولاندر پوسٹن کی معذرت قبول کرلیں۔

وائٹ ہاوس نے سیریا میں ڈینش سفارتخانے پر حملے کے خلاف بیان دیتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے یورپی اتحادی کی خودمختاری پر ان کے ساتھ ہیں اور سیریا کے اس اقدام کی مذمت کرتے ہیں۔

6فروری2006ء

ڈنمارک کی وزارت خارجہ نے اپنے باشندوں کو مصر، مراکش، تیونس، الجزائر، لیبیا، اومان، متحدہ عرب امارات، قطر، بحرین، سوڈان، ایران، پاکستان، اور افغانستان میں چھٹیاں گزارنے سے منع کردیا۔

فرانسیسی وزیراعظم نے خاکوں کی وجہ سے پیدا ہونے والے تشدد کی نفی کی اور اس سے بردباری اور دوسرے مذاہب کا احترام کرنے کی تلقین کی۔

برطانیہ کے وزیراعظم نے کہا کہ ڈنمارک کے لئے ہماری تمام ترسپورٹ اور قوت مہیا ہے۔

اسی طرح کے ریمارکس نیٹو کے جنرل سیکرٹری نے ڈنمارک کے لئے دیئے۔

ڈنمارک میں موجود امریکی سفیر نے کہا کہ امریکہ صدفی صد ڈینش میڈیا کی تائید کرتا ہے۔

یورپی یونین کے سیکرٹری جنرل نے کہا کہ اگرچہ کارٹون شائع کرنا قانوناً صحیح تھا لیکن اس میں اخلاقی حدود سے تجاوز کیا گیا۔

7فروری2006ء

اٹلی کے وزیراعظم نے ترکی سے کہاہے کہ اس تعصب کا خاتمہ ہونا چاہیے۔

ڈینش طلبا تنظیموں نے مل کر آرس میں پرامن احتجاج کیا جس کا مقصد حکومت کی حمائت کا اظہار کرنا تھا۔

نیویارک پریس نامی رسالے کے ذمہ داران نے خاکے شائع کرنے پر احتجاجا واک آوٹ کیا۔

8فروری2006ء

ڈنمارک کے قانون کے ماہر جمعز نے کہا کہ میرے خیال کے مطابق خاکے شائع کرنے والے اخبار یولاندر پوسٹن کے چیف ایڈیٹر کارسٹن خاکوں کی اشاعت سے مبرا ہیں۔ کینیڈا اور آئرلینڈ کی کنگ ایڈورڈ یونیورسٹی کے منتظمین نے طلبا اخبار کیڈرکی خاکے شائع کرنے پر دو ہزار کاپیاں ضبط کرلیں۔

9فروری2006ء

نیویارک ٹائم نے مکہ میٹنگ میں کارٹونز کی اشاعت کو واضع ترین ظلم قرار دیا

10فروری2006ء

ناروے کے عیسائی اخبار "میگزنٹ" نے خاکوں کی اشاعت پر معذرت کی۔

12فروری2006ء

آئرلینڈ کے صدر نے خاکوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کا مشتعل ہونا بجا ہے

14فروری2006ء

اطالوی وزیر نے ایک ایسی ٹی شرٹ پہنی جس پر نبی ﷺ سے منسوب خاکے بنے ہوئے تھے۔اس نے کہا کہ میرے پاس یہ کارٹونوں والی ٹی شرٹ ہے جسے میں نے پہن کر سب سے پہلے مسلمانوں کو اشتعال دلایا ہے۔

15فروری2006ء

انسانی حقوق کی علمبردار NGOs نے کارٹونز کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔

16فروری2006ء

یورپی یونین نے ایک قرارداد منظور کی جس میں خاکوں کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ اس حرکت سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچی ہے مگر ہم آزادی اظہار رائے کو ختم نہیں کر سکتے۔

20فروری2006ء

پوپ نے لوگوں سے کہا کہ انہیں کسی بھی مذہب اور اسکے شعائر کی عزت کرنی چاہیے اور ایسی تمام باتوں سے احتراز کرنا چاہیے جس سے کسی کے مذہبی احساسات مجروح ہوں۔

21فروری2006ء

لتھوانیا کے صحافیوں اور ناشران کی جماعت نے خاکوں کی اشاعت کے صحافتی اقدار سے متصادم ہونے سے انکار کیا ہے۔

22فروری2006ء

برٹش نیشنل پارٹی کے کارٹونز شائع کرنے پر بڑی سیاسی جماعتوں نے اسے تنقید کا نشانہ بنایا۔

27فروری2006ء

یورپی یونین نے محمد ﷺ کے خاکوں کے خلاف افسوس کا اظہار کیا،لیکن ساتھ ہی یورپی مفادات کے خلاف ردعمل بھی افسوس کا اظہار کیا۔

یکم مارچ2006ء

ڈنمارک پولیس نے عوام کو مسلمان اقلیت کے خلاف مزید الزامات لگانے سے منع کر دیا اور کہا ڈنمارک کی سالمیت کے لئے اس کیس کی حقیقت تبدیل نہیں کی جائے گی۔

21مارچ2006ء

ویلینز کے ایک چرچ نے اپنے ڈسٹری بیوٹرز سے درخواست کی کہ اس سے لاشعوری طور پر کارٹون چھپ گئے لہذا اس اخبار کی تمام کاپیاں واپس کردی جائیں۔اس نے مسلم کونسل آف "ویلز" سے اس واقعہ کی معافی مانگی۔

29مارچ2006ء

امریکہ میں دو بڑے کتب خانوں بالڈر اور ولڈن بکس اپریل اور مئی کے شمارے رکھنے سے انکار کر دیا کیونکہ ان میں متنازعہ خاکوں کو شائع کیا گیا۔

26اکتوبر2006ء

یولاندر پوسٹن کے خلاف قائم کردہ مقدمہ ڈینش عدالت نے خارج کر دیا۔

12فروری2008ء

ڈنمارک کی پولیس نے بہت لوگوں کو پگڑی والا کارٹون بنانے والے کارٹونسٹ کو قتل کرنے کے شبہ میں گرفتار کیا۔

23فروری2008ء

ڈینش وزیرخارجہ نے ڈنمارک کے شہریوں سے مسلم ممالک کا سفر نہ کرنے کی اپیل کی ہے۔

بابِ ہفتم

منصب رسالت پر حملہ کرنے والے مشہور کذاب

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

(سورۂ احزاب آیت ۴۰)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیّین ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز جاننے والا ہے۔

اسود عنسی

فتنہ ارتداد سب سے پہلے یمن میں رسول ﷺ کے عہد میں شروع ہوا۔ اس کا بانی ذی الخمار عبہلہ بن کعب تھا جو اسود کے نام سے مشہور ہوا۔ حجۃ الوداع کے بعد اس نے خروج کیا اور بنو مذحج کے اکثر افراد اس کے ساتھ ہو گئے۔

اسود ایک کاہن اور شعبدہ باز تھا جو اپنی شعبدہ بازی اور سحر بیانی سے دلوں کو مسخر کرتا تھا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا، بنو مذحج کے ساتھ معائدہ کر کے نجران پر قبضہ کرلیا اور وہاں سے عمرو بن حزام اور خالد بن سعید بن العاص کو نکال کر ان کے مکان پر قبضہ کرلیا اور وہیں رہائش پذیر ہو گیا۔ اس نے زیادہ دیر نجران میں قیام نہیں کیا اور چند ہی روز میں صنعاء پر حملہ آور ہو کر قابض ہو گیا۔

اس طرح اس نے رفتہ رفتہ سارے یمن پر قبضہ کرلیا۔ اس تمام واقعے کی سب سے پہلی اطلاع فروہ بن مسیک نے نبی ﷺ کو دی۔ اسود کی فوج کا سپہ سالار قیس بن عبد یغوث تھا۔ اور ابناء کی سرداری فیروز اور داذویہ کے سپرد تھی۔ مگر جب اس کی حکومت اچھی طرح جم گئی تو اس نے قیس، فیروز اور داذویہ کی اہانت کی وہ اس طرح کہ اس نے شہر کی بیوی جو فیروز کے چچا کی بیٹی تھی، سے شادی کرلی۔ (۱)

جشیش بن الدیلمی سے مروی ہے کہ دبر بن تحنیس رسول ﷺ کا خط لے کر ہمارے پاس آئے۔ اس خط میں حکم تھا کہ ہم اپنے دین پر قائم رہیں اور لڑائی یا حیلے سے اسود کے خلاف جنگی کاروائی کریں۔ اسی زمانے میں اسود اپنے سپہ سالار قیس سے مشتبہ ہو گیا۔ ہم نے موقع غنیمت جان کر اسے دعوت دی، رسول ﷺ کا پیغام اسے دیا۔ وہ اسود کے برتاؤ

---

(۱) تاریخ طبری از علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد اول صفحہ 513

سے ملول اور کبیدہ خاطر تھا اس نے فوراً ہماری بات مان لی۔ شیطان نے اس کاروائی کی بھنک اسود کو پہنچائی۔ اس نے قیس کو طلب کر کے تفتیش کی۔ قیس نے الزام کی تردید کی۔ اسود نے اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد قیس، جشیش، فیروز اور دازویہ کے پاس آیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اسود نے انہیں بلایا اور پوچھا کہ تم میرے خلاف سازش کر رہے ہو؟ ہم نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے معافی مانگی اور آئندہ ایسا نہ کرنے کی یقین دہانی کروائی۔ اس طرح ہماری جان بچی۔ جب لوگوں کو رسول ﷺ کا پیغام مل گیا تو بہت سے لوگ اسود سے علیحدہ ہو کر تائب ہو گئے اور ایک جگہ اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ اسود کو اپنی موت نظر آنے لگی۔ میں اس کی بیوی کے پاس گیا اور اسود کے مظالم بیان کر کے اس سے مدد کا متمنی ہوا۔ وہ فوراً راضی ہو گئی۔

میں اس سے مل کر باہر اپنے دوستوں کے پاس آیا اور انہیں سارا واقعہ بیان کرنے لگا۔ اسی اثناء میں اسود نے ہمیں دوبارہ طلب کیا۔ اس وقت وہ مذحج اور ہمدان کے لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں دھمکانا شروع کر دیا مگر قیس کی عاجزانہ گفتگو سن کر اسے رحم آ گیا اور اس نے ہمیں معاف کر دیا۔

میں پھر اسود کی بیوی کے پاس گیا۔ اس سے ملاقات کر کے نکلا ہی تھا کہ اسود سے میری مڈبھیڑ ہو گئی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی مجھ سے پوچھا: تم یہاں کیسے آئے؟ پھر اس نے میرے سر پر تھپڑ مارا۔ وہ بہت طاقتور تھا، اُس تھپڑ کے باعث میں گر پڑا۔ اسی وقت اس کی عورت نے چیخ ماری۔ اس نے گھبرا کے مجھے چھوڑا اور اپنی بیوی کے پاس چلا گیا۔ اس طرح اس کی بیوی نے میری جان بچائی۔ میں اپنے دوستوں کے پاس گیا اور انہیں بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔ ہم اسی تذبذب میں تھے کہ اسود کی بیوی کا پیغام ملا کہ اپنا

کام مکمل کرنے کے سوا واپس نہ جانا۔

اب اسود سے ٹکراؤ کی وجہ سے میں نے فیروز کو منصوبے کو حتمی شکل دینے کے لئے اسود کی بیوی کے پاس بھیجا۔ فیروز نے وہاں جا کر اسود کی بیوی کی مدد سے نقب زنی کے لئے جگہ تیار کی۔ اس کے بعد فیروز اس کی بیوی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ جب اسود نے ان دونوں کو اکٹھے دیکھا تو فیروز کو بے عزت کر کے گھر سے نکال دیا۔

رات کو ہم نے باہر سے نقب لگائی۔ فیروز چونکہ ہم سب سے زیادہ بہادر تھے، وہ آگے آگے اندر داخل ہوئے اور باقی سب ان کے پیچھے۔ جب فیروز اس شہ نشین کے دروازے کے پاس پہنچے تو انہوں نے اسود کو بڑبڑاتے ہوئے سنا۔ فیروز جب اندھیرے میں داخل ہوئے تو اسود کی زبان سے شیطان بولنے لگا۔ وہ بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگا: فیروز تم یہاں کیسے؟ اس اندیشے سے کہ اگر ہم پلٹ جائیں تو ہم بھی مارے جائیں گے اور یہ عورت بھی۔ فیروز نے فوراً اس کا سر پکڑ کر اسے قتل کر دیا اور اس کی گردن کچل دی۔

اس کے بعد فیروز ہمارے پاس آئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ اندر گئے اور اس کا سر اتارنے لگے مگر شیطان نے اسے حرکت دے دی اور وہ اس طرح تڑپا کہ کوئی اسے قابو میں نہ رکھ سکا۔ میں نے کہا کہ سب اس کے سینے پر چڑھ جاؤ۔ اس کی بیوی نے اس کے بال پکڑ لئے۔ اس کے حلقوم سے خرخراہٹ کی آواز آنے لگی۔ اس آواز پر وہ سپاہی جو شہ نشین کے گرد پہرے پر متعین تھے، فوراً دوڑے ہوئے آئے مگر اس کی بیوی نے یہ کہہ کر انہیں واپس کر دیا کہ 'نبی صاحب' پر وحی نازل ہو رہی ہے اور یہ اسی کی آواز ہے۔

باقی رات ہم نے وہیں گزاری۔ صبح مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر اسود کے قتل کا اعلان کیا۔ اسی اثناء میں رسول ﷺ نے صحابہ کو اسود کے قتل کی بشارت دی (۲)۔

---

(۲) تاریخ طبری از علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد دوم صفحہ 48 تا 59

طلیحہ اسدی

عروہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد تمام عرب مرتد ہو گئے۔ طلیحہ نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ بنو غطفان اور بنو اسد نے اس کی بیعت کر لی۔ حضرت ابو بکر صدیق نے طلیحہ کے مقابلے میں فوج بھیجی۔

عیینہ بن حصن طلیحہ کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ عیینہ نے بنی فزارہ کے سات سو افراد کے ساتھ طلیحہ کی فوج میں خوب ہی داد مردانگی دی۔ اس وقت طلیحہ اپنے اونی خیمے کے صحن میں چادر اوڑھے نبی بنا بیٹھا تھا۔ اور باہر میدان میں خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ جب عیینہ کو لڑائی میں تکلیف اٹھانا پڑی اور اس کا شدید نقصان ہوا تو وہ میدان جنگ سے پلٹ کر طلیحہ کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: ''کیا جبرائیل تمہارے پاس آئے؟''

اس نے کہا: ''نہیں ابھی نہیں آئے۔''

عیینہ پھر معرکے میں آکر لڑائی میں مصروف ہو گیا جب اس کو دوبارہ جنگ کی شدت نے پریشان کیا تو وہ پھر طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا: ''کہو اب بھی جبرائیل نہیں آئے۔''

اس نے کہا: ''نہیں''

عیینہ نے کہا: ''اب کب آئیں گے؟ ہمارا تو کام تمام ہوا۔''

مگر ایک بار پھر عیینہ میدان جنگ میں پلٹ کر لڑنے لگا۔ اب ایک بار پھر ناکامی اس کا راستہ تک رہی تھی۔ وہ فوراً طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا: ''اب بھی جبرائیل آئے؟''

اس نے کہا: ''ہاں!''

عیینہ نے کہا: ''انہوں نے کیا بات بتلائی؟''

طلیحہ نے کہا: ''انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ لڑائی تمھارے لئے چکی کا پاٹ ثابت ہوگی اور یہ ایک ایسا واقعہ ہوگا جو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا''

عینیہ کو یقین آ گیا کہ طلحہ اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا ہے۔ چنانچہ اس نے بنی فزارہ کو لڑائی سے علیحدگی کا حکم دے دیا۔ ان کے الگ ہونے کے بعد باقی فوج کے لوگ جب طلیحہ کے پاس پہنچے تو اس نے بھاگنے کا حکم دیا اور خود بھی بھاگ کھڑا ہوا۔

طلیحہ میدان سے بھاگ کر نقع میں بنی کلب کے پاس فروکش ہو گیا اور کچھ عرصے کے بعد ایمان لے آیا۔ اس کے اسلام لانے کی یہ وجہ ہوئی کہ جب اس نے دیکھا کہ اس کے تمام حامی قبائل بنو اسد، غطفان، بنی عامر مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ بھی مسلمان ہو گیا(۱)۔

(۱) تاریخ طبری از علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد دوم صفحہ 61، 62، 74، 80

سجاح بنت حارث

سجاح بنت حاث بنی تغلب میں سے تھی۔ رسول ﷺ کے وصال کے بعد اس نے جزیرہ میں اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔ ہذیل اپنی نصرانیت چھوڑ کر سجاح کا مرید ہو گیا۔ پھر اس نے بنی یربوع اور بنی مالک کو دعوت دی جس پر وکیع اور مالک نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح اب وکیع مالک اور سجاح تینوں ایک رائے ہو گئے۔ انہوں نے آپس میں مصالحت اور عہد کر کے سب سے لڑنے کی ٹھان لی۔

سجاح اپنے مقام سے بڑھ کر احفار میں آ کر فروکش ہوئی اور مالک کو دجانی پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ ہذیل نے قبیلہ ثعلبہ بن سعد سے اور وکیع نے بنی بکر سے جنگ کی جس میں انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

ہذیل، وکیع اور کئی دوسرے لوگ گرفتار ہو گئے۔ اس کے بعد سجاح، ہذیل اور بنو بکر اس معائدے سے جو وکیع اور سجاح کے درمیان ہوا تھا، پلٹ گئے۔ جزیرے کے لشکر کے ساتھ سجاح اپنے مقام سے بڑھ کر نباج پہنچی۔ اوس بن خزیمہ نے بنی عمرو کے لوگوں کے ہمراہ ان پر اچانک حملہ کر دیا جس میں سجاح کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس نے قیدیوں کے تبادلے اور علاقے سے نہ گزرنے پر اوس بن خزیمہ سے صلح کی۔

جب ہذیل دشمن کے پنجے سے رہائی پا کر سجاح کے پاس آیا اور اہل جزیرہ کے دوسرے سردار بھی جمع ہوئے تو انہوں نے سجاح سے کہا کہ مالک اور وکیع نے اپنی قوم سے صلح کر لی ہے اور اب وہ ہماری مدد نہیں کرتے۔ اس طرح ہم نے تمام قبائل سے اس شرط پر صلح کی ہے کہ ہم ان کے علاقے میں سے نہیں گزریں گے۔ اب آپ کیا حکم دیتی ہیں؟ اس پر سجاح نے انہیں یمامہ پر حملے کا حکم دے دیا۔

سجاح اوراس کی جماعت بنی حنیفہ کی طرف چلی۔ مسیلمہ کواس کی اطلاع ہوئی تو مسلمانوں کے حملہ کے پیش نظراس نے سجاح کوتحائف بھیجے اورامن کا خواستگار ہوا۔ سجاح نے مسیلمہ کواپنے پاس بلایااورملاقات کی۔ایک دوملاقاتوں کے بعد مسیلمہ نے اسے اپنے خیمے میں بلایا۔وہاں سجاح نے اس کی نبوت کوتسلیم کرلیا۔

مسیلمہ نے اسے شادی کی دعوت دی جسے اس نے قبول کرلیا۔تین دنوں تک وہ مسیلمہ کے پاس رہی۔ پھراپنے لوگوں میں جب واپس چلی گئی تولوگوں نے مہر طلب کیاتو مسیلمہ نے اس کے مہر میں فجراورعشاء کی نمازیں معاف کردیں۔مسیلمہ کی موت کے وقت وہ بنی تغلب میں مقیم تھی۔عرصے تک وہی رہی یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ کے دور میں لوگوں کے ساتھ کوفہ منتقل ہوگئی اوراسلام قبول کرلیا(۱)۔

(۱) تاریخ طبری ازعلامہ ابی جعفرمحمد بن جریرطبری جلددوم صفحہ 87،92

مسیلمہ کذّاب

جب بنی حنیفہ کا وفد رسول ﷺ کے پاس آیا تو اس میں مسیلمہ بن حبیب بھی شامل تھا۔ بنی حنیفہ نے مسیلمہ کو برقع اوڑھا رکھا تھا۔ مسیلمہ نے رسول ﷺ سے کچھ باتیں کی ۔رسول ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم مجھ سے اس شاخ کو بھی جو میرے ہاتھ میں ہے، مانگو تو میں نہ دوں گا۔''

جب وفد واپس اپنے علاقے میں چلا گیا تو مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کے سامنے یہ جھوٹ بولا کہ میں بھی محمد ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک کر دیا گیا ہوں۔ اس نے اپنے پیروکاروں کو نماز معاف کر دی، شراب حلال کر دی اور زناء کو جائز قرار دیا۔ (۱)

نبی ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ بنے تو انہوں نے عکرمہ کو مسیلمہ کے مقابلے پر بھیجا اور ان کے پیچھے شرحبیل کو بھیج دیا۔ عکرمہ کو شرحبیل کے پہنچنے کے بعد حملے کا حکم دیا تھا مگر انہوں نے کامیابی کا سہرا اپنے سر کرنے کے لئے شرحبیل کے آنے سے پہلے ہی مسیلمہ سے جنگ شروع کر دی اور شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جب حضرت ابو بکر صدیق کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے شرحبیل کو خالد کا انتظار کرنے کا حکم دیا اور عکرمہ کو دوسرے قبائل سے جنگ کا۔ لیکن پھر شرحبیل نے بھی عکرمہ کی طرح عجلت دکھائی اور شکست کھائی۔

جب خالد شرحبیل کے پاس پہنچے تو انہوں نے شرحبیل کو ڈانٹ پلائی۔ پھر فوج کو منظم کرنے لگے۔ جب مسیلمہ کو ان کے قریب آنے کی اطلاع ملی تو اس نے عقرباء میں اپنا پڑاؤ ڈالا اور لوگوں کو مدد کے لئے بلایا۔ خالد نے شرحبیل کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ خالد

(۱) تاریخ طبری از علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد اول صفحہ 468، 469

نے اپنے مقدمۂ جیش پر خالد مخزومی کو، میمنہ پر زید کو اور میسرہ پر ابو حذیفہ کو امیر مقرر کیا۔ جب یہ مسیلمہ کے ایک پڑاؤ سے ایک رات کے فاصلے پر رہ گئے تو انہوں نے رات کے وقت بنی حنیفہ کی ایک ساٹھ افراد پر مشتمل جماعت کو سوتے میں جا لیا جو شب گزاری کے لئے ٹھہری ہوئی تھی۔

خالد کی فوج نے انہیں جگایا اور پوچھ گچھ کی۔ مسیلمہ کے پیروکار ثابت ہونے پر وہ قتل کر دیئے گئے۔ مجاعہ نے امان طلب کی، اسے معاف کر دیا گیا۔ جب خالد نے یمامہ پر یورش کی تو مسیلمہ نے جنگ کرنے کا حکم دے دیا۔

جب مسلمانوں کو شکست ہوئی اور بنی حنیفہ کے حملہ آور خیموں میں داخل ہو کر اُم تمیم کو قتل کرنے لگے تو مجاعہ نے انہیں بچا لیا۔ پھر مسلمانوں نے پلٹ کر ایسا جوابی حملہ کیا کہ کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ ہزیمت اٹھا کر بھاگے۔ انہیں ایک باغ میں پناہ گزین ہونا پڑا جو ان سب کے لئے ہلاکت کا مقام ثابت ہوا۔ براء نے کہا: ''اے مسلمانو! تم مجھے دیوار پر چڑھا کر اندر اتار دو۔'' ساتھیوں نے انکار کر دیا۔

ان کے کافی اصرار پر انہیں کندھے پر بٹھا کر باغ کی دیوار پر چڑھا دیا۔ وہ وہاں سے دشمن پر کود پڑے۔ باغ کے دروازے سے انہیں مار بھگایا اور دروازہ مسلمانوں کے لئے کھول دیا۔ مسلمان باغ میں داخل ہو گئے لیکن مرتدین نے ان کا سخت مقابلہ کیا یہاں تک کہ مسیلمہ کو وحشی اور ایک انصاری نے مشترکہ طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (۲)

(۲) تاریخ طبری از علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد دوم صفحہ 98، 100، 103، 105، 108

مرزا غلام احمد قادیانی

تحریک قادیانیت کا بانی مرزا غلام احمد تھا۔ وہ برٹش انڈیا میں صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور کے موضع قادیان میں 1839ء کو پیدا ہوا۔ اس کا والد غلام مرتضیٰ تھا جو سمرقندی مغل گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا پیشہ نجابت اور زمینداری تھا۔ مرزا مروجہ طب، عربی اور فارسی کی تحصیل سے فارغ ہو کر 1864ء کے بعد تقریباً چار سال تک ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں کام کرتا رہا۔ بعد ازاں ملازمت چھوڑ کر اپنے والد کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ مذہبی کتب کا مطالعہ بھی جاری رکھا اور مذہبی مناظرات وغیرہ میں حصہ لیتا رہا۔

مرزا اوائلِ زندگی میں ایک صحیح العقیدہ مسلمان تھا۔ 1879ء میں اس نے ایک اشتہار شائع کیا کہ میں ایک کتاب ''براھینِ احمدیہ'' لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں جو 50 جلدوں پر مشتمل ہو گی اور اس میں اسلام کی حقانیت اور دیگر مذاہب کی تردید میں قوی اور محکم دلائل پیش کئے جائیں گے۔ مسلمانوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے کثیر تعداد میں پیشگی قیمت بھیج کر معاونت کی۔

1880ء سے 1884ء تک مرزا نے اس کتاب کی صرف چار جلدیں شائع کیں۔ پھر اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے بذریعہ الہام اشاعتِ دین پر مامور فرمایا ہے اور وہ اس صدی کا ''مجدد'' ہے۔ اس لئے اس کتاب کی مزید اشاعت بند کی جاتی ہے۔ 1886ء میں مرزا نے اپنی دوسری کتاب ''سرمۂ چشمِ آریہ'' تصنیف کی اور ہوشیار پور میں آریہ سماجیوں کے ساتھ مناظرہ کیا۔ اس طرح اس نے ایک مناظرِ اسلام اور مدعیٔ اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل کر کے اپنے گرد عقیدت مندوں کا ایک گروہ پیدا کیا جس میں

حکیم نورالدین شاہی طبیب ریاست جموں و کشمیر جیسے بارسوخ مشیر و معاون بھی شامل تھے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں کو ایسے غداروں کی اشد ضرورت تھی جو مسلمانوں کے جذبۂ جہاد اور عشقِ رسول کو ختم کردیں۔ اس مقصد کے لئے جن شخصیتوں نے ان کی مدد کی ان میں سے ''مرزا غلام احمد'' بھی تھا۔

مسلمان ایک پُر آشوب دور سے گزر رہے تھے۔ جب مرزا نے شہرت حاصل کی تو اس کے رفیقِ خاص حکیم نورالدین نے اُسے اس پُر آشوب زمانہ سے فائدہ اُٹھانے کا مشورہ دیا۔ تھوڑے ہی عرصے بعد مرزا نے حکیم نورالدین کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے مجدد سے آگے بڑھ کر مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ مرزا اپنے اس دعوے پر بھی زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا اور اپنی تین تصنیفات میں وفاتِ مسیح کا اعلان کر کے پہلے مہدی موعود اور بھی مسیحِ موعود ہونے کا اعلان کردیا۔

مرزا اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوے پر تقریباً دس سال قائم رہا اور پھر گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہوئے اس نے ختم نبوت کے معروف اسلامی نظریئے کو غلط قرار دیتے ہوئے نومبر 1901ء میں اپنی نبوت کا اعلان کردیا۔ اپنے اس دعوے کے بعد مرزا کچھ عرصہ تک اپنے آپ کو ظلّی نبی ظاہر کرتا رہا۔ اس کے کہنے کے مطابق اگرچہ محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا تھا مگر نبوت صرف آپ ﷺ کے فیضان سے ہی مل سکتی تھی۔ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہوسکتی۔ ظلّی انبیاء کا معیار محمد ﷺ کے نقش قدم پر چلنا اور ان کی شریعت کو قائم کرنا ہوگا۔ کچھ عرصہ اس طرح ظل رہنے کے بعد اس نے اپنے مستقل صاحب شریعت رسول اور خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ کردیا۔

مرزا کو اسہال کی بیماری بہت پہلے سے تھی۔ جب وہ کوئی دماغی کام کرتا تھا تو وہ بیماری بہت بڑھ جاتی تھی۔ اس کو یہ بیماری بسبب کھانا ہضم نہ ہونے کے تھی۔ دل بہت

کمزور تھا اور نبض اکثر ساقط ہو جایا کرتی تھی۔ 25 مئی 1908ء کی شام جب وہ ''پیغام صلح'' کا مضمون لکھنے سے فارغ ہوا تو اسے اس بیماری کا دورہ پڑ گیا۔

جب دوائی سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو اس نے حکیم نور الدین کو طلب کیا اور اس سے نیند کی دوا لی۔ بیماری کی وجہ سے اس نے اپنے کمرے میں ہی حاجت ضروریہ سے فارغ ہونے کا انتظام کرایا ہوا تھا۔ دوا کی وجہ سے وہ سو گیا اور سب واپس اپنی جگہ چلے گئے۔ رات تقریباً دو اور تین بجے کے درمیان ایک بڑا دست آیا جس سے اس کی نبض بند ہوگئی۔ حکیم نور الدین، خواجہ کمال دین اور ڈاکٹر یعقوب بیگ کو بلایا گیا۔ کافی دیر کے علاج کے باوجود نبض واپس نہ آسکی۔ یہاں تک کہ دس بجے صبح 26 مئی 1908ء کو وہ داعئ اجل کو لبیک کر گیا(۱)۔

(۱) آفتاب گولڑہ اور فتنہ مرزائیت از حاجی نواب دین چشتی

امت مسلمہ کی ذمے داریاں

(پس چہ بائدکرد)

محمد رسول اللہ ﷺ نے سسکتی انسانیت کو عزت و آبرو کا راستہ دکھایا اور بدتہذیبی کے بھنور میں ڈوبتی کشتی کو بادبان میسر کر کے ساحل کی سمت رواں دواں کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ انسانیت کو تہذیب یافتہ بنانے میں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا کردار نمایاں ہے۔

اسلام اپنی انسانیت نواز خوبیوں کے باعث روز اول سے مسلسل پھیلتا جا رہا ہے۔ اس کے عقائد سچے، عبادات سادہ اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں جب لوگ اسلام کی ان تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اوائل اسلام سے ہی ہر دور کی باطل قوتوں نے اسلام کی بڑھتی ہوئی دعوت کو روکنے کے لئے ہزار ہا جتن کئے اور ہر محاذ پر شکست کا سامنا کرنے کے بعد وہی گھسا پٹا حربہ استعمال کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں کہ اس تحریک کی رہبری کرنے والی شخصیت مسلمانوں کی محبوب ترین ہستی محمد ﷺ کی شخصیت پر اعتراضات لگا کر انہیں متنازعہ ثابت کیا جائے۔ وہ تعلق جو ایک مسلمان اور نبی ﷺ کے درمیان ہے اسے کمزور کیا جائے۔

اسلام کے متعلق مغرب کے منفی کاموں کے شعبوں کی جڑیں کئی صدیوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ توہین رسالت کے متعلق مغرب کے رویئے نے اس کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے کر دیا ہے۔ اب مسلمانوں کو جان لینا چاہیے کہ یہ لوگ ان کے خیر خواہ کبھی نہیں ہو سکتے۔

توہین رسالت کا مسئلہ جس قدر سنگین اور لائق مذمت تھا، اسی قدر مسلم حکمرانوں

نے اس پر لاپروائی اور عدم توجہ کا مظاہرہ کیا۔ اٹھاون اسلامی ممالک ماسوائے سوڈان، سعودی عرب اور ایران کے کسی ملک نے قابلقدر کردار ادا نہیں کیا۔ مسلمانوں کو ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ مغرب کے اس شیطانی طرز عمل کا کس طرح جواب دیا جائے۔ اگر مغرب علم کے راستے حملہ آور ہوا ہے تو اس کا جواب بھی علم ہی کے راستے دینا ہوگا نہ کہ سڑکوں پر توڑ پھوڑ سے۔ مغرب کی منشا یہی ہے کہ مسلمانوں کی توجہ بنیادی مسائل سے ہٹا کر انہیں اس قسم کے ردعمل میں مبتلا کر دیا جائے۔

مسلم سلاطین کے عہد میں توہین رسالت جیسے عمل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا جہاں کوئی اپنی غلطی کا ارتکاب کرتا فوراً اسے سزا دی جاتی۔ توہین رسالت کا یہ عمل دور استعمار اور مسلمانوں کی غلامی کے دور کا کرشمہ ہے موجودہ حالات میں معاشرے کے مؤثر دینی ومعاشرتی طبقات کو اپنی حکمت عملی طے کرنے چاہیے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اقدامات کئے جا سکتے ہیں۔

عالم اسلام کے لئے عملی تجاویز

(Recomandations)

1۔ دین اسلام کی حقانیت اور نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کے بارے میں صحیح معلومات عام کی جائیں اور اس سلسلے میں نشر واشاعت کو تیز کیا جائے۔

2۔ علمائے کرام قرآن وسنت کی روشنی میں حکمران طبقہ اور عوام الناس کو ناموس رسالت کے مسئلے کے بارے میں معلومات فراہم کریں۔

3۔ علمائے کرام امت مسلمہ کی فکری قیادت کے طور پر مسلمان حکمرانوں کو جرأت مندانہ مؤقف اختیار کرنے پر مجبور کریں۔

4۔ میڈیا کو اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔انہیں مثبت طور پر آگہی مہیا کرنے کا انتظام کرنا چاہیے۔

5۔ ارباب اختیار نے اسلام دشمن قوتوں کے ایجنڈے کے نفاذ کے لئے جو طریقہ کار اختیار کئے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ بعض نام نہاد دانشوروں کو اہم مسائل کے عملی پہلوؤں میں الجھاؤ پیدا کرنے کے لئے مقرر کرتے ہیں۔اہل علم کو چاہیے کہ ان کے اعترا ضات کا جواب دیں اوران کے پیدا کردہ فکری الجھاؤ کو دور کریں۔

6۔ مسلمانوں کو اپنی زندگیاں اسلام کو بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق گزارنی چاہیے تا کہ ان کے کسی عمل کی وجہ سے بانی اسلام ﷺ پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے۔

7۔ OIC میں شامل تمام اسلامی ممالک OIC کی قیادت کو اپنے بھرپور اعتماد کا یقین دلا کر گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے ذمہ دار افراد کو سزا دلانے کے متعلق سخت اور جرأت مندانہ مؤقف اختیار کرنے پر زور دیں۔

8۔ OIC کو مؤثر کر کے اس تنظیم کا فوجی اور دفاعی شعبہ قائم کیا جائے۔جس کے ذریعے مسلمان اتحادی افواج دنیا میں حقیقی امن قائم کر کے دکھائیں۔مسلم ممالک اپنے باہمی معاملات اقوام متحدہ کی بجائے او آئی سی کے تحت حل کریں۔

9۔ امت مسلمہ کا ایک مرکزی دارالافتاء ہونا چاہیے تا کہ کسی بھی ایشو پر ایک ہی فتویٰ جاری ہو۔

10۔ انفرادی اور اجتماعی طریقوں سے ارباب اختیار پر دباؤ بڑھایا جائے تا کہ وہ امت مسلمہ کے متفقہ مؤقف سے انحراف نہ کریں اور مسلمانوں کے اجتماعی فیصلوں کا احترام کریں۔

11۔ تمام مسلم حکمران اپنے اپنے ممالک کے اندر موجود اسلام مخالف نظام اور قوتوں

کی حوصلہ شکنی کریں اور اسلامی تحریکوں کو پروان چڑھائیں تاکہ اسلام پر آنے والے کڑے وقت میں ان تحریکوں سے تعاون حاصل کیا جاسکے۔

12۔ مسلم دنیا کو اپنی یکساں اور مربوط خاجہ پالیسی باہم مشورے سے بنانی چاہیے۔

13۔ اقوام متحدہ اور عالمی اداروں پر مذاہب اور ان کے شعائر کے تحفظ کے لئے قانون سازی پر مجبور کیا جائے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔

14۔ عالمی منڈیوں پر اس وقت یہود و نصاریٰ کا مکمل قبضہ ہے جس کی وجہ سے وہ اسلامی ممالک پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی اجارہ داری ختم کرنے کے لئے اپنی تجارتی منڈیاں قائم کی جائیں۔ مسلم ممالک کو اپنی باہمی تجارت ستر فیصد سے زائد کر کے غیر مسلم ممالک پر اپنا انحصار بتدریج کم کرنا چاہیے۔

15۔ تمام مسلم سرمایہ دار اپنے سرمایہ جات مغربی ممالک کے بنکوں سے نکال کر اپنا بین الاقوامی اسلامی بنک قائم کر کے اس میں جمع کروائیں۔

16۔ مسلم ممالک کو یورپی یونین کی طرز پر ایک مشترکہ کرنسی جاری کرنی چاہیے جو ان کی ناگفتہ بہ حالت بدلنے کا سبب بنے گی۔

17۔ اسلامی ممالک میں شریعت کورٹ بنائے جائیں جو علماء اور ماہرین اسلامی قوانین پر مشتمل ہوں۔ توہین رسالت کے کیس اس کورٹ میں دائر کئے جائیں اور علمائے شریعت ایسے کیس کا فیصلہ دیں کہ واقعی ملزم گستاخی کا مرتکب ہوا ہے یا نہیں۔ اگر اس پر جرم ثابت ہو جائے تو قرآن و سنت کی رو سے اسے سزا دی جائے۔

کتابیات

1۔ کرم شاہ الازہری پیر محمد: ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

2۔ حفیظ جالندھری: شاہنامۂ اسلام، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور

3۔ شبلی نعمانی: سیرت النبی

4۔ ابن ہشام: سیرت النبی

5۔ معین واعظ الکاشفی مولانا: معارج النبوۃ

6۔ محمد احمد باشمیل علامہ: غزوۂ احد، نفیس اکیڈمی، کراچی

7۔ خوشی محمد میاں: مجموعہ درود پاک، داتا دربار، لاہور

8۔ سلیمان سلمان منصور پوری: رحمت اللعالمین

9۔ مودودی ابوالاعلیٰ: تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

10۔ عبدالحق محدث دہلوی شیخ: راحت القلوب (جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب)

11۔ عبدالمصطفیٰ اعظمی علامہ: روحانی حکایات، پروگریسو بکس اردو بازار، لاہور

12۔ نواب دین چشتی حاجی: آفتاب گولڑہ اور فتنہ مرزائیت

13۔ حبیب اللہ چشتی پروفیسر: توہین رسالت کی سزا، جمال کرم، لاہور

14۔ محمد عبدالمجید صدیقی ایڈوکیٹ: زیارت نبی بحالت بیداری، فیروز سنز، لاہور

15۔ متین خالد محمد: شہید ناموس رسالت عامر چیمہ، علم و عرفان پبلشر، لاہور

16۔ محمد بن جریر الطبری ابی جعفر: تاریخ طبری، نفیس اکیڈمی، کراچی

17۔ اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ: ناموس رسول اور قانون توہین رسالت، فیصل ناشران و تاجران، لاہور

18۔ مبازر ملک ڈاکٹر محمد (شمس الدین فاسی): شیطان رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ

19۔ ہلال ہفت روزہ: حیدر روڈ، راولپنڈی

20۔ خبریں روزنامہ: لاہور

واللہ یعصمک من الناس

اور اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا۔

(القرآن ٦٧:٥)

عصمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملے

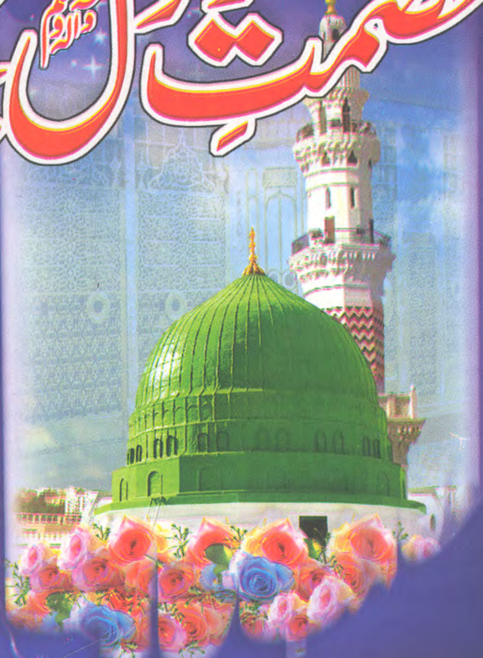

مصنف

سید ممتاز علی بخاری

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ، لاہور